واحدی دہلوی - مُلد

۲۹۶

۴۶۰۸

فہرست مضامین

حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ

حرفِ آغاز	۱
سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت	۱۱
سرورِ کائنات ﷺ کا خاندان	۱۲
اہلِ عرب سرورِ کائنات ﷺ سے قبل	۱۷
سرورِ کائنات ﷺ کا بچپن	۲۹
سرورِ کائنات ﷺ رسالت سے پہلے	
سرورِ کائنات ﷺ کا حسنِ معاملہ	۳۵
سرورِ کائنات ﷺ کا پہلا عقد	۳۷
سرورِ کائنات ﷺ کے دو ابتدائی کارنامے	۳۹
سرورِ کائنات ﷺ کی شکل و شباہت	۴۳
سرورِ کائنات ﷺ کی عبادتِ اوّلیں	۴۴
سرورِ کائنات ﷺ کو رسالت کی بشارت	۴۷

Marfat.com

سرورِ کائنات رسالت کے بعد

قرآن مجید کے نزول کا آغاز اور سرورِ کائنات کی پہلی نماز ۵۰
تبلیغ کا آغاز ۵۲
اقربا میں تبلیغ ۵۵
پورے مکّے سے خطاب ۵۷
نواحِ مکّہ میں تبلیغ اور مخالفت کا زور ۵۹
مخالفت کی بنائیں ۶۴
کفّار کا ایک جلسہ مشورت اور جلسے کی قرارداد ۶۹
مسلمانوں کی حبش کو ہجرت ۷۱
سرورِ کائنات صلعم کا استقلال ۷۵
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ۸۳
تین سال کی قید ۸۶
ابوجہل کا تمسخر ۸۸
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جناب ابوطالب کی رحلت ۸۹
سرورِ کائنات صلعم کا سخت ترین امتحان ۹۲
سوید بن صامت۔ ایاس بن معاذ۔ اور ضماد ازدی۔ ۱۰۰
معراج ۱۰۴

Marfat.com

ابوذر غفاریؓ اور طفیل بن عمروؓ	۱۰۹
اہل یثرب	۱۱۳
مسلمانوں کو یثرب ہجرت کرنے کی ہدایت	۱۲۱
سرورِ کائناتؐ کی ہجرت	۱۲۵
جمعہ کی پہلی نماز	۱۳۶
مدینہ میں داخلہ	۱۴۲
مکّہ کے تیرہ سال	۱۴۵
مسجد نبوی کی تعمیر	۱۴۷
اذان	۱۵۰
ایک یہودی پیشوا اور ایک عیسائی راہب کا قبول اسلام	۱۵۳
مواخات	۱۵۵
مرکز کا تعین	۱۵۹
غیر مسلموں سے معاہدہ	۱۶۶
غزوۂ بدر (مسلمانوں کی پہلی جنگ)	۱۶۸
پہلا منافق	۱۸۴
ایک سازش	۱۸۶
حضرت فاطمہ زہراؓ کی شادی	۱۸۹
غزوۂ اُحد۔ (مسلمانوں کی دوسری جنگ)	۱۹۱

حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ	۲۰۶
غزوۂ مریسیع	۲۱۱
غزوۂ احزاب (مسلمانوں کی تیسری بڑی جنگ)	۲۱۷
صلح حدیبیہ - (فتح مبین)	۲۳۲
غزوۂ خیبر (مسلمانوں کی چوتھی زبردست جنگ)	۲۴۷
حضرت حمزہؓ کی صغیر السن صاحبزادی	۲۵۷
فتح مکہ	۲۵۹
غزوۂ حنین	۲۶۷
غزوۂ موتہ	۲۷۱
غزوۂ تبوک	۲۷۴
تین صحابیوں کو تنبیہ	۲۷۹
وہ مسجد جسے سرور کائناتؐ نے آگ لگوادی تھی	۲۸۴
پہلا اسلامی حج	۲۸۶
بادشاہوں کو دعوتِ اسلام	۲۸۷
عدی بن حاتم طائی	۳۰۲
چراغ سے چراغ روشن ہوتا چلا گیا	۳۰۶
حجۃ الوداع	۳۴۱
خطبہ غدیر اور مدینہ میں داخلہ	۳۵۱
سرورِ کائناتؐ کی خطابت	۳۵۳
سرورِ کائناتؐ کی علالت و وفات	۳۶۱
مولانا ماہر القادری کا سلام	۳۷۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس پاک بے نیاز نے مجھ جیسے حقیر اور بے بضاعت کو اپنے محبوب رسولؐ اور مقبول بندے کی ایک مختصر سی سوانح حیات لکھنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائی۔ اور قربان اُس ذات و الاصفات صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جس کے حالات ایک جدید ڈھنگ سے دلّی کی سادہ اور عام فہم زبان میں ہدیۂ ناظرین کرنے کی میں سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

خصوصیت اس سوانح حیات کی یہ ہے کہ ہر واقعہ کو ایک مستقل مضمون بنا دیا گیا ہے۔ ایک مضمون پڑھ لیا جائے گا تو کم از کم ایک واقعہ انشاء اللہ پوری طرح ذہن نشین اور یاد ہو جائے گا۔ واقعات سب ترتیب وار بیان کئے ہیں۔ اور بیان میں طوالت نہیں ہے۔ کسی فقرے کی نسبت آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ اس کی کیا ضرورت تھی۔ لہجہ ایسا ہے کہ غیر مسلم بھی پڑھیں گے تو مزہ اور اُچاٹ نہیں ہوں گے۔ اور کچھ نہ کچھ ہمارے آقا و پیشواؐ کی زندگی سے سیکھ سکیں گے۔ مضامین کی تیاری میں ان تین کتابوں سے خاص طور سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۱) رحمۃ للعالمین مصنفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ۔

Marfat.com

(۲) سیرۃ النبیؐ، مصنفہ مولانا شبلی نعمانیؒ و مولانا سید سلیمان ندوی۔

(۳) معراجِ انسانیت، مصنفہ چوہدری غلام احمد پرویز

دیسے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اور مولانا سعید احمد ام۔ اے اور بعض دیگر مصنفین کی کتابیں بھی سامنے رہی ہیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ کا اسوۂ حسنہ ہے اور معجزے کا معجزہ۔ بداخلاقی کے گڑھے میں پیدا ہو کر، نبوت ملنے سے قبل، حضورؐ کا کیرکٹر اس قدر اعلیٰ اور نمایاں تھا کہ منکرین نے بعد نبوت تو جو چاہا کہا لیکن قبلِ نبوت ایک ایک شخص تعریف ہی کرتا نظر آتا ہے۔

نبوت کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ حضورؐ نے پہاڑی پر چڑھ کر آواز دی اور لوگوں کو نیچے جمع کر لیا۔ اور پوچھا۔ لوگو۔ تم مجھے کیسا سمجھتے ہو، ——— میں اگر کہوں کہ پہاڑ کے دوسرے رُخ دشمن کی فوج پڑی ہے تو یقین کرو گے۔ لوگوں نے بہ یک آواز کہا۔ کیوں یقین نہیں کریں گے۔ چالیس برس سے تمہیں برت رہے ہیں۔ تم جھوٹ نہیں بولتے۔ تم امین ہو۔ تم قوم کے خیر خواہ ہو۔ حضورؐ نے فرمایا۔ دوستو۔ جس طرح پہاڑی کا دوسرا رُخ تمہارے سامنے نہیں ہے اسی طرح موجودہ عالم کے بعد کا عالم تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اور میرے پیشِ نظر دوسرا عالم اسی طرح ہے جس طرح پہاڑی کا دوسرا رُخ ہے۔ اللہ نے

---

(۱) سیرت النبی شایع ہو جانے کے بعد سے ہر شخص کو جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت کچھ لکھنا چاہتا ہے یہ کتاب اس طرح سامنے رکھنی پڑتی ہے جس طرح قرآن مجید کے مترجم ترجمہ کرتے وقت شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور شاہ عبد القادر صاحبؒ کے ترجمے سامنے رکھتے ہیں۔ میں عربی یا کسی دوسری زبان سے مواد فراہم کرنے کا مدعی نہیں ہوں۔ رحمۃ للعالمین سیرۃ النبی سے پہلے کی تصنیف ہے اور اپنے مصنف کے حبِّ رسولؐ کی گواہ ہے۔ معراجِ انسانیت میں مجھے حضورؐ کے متعلق قرآنی لٹریچر جا آسانی مل گیا۔ حضورؐ کے متعلق بعض یورپین مصنفین کی آرا بھی میں نے معراجِ انسانیت سے لی ہیں۔ (باقی صفحہ ۳ پر)

مجھے مقرر کیا ہے کہ میں دنیا کو دوسرے عالم کی طرف متوجہ کردوں۔ اور اس عالم میں خلق اللہ کو اللہ کی تعلیم کے مطابق گزر بسر کرنا سکھاؤں۔ بس ان الفاظ کا زبانِ مبارک سے نکلنا تھا کہ لوگوں کی مت بدل گئی اور حضورؐ یکایک (نعوذ باللہ) جھوٹے بن گئے۔ پھر حضورؐ اور حضورؐ کے متّبعین نے منکرین کے ہاتھوں تیرہ برس جیسی جیسی اذیتیں اٹھائیں، وہ اذیتیں اٹھانا معجزے سے کم نہ تھا۔ اللہ کے رسولؐ اور رسولؐ کے متّبعین کے سوا کون ایسے مصائب مسلسل برداشت کرسکتا ہے۔ رسول تو رسول، صحابیوں میں سے کوئی تحقیر، تذلیل اور زد و کوب سے نہیں ہارا۔ مکّہ کے تیرہ سال میں واحد مثال نہیں ملتی کہ شدائد سے اکتا کر کسی نے اسلام ترک کیا ہو۔ صحابہ کرام نے اسلام سے منہ نہیں موڑا بلکہ اسلام کی خاطر اعزا، اقربا حتیٰ کہ والدین، اولاد اور وطن کو چھوڑ دیا۔ مدینہ جانا خود حضورؐ کا کتنا مخدوش تھا۔ غار میں حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ چھپے بیٹھے ہیں۔ سر پر کھوجی آ کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن حضورؐ فرماتے ہیں۔ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ڈرو نہیں (ہم فقط دو نہیں ہیں) اللہ (بھی) ہمارے ساتھ ہے۔ کیا اطمینان ہے۔ ایسا اطمینان بھلا غیر رسول دکھا سکتا ہے۔ مدینہ چلے جانے کے بعد کفار مکّہ کا پیچھے پڑا رہنا اور حضورؐ کا بے سروسامانی کے باوجود انہیں پسپا کرنا۔ پھر قید اور قبضہ میں آجانے والے کفّار سے نرمی برتنا اور مکّہ فتح کرنے کے بعد انہیں

(صفحہ ۲ کا بقیہ فٹ نوٹ) ایک بات اور کہہ دوں کہ میرے کئے ہوئے قرآن مجید اور احادیث کے ترجموں کو ترجمہ مت سمجھئے گا۔ اکثر جگہ لفظ مفہوم لکھ دیا ہے۔ جہاں نہ لکھا ہو وہاں (مفہوم) براہ کرم آپ خود لکھ لیجئے۔

(واحدی)

Marfat.com

قطعی معافی دیدینا، ممکن نہیں ہے کہ غیر رسول یہ سلوک اور یہ برتاؤ کر سکے۔ عفو و درگذر کی جو شان حضورؐ میں نظر آتی ہے وہ کہیں نظر نہیں آتی۔ اپنی ذات کا انتقام تو حضورؐ نے کبھی لیا ہی نہیں۔ اُنھیں معافیاں دیدیں جو ہجرت کے وقت حضورؐ کو شہید کر ڈالنے کا جال بچھائے بیٹھے تھے۔ اور اُنہیں بخش دیا جن کی سنگ باری سے طائف میں حضورؐ کا جسم اطہر لہو لہان ہو گیا تھا اور حضورؐ کو غش آ گیا تھا۔ مخالفین کے واسطے اللہ سے دُعا کی تو یہ کی کہ الٰہی میری قوم کی آنکھیں کھول دے۔ میری قوم پہچانتی نہیں ہے، اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

قرآن مجید میں حضورؐ کے درگذر کے متعلق ہے یَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ۔ ہمارا رسول معاف بہت کرتا ہے اور پھر حکم ہوتا ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کرو اِن کا تمرد و طغیان حد سے بڑھ چکا، تم اِن کے ساتھ سختی سے پیش آؤ (درگذر نہ کرو) اِن لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بُری جگہ ہے۔

اسیرانِ جنگ کو حضورؐ جرمانہ کئے بغیر بھی آزاد کر دیا کرتے تھے اور جرمانہ سے آگے تو اسیرانِ جنگ کی حضورؐ کے ہاں سزا تھی ہی نہیں۔ جو جرمانہ ادا نہ کر سکتے اُن سے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھوا دیا جاتا۔ اور اُنہیں مہمانوں کی مانند رکھا جاتا۔ بعض اسیرانِ جنگ کا جرمانہ حضورؐ نے جیب خاص سے دیا۔ بعض اسیرانِ جنگ کو رخصت کیا تو خلعتِ انعام سے سرفراز فرما کر رخصت کیا۔ صلح کی خاطر حضورؐ اس قسم کی شرائط

Marfat.com

منظور کر لیتے تھے کہ مسلمان کفار کے ہاتھ لگ جائیں گے تو کفار انہیں واپس نہیں دیں گے۔ اور کفار مسلمانوں کے پاس پہنچ جائیں گے تو مسلمان انہیں واپس کر دیں گے۔ حضورؐ کو اپنے آدمیوں پر کامل بھروسہ تھا کہ یہ کفار میں رہ کر اسلام سے نہیں پھریں گے۔ اُلٹا کُفار کو اسلام کی طرف راغب کر لیں گے۔

حضورؐ بے شک ہاتھ، پاؤں، ناک، کان کے اعتبار سے انسان تھے۔ لیکن دل، دماغ، اور نفس، حضورؐ کا کچھ اور تھا۔ ہر نبی اور رسول کا دل، دماغ اور نفس ممتاز ہوتا ہے۔ حضورؐ کا دل، دماغ اور نفس ممتاز تر تھا۔ حضور سراپا رحمت تھے اور دُنیا بھر کے لئے رحمت تھے۔

حضورؐ نے ہمیں مقاومت کا بھی سبق دیا۔ اور مدافعت کا بھی۔ حضورؐ بے شک مکّہ پر چڑھ کر بھی گئے تھے۔ مگر مکّہ کو فتح بغیر لڑے کر لیا تھا اور مکّہ والوں کے قلوب کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (تم سے آج کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا) کہہ کر خرید لیا تھا۔ لاریب حضورؐ کے ساتھیوں کی بابت اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ آیا ہے۔ یعنی کفار کے حق میں بڑے سخت۔ لیکن رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ بھی اُنہی کی صفت ہے۔ یعنی آپس میں رحم و رافت کے پُتلے۔ جنگ کے دوران میں سخت ہو جانا عیب نہیں ہے، ہُنر ہے۔ جنگ میں پھول اور پان نہیں بٹا کرتے۔

في الجبن عار وفي الاقدام مكرمة — والمرء بالجبن لا ينجو من القدر

(بزدلی عار کی بات ہے اور دشمن سے لڑنا آن بان کی بات ہے۔ بزدلی کر کے انسان

Marfat.com

تقدیر کے لکھے سے نہیں بچ سکتا۔) لیکن روزمرہ کے معاملات میں اسلام اُس نرمی کی تعلیم دیتا ہے۔ جو دلوں کو کھینچے اور وہ برتاؤ سکھاتا ہے جس سے طبیعتیں راغب ہوں نہ

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن (اقبال)

حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا۔ آیا ایسے شخص کا جہاد جہاد ہے جس کی نیت یہ ہو کہ جہاد کرنے سے لوگ اُسے بہادر سمجھیں۔ یا اُس کی شہرت ہو جائے یا مال غنیمت ہاتھ آئے۔ . . . . یا وہ دشمنوں سے خوب انتقام لے سکے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ (بخاری)

جو اس نیت سے جہاد کرتا ہے کہ اللہ کی بات اونچی ہو بس اُس کا جہاد اللہ کی راہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فی سبیل اللہ جہاد کو پسند کرتا ہے۔ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○

حضورؐ نے چند برس کے اندر صحابہ کرام کی ذہنیت کچھ سے کچھ کر دی تھی اور انہیں کچھ سے کچھ بنا دیا تھا۔ حضورؐ حالات سے آنکھیں بند نہیں رکھتے تھے۔ حالات کو نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ حضورؐ پر تیرہ سال انتہائی کمزوری کے گذرے۔ لیکن جب مدینہ پہنچ گئے اور طاقت آگئی تب بھی حضورؐ نے حدیبیہ میں جنگ نہیں کی۔ صلح کی۔ جنگ کے واسطے حضورؐ نے اسی وقت قدم اٹھایا جس وقت سمجھ لیا کہ جنگ کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اندھا دھند جوش دلا کر حضورؐ نے اُمت کو کبھی جنگ کی آگ میں

Marfat.com

نہیں جھونکا۔

قرآن مجید مکہ کے تیرہ سال میں بھی نازل ہوتا رہا اور مدینہ کے دس سال میں بھی۔ مکہ کے حالات کا اور مکی سورتوں اور آیتوں کا تقابل کیجئے۔ قرآن مجید کو بولتا معجزہ پائیے گا۔ اور مدنی آیات کا اندازہ کرنے کے لئے تو صرف وہ آیات کافی ہیں جو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تطہیر کے متعلق اُتری تھیں۔ حضورؐ اُس تہمت سے اسی طرح متاثر اور ملول تھے جس طرح ایک شریف شوہر کو ہونا چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ میکے چلی گئی تھیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی نگاہ حضورؐ کے سامنے نہ اٹھتی تھی۔ لیکن اُدھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ الزام غلط ہے، اِدھر غم و غصہ کا بادل چھٹ گیا۔

نبی اور رسول جتنے آئے سب کا مقصد یہی تھا کہ اللہ کی وحدانیت کو قائم اور استوار کریں۔ مگر حضورؐ سرورِ کائنات نے اس پر اتنا زور دیا اور توحید و رسالت کا فرق ایسے طریقے سے ذہن میں جمایا کہ چودہ سو برس گذر چکے ہیں۔ اور مسلمان وہ فرق نہیں بھولے ہیں۔ حضورؐ نے اس ظنِ فاسد کو بالکل مٹا ڈالا کہ پیغمبر مافوق البشر ہوتا ہے۔ کوئی آدمی یہ نہیں کر سکتا کہ جھوٹ موٹ پیغمبر تو بن بیٹھے۔ اور پھر ان لوگوں سے جو مافوق البشر ہونے ہی کو لازمۂ نبوت سمجھتے ہوں کہے۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ میں تم جیسا انسان ہوں۔ البتہ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود فقط اللہ ہے۔ (مفہوم) اور کہے۔ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ۔

Marfat.com

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہیں اور مجھے غیب کا علم بھی نہیں دیا گیا ہے۔ اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بس تو بس اللہ کی وحی کا اتباع کرتا ہوں (مفہوم) یہ عاجزی حضورؐ سے اللہ کرا رہا ہے۔ اور اس عاجزی میں نبیت کی صداقت جھلک رہی ہے۔

حضورؐ سے سوال کیا گیا۔ قیامت کی کب تک توقع لگائی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہدو اسے صرف اللہ جانتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ۔ جھوٹ بولنے والے کے لیئے اس سوال کا جھوٹا جواب دے دینا کیا دشوار تھا۔ تردید تو ہو نہیں سکتی تھی۔ مگر حضورؐ سے صاف لاعلمی کا اظہار کرایا گیا۔

حضورؐ بڑے بڑے سرداروں میں گھرے بیٹھے تھے اور گفتگو ابتدا فزائی تھی۔ حضورؐ کا خیال تھا سردار راہ راست پر آجائیں تو ساری قوم پر اس کا اثر پڑے گا ہی اثنا میں حضرت ابنِ اُمِّ مکتومؓ ایک غریب نابینا صحابی آگئے۔ انہیں کوئی مسئلہ پوچھنا تھا۔ مسئلہ اور کسی وقت بھی پوچھا جا سکتا تھا۔ لیکن بھولے بھالے انسان تھے نیز نابینا ہونے کے سبب محفل کا رنگ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ بار بار سوال کیئے جاتے تھے حضورؐ کو اُن کی حرکت ناگوار گذری۔ حضورؐ کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ اور حضورؐ نے اُن سے بے رُخی اختیار کرلی۔ وحی نازل ہوئی۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی۔ تیوری چڑھائی اور مُنہ پھیر لیا۔ پوری سورۃ موجود ہے جس میں ابنِ اُمِّ مکتوم کی حمایت کی گئی ہے اور اس واقعے کو مسلمانوں کے لیئے سبق بنا دیا ہے کہ نا اہل غیروں

کی صلاح سے اہل بیگانوں کی اصلاح کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سرتاپا معجزہ تھے۔ اور اور پیغمبروں کے بھی بڑے بڑے معجزات ہیں۔ مگر حضورؐ کا معجزہ نرالا تھا۔ دوسرے پیغمبروں کو بین معجزوں کی ضرورت تھی۔ حضورؐ کی بات بفضلہ تعالیٰ بغیر معجزوں کے مانی گئی۔ اسے یوں سمجھئے کہ ایک شخص آکر کہتا ہے کہ میں فلاں حاکم کا حکم لایا ہوں۔ آپ اس کی بات کیونکر مانیں گے۔ عام طور سے وردی اور نشان یا وضع قطع حکم لانے والے کو بھی مدد دیا کرتی ہے۔ اور حکم وصول کرنے والے کو بھی یقین دلا دیتی ہے کہ یہ واقعی حاکم کا حکم لایا ہے۔ لیکن ایسا شخص جسے آپ پہلے سے جانتے ہوں کہ حاکم سے اس کا تعلق ہے، وہ وردی اور نشان سے بے نیاز ہوتا ہے۔ پیغمبروں کی وردی اور نشان معجزے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اس طرح ہوئی تھی کہ گہوارے میں وہ بول نہ اٹھتے تو نبوت تو نبوت اُن کی والدہ پر الزام رہ جاتا۔ اُنہیں اپنی پیغمبری کے ثبوت میں کوڑھیوں کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کرنا ہی چاہیئے تھا۔ مگر حضور سرور کائناتؐ نے پوری قوم کی بیماری اور مُردنی کھو دی تو حضورؐ کو کوڑھیوں کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کرنے کی کیا مجبوری تھی۔

دوسرے پیغمبروں کو معجزات کی کمک پہنچی ہے لیکن کامیابی نہیں بخشی جاتی۔ حضور سرور کائناتؐ سے فرمایا جاتا ہے کہو تو اُحد پہاڑ کو سونے کا بنا دیں۔ حضور سرور کائناتؐ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے جو اندرونی طاقت عطا ہوئی ہے

وہی کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسی اندرونی طاقت سے حضورؐ کو کامیاب کر دیتا ہے۔ اتنا کامیاب کہ دنیا میں کوئی اتنا کامیاب نہیں ہوا۔

عموماً انبیاء کی یہ ایک شان رہی ہے کہ اپنا بار قوم پر نہیں ڈالتے تھے۔ انبیا کو اجر اللہ ہی کے ہاں جا کر ملتا ہے۔ حضورؐ نے اس میں اتنا اور اضافہ کیا کہ حکومت کے زمانہ میں بھی فقیرانہ زندگی نہیں چھوڑی۔ کچّی اینٹوں کے جو چھوٹے چھوٹے حجرے مدینہ پہنچتے ہی بنا لئے تھے اُنہی میں رہتے رہے۔ ساتھیوں کو بھی ایسا رنگ میں رنگا کہ خلفائے راشدینؓ جب آدھی دنیا پر قابض تھے تو اُن کا رہن سہن قوم کے غریب ترین افراد سے کم درجہ کا تھا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اہل و عیال کو بھی مالدار نہیں بنایا۔ فرما دیا۔ انبیاء کا ورثہ نہیں بٹا کرتا۔ داماد کے لئے جانشینی کی ہدایت نہیں کی۔ پوری نسل کو زکوٰۃ اور صدقات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ اس سے بڑھ کر بے لوثی اور کیا ہو سکتی ہے اور اس قدر بے لوث نبی کے سوا کون ہو سکتا ہے۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ اللہ خوب سمجھتا ہے کہ رسالت کا کام کس شخص کے سپرد کرنا چاہیئے۔

واحدی

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ

مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۵۳ء

Marfat.com

سرورِ کائنات کی ولادت

آج کل ۱۳۷۲ھ ہے۔ ہجرت کے وقت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ۵۳ سال تھی۔ چالیس سال کی عمر میں رسالت ملی تیرہ سال مکہ کی تبلیغ کے۔ اس حساب سے (۱۳۷۲ + ۵۳) چودہ سو پچیس برس پہلے ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو صبح کے وقت حضورؐ کی ولادت ہوئی۔ حضورؐ ابھی شکم مادر میں تھے کہ والد ماجد (جناب عبداللہ) نے انتقال فرمایا۔ دادا (جناب عبدالمطلب) گود میں لے کر خانہ کعبہ گئے اور وہاں حضورؐ کے لئے دعا مانگی۔

والدہ حضورؐ کو احمد کہہ کر پکارتی تھیں اور دادا نے محمد نام رکھا تھا۔ احمد کے معنی ہیں نہایت قابلِ ستائش۔ اور محمد کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ لِی اَسْمَاءُ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ۔ دادا نے ولادت کی خوشی میں ساتویں دن قبیلے کی دعوت کی۔ لوگوں نے پوچھا نام خاندان کے مروجہ ناموں سے ملتا جلتا کیوں نہیں رکھا۔ جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں میرے پوتے پر اس نام کا اثر پڑے اور میرا پوتا تعریف و ستائش حاصل کرے۔

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی
جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

Marfat.com

سرورِ کائنات کا خاندان

حضورؐ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد جناب عبد اللہ۔ دادا جناب عبد المطلب۔ پردادا ہاشم۔ ہاشم کے بھائی عبد شمس۔ عبد شمس کے بیٹے امیہ۔ ہاشم کے باپ اور امیہ کے دادا عبد مناف۔ عبد مناف کے بیٹے قصی القرشی (منسوب بہ قریش یا اولادِ قریش) قصی کا باپ کلاب۔ کلاب کے باپ مرۃ۔ مرۃ کے باپ کعب۔ کعب کے باپ لوئ۔ لوئ کے باپ غالب۔ غالب کے باپ فہر فہر نے اپنا لقب قریش رکھا تھا۔ گویا دھیل مچھلی جیسا طاقتور۔ قریش عربی میں دھیل مچھلی کو کہتے ہیں۔ فہر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی نسل سے تھے۔)

بنو قریش، عرب کا معزز ترین قبیلہ تھا۔ خانہ کعبہ کی تولیت اسی قبیلہ کے پاس تھی۔ حضورؐ کی والدہ بی بی آمنہ بھی قریشی تھیں۔

جناب ابو طالب۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت عباسؓ اور ابو لہب حضورؐ کے مشہور چچا تھے۔ جناب عبد المطلب نے رحلت کے وقت حضورؐ کا ہاتھ جناب ابو طالب کے ہاتھ میں دیا تھا۔ جناب ابو طالب باپ سے زیادہ شفیق ثابت ہوئے۔ حضورؐ کی رسالت کا ابتدائی زمانہ جناب ابو طالب نے پایا تھا۔ وہ حضورؐ کی مخالفت کو حتی المقدور ٹالتے رہتے تھے۔ انہوں نے حضورؐ کے مخالفوں سے خود بھی تکلیفیں اٹھائیں۔ ہاتھ میں ہاتھ لینے کو

ایسا نباہا کہ نباہنے کا حق ادا کر دیا۔ جناب عبدالمطلب کے ہاتھوں حضورؐ کی پرورش ہوئی اور جناب ابوطالب کے ہاتھوں حضورؐ پروان چڑھے۔

جناب ابوطالب حضورؐ کی صداقت کے قائل تھے۔ لیکن بھتیجے پر ایمان لانا اُن کے نزدیک عار کی بات تھی۔ کہا کرتے تھے اختزت النار علی العار۔ میں نے عار پر نار کو ترجیح دی ہے۔ البتہ اپنے فرزند حضرت علیؓ کے اسلام لانے میں اُنہوں نے مزاحمت نہیں کی۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ مسلمان ہو گئے تھے اُن کی جاں نثاریوں کا تذکرہ آگے آئے گا۔

ابولہب کافر رہا بلکہ کافروں کا سرغنہ بنا۔ سورۂ تبّت یدا ابی لھب اُسی کے متعلق ہے۔ بڑا موذی چچا تھا۔ جناب ابوطالب کی بالکل ضد۔

بنو اُمیّہ اور بنو ہاشم کے درمیان اس قسم کی کھینچا تانی تھی جیسی عموماً دو بھائیوں کی اولاد میں رہا کرتی ہے۔ اُمیّہ کی اولاد ہاشم کی اولاد سے خار کھاتی تھی۔ ابوسفیان نے اکیس۲۱ برس اسلام کا مقابلہ کیا اور جب تک حضورؐ نے مکّہ فتح نہیں کر لیا ابوسفیان مسلمان نہیں ہوئے۔ انہیں فکر تھا کہ اسلام چل نکلا تو بنو امیّہ چھوٹے باپ کے بیٹے بن جائیں گے۔ اسلام کو پنپنے نہ دینا چاہیئے۔ تیرہ۱۳ برس مکّہ میں مخالفت کے علمبردار رہے اور پھر مدینہ پر جتنی چڑھائیاں ہوئیں ہر جنگ میں، سوائے جنگ بدر کے مکّہ والوں کی سالاری یہی ابوسفیان کرتے تھے۔

ابوسفیان کے بیٹے امیر معاویہ نے، اور ایک اور اموی مکھتے مروان انہوں نے حضرت عثمان غنی رضؓ کے عہد خلافت میں زور پکڑا اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی خلافت کو بے چین کر دیا۔ وہ علی مرتضیٰ جن کی فرزانگی و شجاعت حضور سرورِ کائنات ؐ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ میں مسلّم تھی، اپنی خلافت میں ان امویوں کی مہربانی سے جوہر دکھانے کا موقع نہ پا سکے۔ اور بالآخر حضرت امام حسن رضؓ کو تو خلافت سے دستبرداری دینی پڑی اور حضرت امام حسین رضؓ نے جامِ شہادت پیا۔ ان تمام واقعات میں یہی امویت کارفرما تھی۔ یزید، امیر معاویہ کا بیٹا اور ابوسفیان کا پوتا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافت کے پہلے چھ سال تک اسلام کی رفتار ایسی تھی کہ بنو امیہ کا فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہوتا تو اسلام خدا جانے کہاں کا کہاں پہنچ جاتا۔ بنو اُمیہ نے اسلام کی رُوح کو کچل ڈالا۔ یوں تو خلافت کا نام آخری سُلطان ترکی کے ساتھ مٹا ہے، اور اسلامی قوانین فرنگیوں کے عروج سے پہلے، مسلمانوں کی ہر سلطنت میں کسی نہ کسی قدر موجود تھے لیکن خلافتِ راشدہ کچھ اور چیز تھی۔

امویوں میں حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضؓ جیسے بزرگ بھی گذرے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے مسلمان ہونے میں مطلق دیر نہیں لگائی تھی۔ حضرت عثمان رضؓ چھتیسویں یا سینتیسویں مسلمان تھے۔ اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضؓ وہ اموی ہیں جن کی خلافت میں حضرت عمر فاروق کی خلافت کا رنگ جھلکتا تھا۔ حضرت عمر ابن

Marfat.com

عبدالعزیزؒ اموی دورِ خلافت کے خلیفہ ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کون نہیں جانتا۔ اولوالعزم نبی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو شام کی خدمت سپرد فرمائی تھی۔ اور دوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب کی خدمت پر متعین کیا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ، بادشاہِ مصر رقیون کی بیٹی ہاجرہؓ کے بطن سے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو اس جگہ لاکر چھوڑ دیا تھا جہاں اب مکہ معظمہ آباد ہے۔ یہ جگہ اس وقت غیر آباد تھی اور بے آب و گیاہ ہونے کے سبب آباد ہونے کے قابل ہی نہیں تھی۔ حضرت اسمٰعیلؑ بالکل بچہ تھے۔ انہوں نے پیاس کے مارے رونا شروع کیا اور روتے میں ایڑیاں رگڑیں۔ رگڑ سے پانی نکل آیا۔ چاہِ زمزم وہی ہے۔ پانی نے لوگوں کو اس جگہ کی طرف متوجہ کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ بیوی اور بیٹے کو یہاں پہنچا کر چلے گئے تھے لیکن کبھی کبھی تشریف لاتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیلؑ بڑے ہو گئے تو اُن کی مدد سے حضرت ابراہیمؑ نے کعبۃ اللہ تعمیر کیا۔ جس کا حج میں طواف ہوتا ہے۔ حج کی بنیاد بھی حضرت ابراہیمؑ نے ڈالی تھی۔

حضرت اسمٰعیلؑ نے مضاض کی بیٹی سے شادی کی۔ مضاض عرب کے ایک علاقہ کا فرمانروا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاں بارہ بیٹے ہوئے اور اُن کی اولاد دور دور پھیل گئی۔ لیکن حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹے قیدار، جو حضور سرورِ کائناتؐ کے جدِ اعلیٰ تھے،

Marfat.com

کعبۃ اللہ کے جوار سے نہیں ہٹے۔ اور قیدار کی اولاد میں سینتیس پشت تک بت پرستی بھی نہیں آئی۔

قصیؒ، قیدار کی باونویں پشت میں ہیں۔ قصی نے مکہ میں حاکمانہ نظام کی بنیاد ڈالی۔ رفادہ (حاجیوں کو مالی مدد دینے والا محکمہ) عمارہ (خانہ کعبہ کی نگہداشت کرنے والا محکمہ) سقایہ (حجاج کے کھانے پینے کا انتظام کرنے والا محکمہ) وغیرہ اُنکی انتظامی اور اصلاحی قابلیت کی یادگار ہیں۔ اُنہوں نے دارالندوہ کے نام سے قومی مجلس بھی قایم کر رکھی تھی۔ اور ایک دارالمشورہ بنایا تھا۔ اور اپنی قوم کا نشان (لواء جھنڈا) مقرر کیا تھا۔

قصی کے پڑپوتے جناب عبدالمطلب بلکہ سکڑ پوتے جناب ابو طالب (یعنی حضورؐ کے دادا اور چچا) تک اس خاندان میں مکہ کی سرداری باقی تھی۔ چاہ زمزم عرصہ دراز سے اَٹا پڑا تھا اور بالکل چھپ گیا تھا۔ جناب عبدالمطلب نے اُسے ڈھونڈ دایا اور صاف کرایا۔

Marfat.com

اہلِ عرب سرورِ کائنات سے قبل

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے بڑے رسول ہیں۔ سب سے بڑا کام حضورؐ کو کرنا تھا۔ دوسرے نبیوں اور رسولوں کی کارکردگی کے حلقے محدود تھے۔ حضورؐ کے ذمہ ساری دنیا کی گئی۔ حضورؐ کی بعثت کے وقت ساری دنیا پر گمراہی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ساری دُنیا نے ہادیانِ گذشتہ کی تعلیم کو بُھلا دیا تھا۔ اور ساری دنیا میں اللہ کی بجائے رسوم و توہمات اور مادیات کی پرستش کی جا رہی تھی۔ انسانیت حد درجہ پستی میں گر گئی تھی۔

خود اہلِ تورات کے بیان کے مطابق تورات کے کم از کم گیارہ جزو غائب ہو گئے تھے، نیز تورات میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتری تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی وفات کا حال شامل کر دیا گیا تھا۔ تحریف کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوگا؟[1]

---

[1] علاوہ ازیں ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو سال قبل بخت نصر بادشاہ کابل نے یروشلم دارالسلطنت یہود پر حملہ کیا تھا اور وہ الواحِ تورات کو ہیکل بیت المقدس سے نکال کر خاکستر کر گیا تھا۔ تورات ۱۵۰ سال بعد از سرِ نو مرتب ہوئی ہیں۔ اور یہودی ان کی نسبت صرف اتنا ہے کہ تورات کا مفہوم ہمیں یاد تھا۔ تورات کے اصل الفاظ یاد رکھنے کا کوئی مدعی نہیں ہے۔ اصل الفاظ یاد کیا رہتے بخت نصر کی حکومت نے یہود کی زبان عبرانی سے ازلی بنا دی تھی۔ تورات پر اسی طرح کے کئی اور انقلاب بھی آئے۔

Marfat.com

اناجیل میں بھی تصرف کیا جا چکا تھا۔ ایک عیسائی مصنف سینگلر لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواری بوڑھے ہونے لگے تو انہوں نے وہ قصے اور روایتیں جو لوگوں کی زبانوں پر تھیں جمع کر دیں۔ یہی انجیل ہے منزل من اللہ انجیل کا کہیں پتہ نہ تھا

سنہ ۱۸۰ء کا ایک شخص سیلساس رقمطراز ہے کہ عیسائیوں نے جان بوجھ کر اپنی کتابوں کو الٹ پلٹ کر ڈالا ہے۔[1]

جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام جیسے قریب کے زمانے کے انبیاء کی تعلیمات کے ساتھ یہ صورت تھی تو قدیم ہادیوں کی تعلیم پر کیا کچھ نہ بیتی ہو گی۔ دنیا کی کوئی قوم حقیقی رہنماؤں اور پیشواؤں کی پیرو نہیں رہی تھی۔ ہر طرف فتنہ و فساد برپا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو لفظوں میں اس دور کی تصویر کھینچ دی ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔

ملک عرب ابتری کے اعتبار سے دنیا بھر پر فائق تھا۔ اسی لیے عرب[2] اصلاح و ہدایت کا مرکز قرار پایا اور عرب ہی میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا اور مبعوث کیا گیا۔

---

[1] فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ (قرآن مجید) بدبخت ہیں وہ لوگ جو خود تو کتابیں لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ نے بھیجی ہیں (مفہوم) اناجیل کا بھی توراۃ ہی کا سا حال ہے۔ بقول موسیو رینان "اناجیل خود ایک دوسرے کی تکذیب کرتی ہیں"۔ ڈاکٹر جونکس لکھتے ہیں کہ اناجیل کے باہمی تضاد نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔

[2] عرب ویسے بھی مرکزی ملک ہے۔ افریقہ، ایشیا، اور یورپ تین براعظموں کے بیچ میں واقع ہے۔ اس بنا پر جسے پوری دنیا کا دین بننا تھا عرب سے زیادہ موزوں کوئی ملک نہیں ہو سکتا تھا۔ عرب میں چاروں طرف کی برائیاں آ کر جمع ہو گئی تھیں اور عرب کی برائیاں چاروں طرف پھیل رہی تھیں۔ لہٰذا عرب ہی سے چاروں طرف ہدایت و اصلاح کی آواز بھی بہ آسانی پہنچ سکتی تھی۔

عربوں کے دل و دماغ کو بدلنا حضورؐ کا محیر العقول معجزہ ہے۔ عرب کے موسائی اور عیسائی دوسری جگہ کے موسائیوں اور عیسائیوں سے زیادہ گمراہ تھے۔ عام یہودی صرف حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ عرب یہودیوں کے نزدیک ہر یہودی اللہ کا بیٹا یا بیٹی تھا۔ عام عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ عرب کے عیسائی حضرت مریمؑ کو اللہ کی بیوی اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔ عرب کے دہریوں۔ صابیوں اور بت پرستوں کا بھی یہی رنگ تھا۔

اہل عرب کی اکثریت فسق و فجور میں فقط مبتلا نہیں تھی۔ فسق و فجور پر نازاں تھی۔ عرب میں ایسی عورتیں موجود تھیں جو فخر کیا کرتی تھیں کہ ہم نے فلاں فلاں بڑے آدمیوں کے ساتھ راتیں بسر کی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جاری کردہ حج کی وہ مٹی پلید کر رکھی تھی کہ اس کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہت سے مرد عورت برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرتے تھے۔ غسل اور رفع حاجت میں بھی پردے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔

مرد جتنی عورتوں سے چاہتے تھے شادی کر لیتے تھے۔ اور پھر ان کی اولاد سوتیلی ماؤں کو یوں بانٹتی تھی جیسے جائیداد اور املاک بانٹتے ہیں۔ سوتیلی مائیں بیویاں بن جاتی تھیں۔ اور آتش پرست تو سگی بہنوں اور بیٹیوں کو بھی گھر میں ڈال لیتے تھے۔ بعض عورتیں خاوندوں کی اجازت سے بہادر مردوں کے ہاں جا کر رہتی تھیں تاکہ ان سے بہادر بچے حاصل کریں۔ بے حیائی اور زناکاری کی طرح شراب پینا اور جوا کھیلنا بھی موجب افتخار تھا۔

Marfat.com

تھوڑی سی شراب کے عوض خانہ کعبہ کی تولیت تک بیچ دی جاتی تھی۔

اوّل درجہ کے جاہل تھے۔ علم و فن کیسا لکھنے پڑھنے سے عموماً بے بہرہ اور نیک و بد سے بے خبر تھے۔ سود کا لین دین کرتے تھے۔ اور بیوی بچے بھی رہن رکھ دیتے تھے۔

لوٹ مار، رہزنی اور غارت گری محبوب مشغلہ تھا۔ عمدہ نیں اور بچّے ہاتھ لگ جاتے تو اُن کی تجارت کرتے تھے۔ جانوروں کو ذبح کئے بغیر اُن کے جسم کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر کھا جاتے تھے۔ مثلاً دنبہ کی چکتی اونٹ کا کوہان۔ حشرات الارض سے پرہیز نہیں تھا چھپکلیاں غذا تھیں۔

بس عمدگی اس میں سمجھتے تھے کہ سُسرے نہ کہلائیں۔ بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ تاکہ سُسرا کہلانے کی ذلت سے بچ جائیں۔

خانہ جنگی اور بدنظمی سونے پر سہاگہ تھی۔ آئین اور ضوابط اور مدنیت سے اہلِ عرب کو مطلق واسطہ نہ تھا۔ چاند، سورج، دریا، پہاڑ، درخت اور پتھر اہلِ عرب کے مسجود تھے۔ لیکن انسان عرب میں اس قابل نہیں تھا کہ اس کے حقوق کے لئے قانون اور ضابطہ بنایا جائے۔

عربوں کی تمدنی حالت اتنی پست تھی کہ اسلام کو ایسی باتیں بھی سکھانی پڑتی تھیں کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ

لہٰ ہر زمیت کی تعلیم کا آغاز انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعہ ہوا ہے حتیٰ کہ انسان کو منہ دھونا اور آبدست کرنا تک آنا اگر انبیاء نہ بتاتے۔ لیکن دنیا ہمیشہ سبق پڑھ پڑھ کر بھولتی رہی چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب انتہا درجہ پسماندہ تھے۔ مگر حضور نے بالآخر انہیں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا رتبہ دلا دیا۔ زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیا۔

إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ إِنٰهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ط إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ط اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نبی ﷺ کے گھروں میں یونہی گھسے نہ چلے جایا کرو۔ ہاں جب کھانے وغیرہ کسی کام کے واسطے (وہ بلا بھیجیں اور اندر آنے کی) اجازت دیدی جائے تو جاؤ۔ اور (کھانے کے واسطے طلبی ہو تو ایسے مواقع پر نبی کے برتنوں کو مت تکتے رہو۔ (بس) جب طلب کیا جائے تو اندر گھسو اور جب کھانا کھا چکو تو اپنے اپنے گھر چل دو۔ مزے میں آکر باتیں ملکانے مت بیٹھو۔ تمہاری اس قسم کی حرکتوں سے نبی کو دکھ پہنچتا ہے۔ وہ لحاظ کے مارے کچھ نہیں کہتے مگر اللہ حق کے اظہار میں نہیں شرماتا۔ اور (ہاں) ازواجِ نبی سے کوئی چیز مانگنی ہو تو دروازہ سامنے

لہ نبی ہی کے گھر میں نہیں کسی کے گھر میں بھی اندھا دھند گھسنے کی اجازت نہیں ہے۔ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ج اگر گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو گھر کے اندر مت جاؤ بلکہ وَإِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ أَزْكٰى لَكُمْ ط اگر تم سے کہا جائے کہ (اس وقت) جاؤ (ہم اس وقت نہیں مل سکتے) تو واپس چلے جایا کرو۔ یہ تمہارے لئے تزکیہ کی بات ہے۔

جنگ خیبر کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ جائز نہیں کیا ہے کہ یہودیوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر گھس جاؤ۔

Marfat.com

مت جا کھڑے ہوا کرو) پردے کی آڑ سے مانگا کرو۔

عرب رات کو گھروں میں چراغ نہیں جلاتے تھے۔ عرب میں چراغ کا وجود ہی نہیں تھا اور چراغ کا ہم معنی کوئی لفظ موجود نہیں تھا۔ سراج چراغ سے بنا ہے۔ چراغ سراج سے نہیں بنا۔ عرب عورت مرد رفع حاجت کے لیے جنگلوں میں جاتے تھے۔ گھروں میں رفع حاجت کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ چھلنی تک سے واقف نہ تھے۔ ان کے ہاں اناج میں کر چھانا نہیں جاتا تھا۔ پھونک سے اس کی بھوسی اڑائی جاتی تھی۔ علیٰ ہذا اسکے کے واسطے عربی زبان میں الفاظ نہیں تھے۔ درخم یونانی لفظ ہے۔ اس سے درہم ہو گیا۔ تمدن اور معاشرت سے تعلق رکھنے والے تمام الفاظ عربی زبان میں دوسری زبانوں سے آئے ہیں۔ مثلاً تشت سے طست۔ شلوار سے سروال (پاجامہ) کاسہ سے کاس (پیالہ) آب ریز سے ابریق (لوٹا)۔

اور عربوں میں تہذیب وشائستگی کا اس قدر فقدان تھا کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد ایک جمعہ کو جمعہ کی نماز پڑھنے بیٹھے تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ جاری تھا کہ سامنے سے کوئی تجارتی قافلہ گذرا یا لہو ولعب کی کوئی چیز نظر آگئی۔ بہت سے حضرات خطبہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔ اور اے رسول یہ لوگ (موقع محل کا خیال نہیں رکھتے) جب کبھی تجارت (سے فائدہ اٹھانے کا امکان) یا کھیل تماشہ ہوتے دیکھتے ہیں تو ادھر دوڑ پڑتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

6608

عربوں کی وحشت کا یہ عالم تھا کہ جنگ کے بعد اسیران جنگ کو اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالتے تھے، بلکہ آگ میں جلا دیتے تھے۔ زندوں کو آگ میں جلانا اور بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارنا عربوں کا معمولی شغل تھا۔ قتل کا ایک طریقہ عرب میں یہ رائج تھا کہ ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضا کاٹتے اور چھوڑ دیا۔ اب وہ تڑپ تڑپ کر مرا کرے اور یہ تماشہ دیکھا کریں۔ منت مانتے تھے کہ دشمن پر قابو پا لیا تو اس کی کھوپڑی میں شراب بھر کر پئیں گے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ابوسفیان کی بیوی ہند نے حضرت حمزہ رضؓ (شہید) کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ عرنیہ کے کچھ لوگ ایک مسلمان کو دھوکے سے پکڑ لے گئے تھے۔ اُن کی آنکھوں اور زبان میں اتنے کانٹے چبوئے کہ بیچارے ختم ہو گئے۔

عربوں کی ان خرابیوں میں خوبیاں بھی ملتی ہیں۔ یا یوں کہئے کہ خوبیوں نے خرابیوں میں شامل ہو کر خوبیوں کو بدنما اور برباد کر دیا تھا۔ مثلاً یہی بات کہ "سسر نہ کہلائیں" اپنے اندر غیرت کا جذبہ پوشیدہ رکھتی ہے۔ لیکن ایک طرف تو ایسے لوگ ہیں کہ اُن کی بے غیرتی اور بے حیائی کا ٹھکانا نہیں ہے اور دوسری طرف غیرت کی یہ بدہضمی ہے کہ مائیں پلی پلائی بیٹیوں کو بنا سنوار کر باپ کے حوالے کرتی ہیں کہ جاؤ انہیں زندہ گاڑ دو۔ ظاہر ہے کہ ہر لڑکی نہیں گاڑی جاتی تھی۔ ورنہ عربوں کی نسل منقطع ہو جاتی۔ مگر لڑکی کا زندہ گاڑنا نشان شرافت سمجھا جاتا تھا۔ غیرتمندی کی اس سے زیادہ مکروہ اور بھونڈی مثال پیش کرنی مشکل ہے۔ تاہم تھی یہ غیرتمندی ہی کی بے اعتدالی۔

۸۰۵۹

Marfat.com

گویا کہنا چاہیے کہ مدعیانِ شرافت کی خرابیاں الگ تھیں اور عوام کی خرابیاں الگ۔ خرابیوں سے کوئی طبقہ پاک نہ تھا۔

غیرتمندی کی اچھی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ جو عرب عورتوں کی ناموس کے قائل تھے۔ اُنہوں نے عورتوں کا نام بیضات الخدور (پردے کا انڈا) رکھ چھوڑا تھا امراءالقیس کے ایک مصرع کا ترجمہ ہے۔

"پردے کا انڈا جس کے خیمے کے قریب پرندہ پر نہیں مار سکتا۔"

شرفائے عرب بیویوں کو طلاق دینے کے بعد بھی چاہتے تھے کہ وہ اُن کے نام پر بیٹھی رہیں اور دوسرے مرد کی شکل نہ دیکھیں۔

ایسے عرب بھی تھے جو دوسروں کی مخدرات کی آبرو کو آبرو جانتے تھے۔ ایک عربی شعر کا ترجمہ ہے "میری پڑوسن جب باہر نکلتی ہے تو میں نگاہ نیچی کر لیتا ہوں"

صلہ رحمی یعنی تعلقات قرابت کی عربوں میں اتنی اہمیت تھی کہ جیسے اللہ کا واسطہ دیا جاتا ہے۔ جہالِ عرب تعلقات قرابت کا واسطہ دیا کرتے تھے۔ اسئلک باللہ والرحم میں تم سے اللہ کا اور تعلقات قرابت کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں۔ اُن کا تکیہ کلام تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اُس اللہ سے ڈرو جس کے نام کا واسطہ دیتے ہو اور جس کے علاوہ تعلقات قرابت کا واسطہ دیتے ہو۔

غرضکہ عرب میں صلہ رحمی کو اہم ترین وصف مانا جاتا تھا اور جو شخص جس قدر

Marfat.com

صلہ رحمی کا پابند ہوتا تھا اسی قدر اس کی عزت و توقیر کی جاتی تھی۔ صلہ رحمی میں دوسروں کی دشمنی کا جذبہ غلبہ نہ پا جاتا تو یہ واقعی وصف ہے۔ اپنے خاندان اور اپنے قبیلہ کی مدد کی خاطر جان لڑا دینا اور اپنے کمزوروں کا بدلہ لینا کس کے نزدیک بُرا ہوگا۔ مگر وہ اس طرح بدلہ لیتے تھے کہ حضرت عمرو بن مالک کا قبیلہ اُن کے مسلمان ہو جانے کے بعد مسلمان ہونے کو تیار تھا۔ مگر قبیلے والے کہنے لگے بنو عقیل (مسلمان قبیلے) سے فلاں بدلہ لینا باقی ہے۔ وہ چکا دیں۔ پھر مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ پہلے بدلہ چکایا اور بعد میں اسلام قبول کیا۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے۔ میرا تعلق اس قبیلے سے ہے جس کے بزرگوں نے اس آواز پر جانیں دی ہیں کہ "ہمارے حمایت کرنیوالے کہاں ہیں" لیکن عرب اسے تو فرض جانتے تھے۔ پر معاف کرنا اور مصالحت کرنا قطعی نہیں جانتے تھے۔ باپ یہ فرض ادا نہ کر سکتا تو بیٹا کرتا۔ پوتا ادا کرتا۔ پڑپوتا ادا کرتا۔ صدیوں اس فرض کے قرض کو چکایا جاتا تھا۔

مہمان نوازی اہل عرب کی زبان زد خلائق ہے۔ قبل اسلام بھی عرب اتنے ہی مہمان نواز تھے جتنے بعد اسلام رہے۔ اہل عرب کا یہ وہ وصف ہے جس کا دنیا کی کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر بے اعتدالی اس وصف میں بھی تھی۔ مثلاً صرف ایک مہمان کے لئے اونٹ ذبح کر ڈالنا۔

عربوں نے فیاضی کی نمائش کے اور طریقے غیر معتدل ہی نہیں بیہودہ اختیار کر رکھے تھے۔ شراب نوری اور قمار بازی فیاضی کے لئے کی جاتی تھی۔ جو شراب خواری

Marfat.com

اور قمار بازی کی محفلوں میں شریک نہ ہوتا تھا وہ بخیل قرار دیا جاتا تھا۔ اس سے لوگ رشتہ نہ کرتے تھے۔

عرب شراب پیتے تھے اور پلاتے تھے۔ جب جوا جیتتے تھے تو جیتی ہوئی رقم غربا اور فقرا میں لٹا دیتے تھے۔ فخر و غرور اور شراب خواری اور قمار بازی کی آمیزش کے باوجود عربوں کی فیاضی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بعض وصف عربوں کے ایسے ہیں جن میں بے اعتدالی نظر نہیں آتی۔ مثلاً عرب رات کو بلند مقامات پر لکڑیاں جلا کر روشنی کر دیتے تھے تاکہ بھٹکا مسافر دیکھ کر ان کے پاس پہنچ جائے اور ان کی مہمان نوازی کا لطف اٹھائے۔ آگ پر عود ڈالا جاتا تھا تاکہ مسافر اگر نابینا ہو تو خوشبو اسے کھینچ لائے۔ کتے پالتے تھے تاکہ ان کی بھوں بھوں سن کر مسافر جان سکے کہ انسان یہاں سے قریب ہیں۔ مسافر کے واسطے ہر عرب کا گھر کھلا رہتا تھا۔

ایک شاعر کہتا ہے: میں محتاجی میں خود دار ہوتا ہوں اور دولتمندی میں دوسروں کو اپنی دولت کا شریک کر لیتا ہوں۔

ایک وصف تہوّر اور شجاعت کا تھا۔ عرب طبعی موت سے مرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لڑ کر مرنے کے خواہشمند رہتے تھے۔ ایک عرب کو اطلاع دی گئی کہ اس کا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ اس نے گردن اونچی کی اور کہا:

"یہ اچنبھے کی کیا بات ہے۔ اس کا باپ بھی قتل ہو کر مرا تھا۔ اس کا بھائی بھی قتل ہو کر مرا۔ اس کے سب چچا بھی قتل ہوئے۔ ہم طبعی موت مرتے ہی نہیں۔ ہم تلوار کے سائے تلے مرا کرتے ہیں۔"

Marfat.com

عرب بے حد جری اور شجاع تھے۔ لیکن انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جرأت و شجاعت کا ہمیشہ بھونڈا استعمال کیا۔ آپس میں لڑتے کٹتے تھے۔ جس طرح اُن کی فصاحت و بلاغت اپنی بڑائی اور بھائیوں کی بُرائی بیان کرنے میں صرف ہوتی تھی۔ اسی طرح جرأت و شجاعت کا نشانہ بھی بھائی تھے۔

الختصر اہلِ عرب کی حالت حضور سرور کائناتؐ سے قبل بعض اعتبار سے دنیا بھر سے بدتر تھی۔ اور دنیا بھر سے زیادہ عرب فوری اصلاح کا محتاج تھا اور بعض اعتبار سے اہلِ عرب وہ تھے جن میں حق کو قبول کرنے اور حق کو پھیلانے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ اُنہیں کوئی اعتدال پر لانے والا درکار تھا۔

پیسہ پر پنی منڈھیئے یا پیسہ پر کاغذ چڑھا کر پنسل پھیریئے۔ پنی پر بھی پیسہ کے نقوش آجائیں گے اور کاغذ پر بھی۔ پیسہ کو موم پر جمایا جائے تو موم بھی نقوش قبول کرلے گا۔ لیکن پیسہ کو پتھر پر خوب زور سے دبا کر دیکھئے۔ پتھر پیسہ کے نقوش قبول نہیں کرے گا۔ کسی بات کو قبول کرنے کے لئے قبول کرنے والے میں بھی صلاحیت ہونی چاہیئے۔

یہ اللہ کا بڑا کرم تھا کہ اس نے حضور سرور کائناتؐ کو عرب میں پیدا کیا اور اہلِ عرب کو حضورؐ کا مخاطبِ اوّل بنایا۔

عرب میں ابو لہب ہی نہیں تھا۔ ابوبکرؓ بھی تھے۔ جو عرب بد اخلاق تھا وہ بد اخلاقی میں بے مثال تھا اور جو با اخلاق تھا وہ اخلاق میں لاجواب تھا۔

Marfat.com

جو منکر رہا اس کی بھی مثال نہیں ملتی اور جو ایمان لے آیا اُس کا جواب بھی دُنیا پیش نہ کر سکی۔

عرب بات کے دھنی تھے۔ جو بات دل میں بیٹھ گئی بیٹھ گئی۔ حضور سرورِ کائنات کے احکام کی تعمیل اور حضورؐ کے نمونہ کی پیروی جیسی عربوں نے کی دوسرے ملکوں والے کیا کریں گے۔ اسلام آگے پیچھے دنیا کے گوشہ گوشہ میں جا پہنچا تھا۔ لیکن عربوں کی پیروی کو دوسرے ملکوں والے نہ پہنچ سکے۔

عربوں کے عمل خراب تھے، فطرت خراب نہیں تھی، خمیر خراب نہیں تھا۔ عربوں نے اسلام کو جذب کر لیا۔ رگ و پے میں اسلام بسا لیا۔ قرآن مجید جیسے مسلمان بنانا چاہتا تھا عرب ویسے مسلمان بن گئے۔

سرورِ کائنات کا بچپن

عرب میں عام رواج تھا کہ شہروں کے رہنے والے بھی اپنے بچوں کی ابتدائی نشو و نما کھلے میدانوں میں کرایا کرتے تھے۔ اس کا اثر جسمانی صحت اور زبان دانی پر اچھا پڑتا تھا۔ سال میں دو مرتبہ بدوی (دیہاتی) انّائیں آتی تھیں اور بچوں کو لے جاتی تھیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ یتیم تھے۔ کافی معاوضہ کی امید نہیں تھی۔ بدوی عورتوں نے حضورؐ کی طرف توجہ نہیں کی۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے جنہیں کوئی اور بچہ نہیں ملا تھا یہ خیال کر کے کہ خالی ہاتھ کیا جاؤں گی، حضورؐ کو بتکلف قبول کیا۔ اوّل اوّل حضورؐ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا تھا۔ پھر چند روز ابولہب کی کنیز ثوبیہ کا دودھ پیتے رہے۔ باقی پرورش حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے دودھ سے ہوئی۔

دو سال بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ حضورؐ کو مکّہ واپس لائیں، مگر مکّہ میں اُس وقت وبا پھیل رہی تھی۔ حضورؐ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ ابھی اپنے ہاں ہی رکھو۔ حضورؐ نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ چھ برس گذارے۔ حضورؐ کہا کرتے تھے کہ میری فصاحت کا سبب یہ ہے، ایک تو میں قریشی ہوں۔ دوسرے میں نے بنو سعد سے زبان سیکھی ہے۔

Marfat.com

قبیلہ بنو سعد جس کی نسبت سے حضرت حلیمہؓ کو سعدیہ کہا جاتا ہے، فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا۔

حضورؐ کو حضرت حلیمہ سعدیہؓ سے بڑی محبت تھی۔ حضورؐ نے جب نبوت کا شرف پایا تو حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی حاضرِ خدمت ہوئیں۔ حضورؐ "میری اماں، میری اماں" کہہ کر حلیمہ سعدیہؓ سے لپٹ گئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ مسلمان ہو گئی تھیں۔ اُن کے شوہر حضرت حارثؓ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی ایک بیٹی کا نام حذافہ تھا اور لقب شیما۔ حضورؐ کو وہ گود میں کھلایا کرتی تھیں۔ اُن سے حضورؐ بہت مانوس تھے۔ وہ بھی ایمان لائیں، اور اُن کے بھائی عبداللہ بھی ایمان لائے۔

حضورؐ چھ سال کے ہو گئے تو حضورؐ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہؓ اور حضورؐ کی دایہ اُمّ ایمن حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گاؤں گئیں اور حضورؐ کو لے آئیں۔ اور راستہ میں حضورؐ کے والد ماجد جناب عبداللہ کی قبر دکھانے مدینہ پہنچیں۔ جناب عبداللہ مدینہ میں مدفون ہیں۔ پھر مدینہ سے مکّہ چلیں۔ ابھی ابواء کے قریب تھیں کہ بی بی آمنہؓ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضورؐ اُمّ ایمن کے ہمراہ جناب عبدالمطلب کے ہاں تشریف لائے۔

دو برس حضورؐ جناب عبدالمطلب کے زیرِ تربیت رہے۔ اور اُن کے انتقال کے بعد آٹھ برس کی عمر میں جناب ابو طالب، حضورؐ کے چچا نے حضورؐ کو سنبھالا۔ اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے باپ کی سی محبت پیدا کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اسی کی بابت فرماتا ہے۔ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ہے۔ تمہاری یتیمی میں کیا ہم نے تمہیں پناہ نہیں دی تھی۔

جناب ابو طالب حضورؐ کے سگے چچا ہیں۔ جناب عبد اللہ اور جناب ابو طالب ماں جائے بھائی تھے۔ جناب عبد المطلب کے اور بیٹے دوسری بیویوں سے تھے۔

عرب بچے بکریاں چرانے کے شوقین ہوتے ہیں۔ حضورؐ کو بھی یہ شوق تھا۔ ایک دفعہ صحابہؓ جھاڑی کے بیر توڑ رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جو خوب سیاہ ہوں وہ توڑنا، مزے کے ہوتے ہیں۔ میں بچپن میں اسی جگہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جب کا مجھے تجربہ ہے۔

باوجودیکہ حضور سرورِ کائناتؐ کی ولادت ایسے مقام میں ہوئی تھی جو بُت پرستی کا مرکز تھا اور ایسے ماحول میں حضورؐ کے چالیس سال گذرے تھے جہاں شرک کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کی طرح حضورؐ کا دامن بُت پرستی کی آلائش سے ہمیشہ پاک رہا۔ مراسمِ شرک میں حضورؐ نے کبھی شرکت نہیں کی۔ دعوت میں اگر کسی ایسے جانور کا گوشت پک جاتا جسے کسی بُت کے نام پر ذبح کیا گیا ہوتا تو حضورؐ اُس دعوت میں نہ ٹھہرتے۔

عرب کی دوسری برائیوں سے بھی حضورؐ نے ہمیشہ احتراز کیا۔ افسانہ گوئی کے رَتْ جگے عرب میں بہت ہوا کرتے تھے۔ اُن تک میں کبھی جا کر نہیں بیٹھے۔ دو دفعہ

Marfat.com

جانا چاہا تو اللہ تعالےٰ نے بچا لیا۔ دونوں دفعہ راستے میں نیند آ گئی۔ رت جگے کی محفل میں نہ پہنچ سکے۔

چھوٹے سے تھے کہ خانہ کعبہ میں تعمیر کا کام نکلا۔ سب کے ساتھ حضورؐ نے بھی تعمیر کے کام میں حصّہ لیا۔ اینٹیں کندھے پر رکھ رکھ کر پہنچا رہے تھے۔ کندھا اینٹوں سے چھل گیا۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے حضورؐ کا تہبند کھول کر اُس کی اینڈوی بنا دی کہ لو اِس کے اوپر اینٹیں رکھو۔ حضورؐ برہنگی سے اتنے متاثر ہوئے کہ غش کھا کر گر پڑے۔ ہوش آیا تو زبان پر تھا۔ میرا تہبند۔ حضرت عباسؓ نے تہبند فوراً باندھ دیا۔

عربوں کی بے حجابی اور بے حیائی کے دور میں حضورؐ ایسے باحیا تھے۔ بہ الفاظِ صحابہ۔ اَشدُّ حیاءً من العذراءِ فی خدرھا۔ پردہ نشین کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

سرورِ کائنات

رسالت سے پہلے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی قبلِ رسالت بھی بالکل معصومانہ تھی۔ حضورؐ نے خراب ماحول کا ذرہ برابر اثر قبول نہیں کیا تھا۔ سب سے ملتے جلتے تھے۔ لیکن شرک و بداخلاقی اور لہو و لعب کے مشاغل میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ حضورؐ کی قبلِ نبوت کی زندگی دیباچہ نبوت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی صداقت کی دلیل حضورؐ سے یہی دلوائی ہے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔

(یعنی نبوت کے دعوے سے پہلے میں تمہارے ساتھ ہی ساری عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ چالیس برس مسلسل میرا عمل کیا رہا۔ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا تو بڑی بات ہے۔ معمولی برائی بھی مجھ سے کوئی سرزد نہیں ہوئی۔)

دو باتیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی بہت قابلِ غور ہیں۔ ایک قبلِ رسالت معصومانہ زندگی گزارنا۔ دوسرے بعد رسالت صرف ۲۳ برس میں اہلِ عرب کے دلوں کو اور کردار کو بدل دینا۔

۲۰۰۲

سرورِ کائنات کا حُسنِ معاملہ

شُرفائے عرب عموماً تجارت پیشہ تھے۔ اپنے ہاں کی چیزیں اونٹوں پر لاد کر دُور دُور لیجاتے تھے۔ اور دُور دُور کی چیزیں واپسی میں اپنے ہاں لاتے تھے۔ حضورؐ کے چچا اور سرپرست ابوطالب کا بھی یہی ذریعہ معاش تھا۔ حضورؐ اُن کے ہمراہ بارہ برس کی عُمر سے تجارتی سفروں میں جایا کرتے تھے۔ بڑے ہو کر حضورؐ نے اسی پیشہ کو جاری رکھا اور شام و بصریٰ وغیرہ تجارت کے سلسلہ میں گئے۔

حضورؐ نے اپنی دیانت داری اور صفائیِ معاملہ کی وجہ سے بڑی ساکھ قائم کر لی تھی۔ لوگ حضورؐ کے پاس امانتیں رکھتے تھے اور حضورؐ کو روپیہ دے دیتے تھے۔ کہ اسے تجارت میں لگاؤ اور ہمیں نفع نقصان میں شریک کر لو۔ حضورؐ مُلک بھر میں امین اور صادق کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔

رسالت کے دعوے کے بعد بھی رسالت کے منکرین نے حضورؐ کی امانتداری سے کبھی انکار نہیں کیا۔ جس وقت حضورؐ نے مکّہ سے مدینہ ہجرت کی ہے اُس وقت تک لوگوں کی امانتیں حضورؐ کے پاس تھیں۔ حضورؐ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکّہ میں چھوڑا ہی اس لئے تھا کہ ایک تو میری جگہ

Marfat.com

سو جیا دُ تا کہ لوگ مجھے لیٹا ہوا سمجھیں اور جلدی میرا پیچھا نہ کریں۔
دوسرے جن جن لوگوں کی امانتیں ہیں اُنھیں امانتیں پہنچا دینا۔

Marfat.com

سرورِ کائناتؐ کا پہلا عقد

بی بی خدیجہؓ ایک متمول قریشی خاتون تھیں۔ پاک طینتی اور تقدس کے اعتبار سے اُنہیں مُلک میں امتیازِ خاص حاصل تھا۔ طاہرہ کے لقب سے سرفراز تھیں۔ اُنہیں حضورؐ کی صفائی معاملہ اور دیانتداری کا علم ہوا تو اُنہوں نے حضورؐ سے کہا۔ میرا مال شام، جرش اور یمن لے جایئے۔

بی بی خدیجہؓ کے دو شوہر یکے بعد دیگرے مر چکے تھے۔ دو لڑکوں اور ایک لڑکی کی ماں تھیں۔ حضورؐ کی سیرت کا تجربہ کر کے وہ حضورؐ سے عقد کی خواہشمند ہوئیں۔ عرب میں عورتیں شادی کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں۔ بی بی خدیجہؓ کی عمر اُس وقت چالیس سال تھی۔ اور حضورؐ کی عمر پچیس سال۔ حضورؐ کا یہ پہلا عقد تھا۔ حضورؐ نے عُمر کے تفاوت کا خیال نہیں فرمایا۔ بلکہ بی بی خدیجہؓ کی شرافت اور نیکی کا خیال کر کے نکاح کر لیا اور اِسے اِس خوبی سے نباہا۔ جو نباہنے کا حق ہے۔

حضرت خدیجہؓ حضورؐ کا بڑھاپا آجانے تک زندہ رہیں۔ حضورؐ نے اُن کی زندگی میں اور نکاح نہیں کیا۔ تمام اولاد حضورؐ کی، سوائے حضرت ابراہیم کے، حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی۔ جوانی کی بیوی صرف حضرت خدیجہؓ تھیں۔ باقی کل بیویاں بڑھاپے کے زمانے کی ہیں۔

Marfat.com

بڑھاپے کی بیویوں میں بھی ایک حضرت عائشہ کنواری تھیں۔ اور سب بیویاں بیوہ تھیں۔ اور عموماً عمر میں بڑی۔ دو تو اسی اسی برس کی تھیں۔ حضورؐ نے جوانی میں جوان اور کنواری عورت سے عقد کرنا ضروری نہیں سمجھا تو بڑھاپے میں بوڑھی اور بیوہ عورتوں سے عقد کر لینا کونسی تعجب کی بات ہے۔

کفار کہا کرتے تھے کہ قرآن نازل ہوتا تو مکہ اور طائف کے کسی مالدار شخص پر ہوتا۔ حضرت خدیجہؓ کی دولت حضورؐ کو مالدار بنانے کے لیے کافی تھی لیکن حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ کی دولت کو اپنی دولت نہیں گردانا۔ دولت وہ حضرت خدیجہؓ ہی کی رہی۔ حضورؐ بدستور قانعانہ اور خوددارانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ تاہم حضرت خدیجہؓ کی وجہ سے حضورؐ کو معاش کا اطمینان ضرور ہو گیا تھا اور حضورؐ اُن کے انتقال کے بعد اس احسان کو یاد کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اسلام کے اوپر پوری دولت نثار کر دی تھی۔ حتیٰ کہ اولاد کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تھا۔

Marfat.com

سرورِ کائنات کے دو ابتدائی کارنامے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح عربوں کی اور غلط حرکتوں سے دامن بچاتے رہتے تھے اُسی طرح عربوں کی لڑائیوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ جنگ اور جہاد مسلمانوں کے ہاں جائز ہے۔ جہاد میں شریک ہونا مسلمان پر ویسا ہی فرض ہے جیسا نماز پڑھنا فرض ہے۔ بلکہ نفل نماز جہاد کے وقت چھوڑ دینی پڑتی ہے۔ اور حج کا فریضہ تو ملتوی کر دینا پڑتا ہے۔ مُسلمان جہاد کے میدان میں مرنے کی نیت کر کے اُترتا ہے۔ اور زندہ بچ جانے کو موت سے اچھا نہیں جانتا۔ جہاد کی موت مُسلمان کے نزدیک بہترین موت ہے۔ لیکن یہ جہاد کا ذکر ہے۔ جہاد اللہ کا نام بلند کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اپنے نفس کی خاطر لڑنے کو جہاد نہیں کہتے۔ عربوں کی لڑائیاں نفسانی ہوتی تھیں۔ یعنی خانہ جنگیاں۔ خانہ جنگیوں میں حضورؐ کس کا ساتھ دیتے اور کس کا ساتھ نہ دیتے۔ پھر لڑائی کا سر پیر تو ہوتا۔ گھوڑا کیوں آگے بڑھایا۔ ریوڑ کو پانی کیوں پلایا۔ فلاں قبیلہ کی تعریف میں مبالغہ کیوں کیا۔ اِن باتوں پر تلواریں نکل آتی تھیں۔ حضورؐ بھلا ایسی لڑائیوں میں کیا حصہ لیتے۔

Marfat.com

قبلِ رسالت فقط ایک لڑائی ہے جس میں قریش کو حق بجانب دیکھ کر حضورؐ نے شرکت فرمائی تھی۔ لیکن اللہ کے فضل سے لڑنے اور تلوار چلانے کی بجائے فریقین میں صلح کرادی اور فریقین سے عہد کرایا کہ آئندہ ہم بلاتفریق ہر مظلوم کی حمایت کریں گے اور کسی ظالم کو مکہ میں ٹھہرنے نہیں دیں گے۔ اس لڑائی میں قبیلہ قیس قریش کا مقابل تھا۔ یہ لڑائی حربِ فجار کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے تاریخوں میں محفوظ ہے۔

رسالت کے بعد بھی حضورؐ اپنے اس کارنامے پر اظہارِ مسرت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس معاہدہ کے بدلے مجھے بڑی سے بڑی چیز ملتی تو میں نہ قبول کرتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدوں کا میں خیر مقدم کرنے کو تیار ہوں۔

لڑائی کے ہر معاملہ میں حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے اپنے متبعین کو جو تعلیم دی تھی اُس کا نمونہ حضرت علیؓ کا ایک واقعہ ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ جنگل میں پڑے سوتے تھے۔ کسی کافر نے حضرتؓ کو آدبوچا۔ وہ سینہ پر سوار ہو کر بولا۔ "اب کہو، تمہیں کون بچائے گا۔" حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "میرا اللہ بچائے گا۔" اور ذرا سے جھٹکے میں دشمن نیچے تھا اور حضرت علیؓ اوپر۔

حضرت علیؓ نے پوچھا۔ "تم کہو، تمہیں کون بچائے گا" اُس نے جواب دینے کے بجائے لیٹے لیٹے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ فوراً سینہ پر سے

Marfat.com

ہٹ گئے۔ کافر نے حیران ہو کر سوال کیا "یہ تم نے مجھے چھوڑ کیسے دیا!" حضرت علی رضؓ نے کہا "ہم مسلمان خالص اللہ کی خاطر لڑتے ہیں۔ تمہارے تھوکنے سے میرے اندر انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ لہذا میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔ میں تمہیں اپنی ذات کی گستاخی کی سزا دینی نہیں چاہتا۔"

دوسرا کارنامہ حجرِ اسود کا ہے:۔

خانہ کعبہ کو ایک سیلاب سے نقصان پہنچا تھا۔ اور بارش کا پانی اُس کی دیواروں میں مرتا تھا۔ سب کی رائے ہوئی کہ گرا کر اسے پھر سے تعمیر کیا جائے۔ تعمیر کے کام میں جملہ قبائل کے آدمیوں نے ہاتھ بٹایا۔ عزت اور شرف کا کام تھا۔ کوئی اس سے محروم رہنا نہیں چاہتا تھا۔ تمام کاموں کی تقسیم بخیر وخوبی طے پا گئی۔ لیکن حجرِ اسود کو اس کی جگہ لے جانے کا موقعہ آیا تو سوال پیدا ہوا کہ یہ سعادت کون حاصل کرے۔ ہر قبیلہ کہتا تھا کہ میں لیجا کر رکھوں گا۔ چنانچہ حسب دستور تلواریں کھنچنے لگیں۔ اور قبیلوں کے سرداروں نے خون بھرے پیالوں میں اُنگلیاں ڈبو لیں۔ جو علامت اس امر کی تھی کہ ہم جان دینے کی قسم کھاتے ہیں۔

چار دن یہ جھگڑا چلا۔ پانچویں دن ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں معمر ترین بزرگ تھے کہا۔ جو شخص کل صبح حرم میں سب سے پہلے دکھائی دے وہ ہمارا ثالث ہو گا۔ اس کا فیصلہ تمام قبیلے مان لیں گے۔

دوسری صبح کو اتفاقاً حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حرم میں سب سے پہلے تشریف لے آئے۔ لوگوں نے دیکھا تو نعرہ لگایا۔ ھٰذا الامین۔ رضینا کا۔ آہا، امین آگئے۔ ہمیں ان کی ثالثی قبول ہے۔

حضورؐ نے زمین پر اپنی چادر بچھادی۔ اور چادر کے بیچ میں حجرِ اسود رکھ دیا۔ اور فرمایا۔ تمام سردار چادر پکڑیں اور اُدھر چلیں جہاں حجرِ اسود قائم کرنا ہے۔ وہاں پہنچ کر حضورؐ نے حجرِ اسود کو سہارا دیا اور جگہ پر قائم کر دیا۔

Marfat.com

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و شباہت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مکمل مردانہ حُسن عطا فرمایا تھا۔ چہرہ کشادہ اور نہایت پاکیزہ۔ قد میانہ۔ جسم متناسب۔ پیٹ اُبھرا ہوا نہ پچکا ہوا۔ سر کے بال سیاہ، گھنے اور گھنگریالے۔ آنکھیں سرمگین اور بڑی، پُتلیاں روشن۔ ابرو باریک اور پیوستہ۔ آواز شاندار۔ کلام میں حلاوت۔ نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔ اس طرح بولتے تھے کہ جیسے موتی کی لڑی پرو رہے ہیں۔ باوقار تھے۔ دیکھنے والے کا دل دُور سے دیکھ کر کھنچنے لگتا تھا۔ باوجود نرم طبیعت اور منکسر مزاج ہونے کے لوگوں پر حضور کا رعب چھایا رہتا تھا۔

Marfat.com

سرورِ کائنات کی عبادتِ اوّلین

اسلام میں عبادت نام ہے اعضائے جسمانی کے صحیح استعمال کا۔ اعضائے جسمانی کو استعمال نہ کرنا خلافِ اسلام ہے۔ اور اعضائے جسمانی کا غلط استعمال اسلام کے نزدیک گناہ ہے۔ اعضائے جسمانی کا صحیح استعمال وہ ہے جو اللہ نے بتلا دیا ہے۔

مسلمانوں کی جانیں اللہ کی ملکیت ہیں۔ اُن کا استعمال اس طرح ہونا چاہیئے جس طرح اللہ چاہتا ہے۔ اعضائے جسمانی کے ایسے استعمال سے رُوح اور روحانیت ترقی کرتی ہے۔ اور انسان دنیا و آخرت دونوں جگہ فلاح پاتا ہے۔ دنیا اطمینانِ قلب کے ساتھ گزرتی ہے۔ اور آخرت دنیا ہی کے آگے کی چیز ہے ؎

موت اک زندگی کا وقفہ ہے ۔۔۔ یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

دنیا کی زندگی بونے کا زمانہ ہے اور آخرت کی زندگی کاٹنے کا زمانہ۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بات کہ انسانی جسم کا ہر حصہ اللہ کا تابع فرمان ہو۔ اپنے جسم کے افضل ترین حصہ کو صحیح استعمال کر کے

Marfat.com

معلوم کی تھی۔

رسالت پر مامور ہونے سے پہلے ہی حضورؐ فطرتاً صحیح کار تھے لیکن جسم کا جو حصّہ اِس وقت صحیح کاری میں پیش پیش رہا وہ حضورؐ کا دماغ تھا۔ غلط کاریاں رسالت سے پہلے بھی حضورؐ کو کھٹکتی تھیں اور حضورؐ کا دماغ اُس چیز کو ڈھونڈتا تھا جو غلط کاروں کو صحیح کار بنا دے اور گمراہوں کو راہ ہدایت دکھا دے۔

کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے تھے اور قریش اس عظیم الشان بتخانے کے متولی تھے۔ لیکن حضورؐ کے دماغ نے یہ نہیں سوچا کہ اِس کی تولیت کا امتیاز کسی طرح مجھے حاصل ہو جائے بلکہ یہ سوچا کہ بُت خانے کا خاتمہ کیونکر کیا جائے اور بُتوں کی بجائے حقیقی معبود کیسے میسّر آئے۔

حضورؐ پر وہی کیفیت طاری تھی جو حضورؐ کے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر طاری ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح حضور کو فانی چیزوں کے آگے جھکنا گوارا نہیں تھا۔

"اُٹھتے بیٹھتے اُن کے دل میں یہ سوالات پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں۔ ساری کائنات کیا ہے۔ موت کیا ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اور کیا ایمان رکھنا چاہیئے۔"

(ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ۔ مصنفہ کارلائل)

Marfat.com

حضورؐ جبل ثور کے غار میں جو حرا کے نام سے مشہور ہے جا بیٹھتے اور مسلسل بیٹھے رہتے۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو گھر آتے اور سامان لیکر پھر وہیں گوشہ نشین ہو جاتے۔ وہاں حضورؐ کا شغل غور و فکر اور تلاش حق کے علاوہ تحمید و تقدیس تھا۔

دماغ کا استعمال اور دل کی تحمید و تقدیس جاری تھی کہ یکایک تاریکی ہٹی، پردہ اُٹھا، اور ایک ایک مخلوق خالق کا پتہ دیتی نظر آنے لگی۔ تفکر و تدبر کا صلہ ملا۔ اللہ کا ایلچی فرشتہ سامنے آکھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ہے اور تجھے دیکھا کہ راستے کی جستجو میں سرگرداں ہے۔ سو راستہ دکھا دیا۔ اور وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ تم پر وہ حقیقت منکشف کر دی جو تم سے پوشیدہ تھی۔

سرورِ کائناتؐ کو رسالت کی بشارت

بعثت سے سات برس قبل حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روشنی سی پالی تھی اور اس روشنی کے پانے سے حضور مسرور تھے۔ لیکن غارِ حرا میں حضورؐ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام بشارت رسالت لے کر آئے تو حضورؐ گھبرا گئے۔

غارِ حرا سے حضورؐ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے کپڑا اُڑھا دو میں لیٹوں گا۔ تھوڑی دیر آرام کر کے حضورؐ نے کہا۔ خدیجہؓ! میں ایسے واقعات سے دوچار ہو رہا ہوں کہ میری جان جانے کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے دلاسا دیا کہ آپ کو گزند نہیں پہنچ سکتا۔ آپ مصیبت زدوں کے ہمدرد ہیں اور بے کسوں کے دستگیر ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اقربا کا خیال رکھتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ حضورؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے ہاں لے گئیں اور انہیں سارا ماجرا سنایا۔ ورقہ بن نوفل عیسائی عالم اور درویش تھے۔ انہوں نے کہا "یہ وہ شرف ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا۔ کاش میں بوڑھا نہ ہوتا

Marfat.com

اور اُس وقت تک زندہ رہتا جب محمد کی قوم محمد کو وطن سے بے وطن کرے گی۔" حضورؐ نے سوال کیا۔ میری قوم مجھے نکال دے گی۔؟" ورقہ بولے "ہاں، جو بھی گمراہوں کو صحیح راستے کی طرف لانا چاہتا ہے اُس کی مخالفت قطعی ہوتی ہے۔ کاش میں آپ کی ہجرت کے وقت موجود ہوں اور آپ کی خدمت کرسکوں۔"

Marfat.com

سرورِ کائنات

رسالت کے بعد

Marfat.com

قرآن مجید کے نزول کا آغاز

اور سرورِ کائنات کی پہلی نماز

روشنی پالی تھی۔ بشارتِ رسالت مل چکی تھی۔ خواب میں جو بات دیکھتے تھے جاگتے میں اُس کی تصدیق ہو جاتی تھی لیکن حضرت جبریلؑ ایک دفعہ آکر پھر کافی عرصے تشریف نہیں لائے۔

بشارت ملنے کے وقت حضورؐ کی عمر چالیس سال ایک دن کی تھی۔ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ نزولِ قرآن کا آغاز، جیسا کہ خود قرآن مجید میں ہے "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ"۔ رمضان المبارک میں ہوا۔ رات کے وقت۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ ہم نے قرآن کو کھوٹا اور کھرا الگ کر دینے والی رات میں نازل کرنا شروع کیا۔ گویا اکتالیسویں سال کے چھ مہینے سے زیادہ گذر جانے کے بعد حضرت جبرئیلؑ آئے اور فرمایا:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

Marfat.com

مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞

(اے محمدؐ! جو تمہیں پڑھایا جاتا ہے) اپنے رب کا نام لے کر (اسے) پڑھو۔ جس نے (تمام مخلوقات کو) پیدا کیا ہے۔ (اور) جس نے خون کے لوتھڑے (جیسی حقیر شئے) سے انسان (جیسی اشرف مخلوق) کو بنایا ہے۔ پڑھو اور (یاد رکھو) تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے (لکھنے اور علوم کو محفوظ رکھنے کی) تعلیم دی۔ اور (وحی کے ذریعہ) انسان کو وہ باتیں بتائیں جنھیں (پہلے) وہ نہیں جانتا تھا۔

بس اتنی، پہلی وحی تھی اور رات کے وقت نازل ہوئی تھی۔ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ۔ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ تاریکی کو روشنی سے بدلنا تھا۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا۔ اور اللہ کے نور سے زمین جگمگا اٹھی۔ وحی کے بعد پہلا کام جو حضرت جبریلؑ نے حضورؐ کو سکھایا وہ وضو کر کے نماز پڑھنا تھا۔ حضرت جبریلؑ نے وضو کیا اور حضورؐ انہیں دیکھ دیکھ کر وضو کرتے رہے۔ پھر حضرت جبریلؑ نے امامت کی اور حضورؐ نے ان کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

تبلیغ کا آغاز

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ کی تعمیل میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے گھر پہنچتے ہی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ حضرت علی مرتضیٰؓ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زید بن حارثؓ بے تامل ایمان لے آئے۔ سننے کی دیر تھی۔ ایمان لانے میں دیر نہیں لگی۔ حضرت خدیجہؓ بیوی تھیں۔ حضرت علیؓ چچازاد بھائی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بچپن کے دوست تھے۔ حضرت زید بن حارثؓ خادم تھے۔ چاروں پل پل کے حالات سے باخبر، جس کی زندگی مثلِ آئینہ صاف و شفاف سامنے گزری تھی اور جسے چالیس سال مسلسل سچ بولتے دیکھا تھا، اُس سے بدگمانی کیونکر ہوتی وہ اکتالیسویں سال غلط بات کیسے کہہ سکتا تھا۔

رسالت کے جھوٹے دعوے سے زیادہ بداخلاقی کی بات اور کیا ہے۔ ایسی بداخلاقی بھلا محمدؐ کریں گے، جو کبھی بداخلاقی کے قریب نہیں جاتے۔ سب جاننے والے اس بات کو جانتے تھے۔ اور حضرت خدیجہؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ سے بڑھ کر حضورؐ کا جاننے والا کون تھا۔ رَضِیَ اللّٰہُ

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ۔

حضرت خدیجہؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ پہلے دن مسلمان ہو گئے۔ اُن کے بعد حضرت بلالؓ نے یہ سعادت پائی۔ پھر حضرت عمرو بن عبسہ اور حضرت خالد بن سعد بن عاص نے۔

حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق کا حضرت عثمانؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت ارقمؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت سعید بن زیدؓ۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر اثر پڑا۔ خواتین میں حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسمأؓ۔ حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ۔ (جن کا ذکر حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کے سلسلہ میں آئے گا۔) اور حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی حضرت اُمّ الفضلؓ اور حضرت اسما بنت عمیسؓ نے اسلام قبول کیا۔

حضورؐ نے ان سب کو نماز سکھائی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کر دیا۔ یہ حضرات پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھنے لگے۔

تین سال حضورؐ خاموشی کے ساتھ صرف ایسے ہی لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتے رہے جو حضورؐ سے گھر والوں کی طرح واقف تھے۔ تین سال گزرنے پر حکم آیا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝

Marfat.com

ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اے چادر اوڑھنے والے! کھڑا ہو جا اور (بُرے کام کرنے والوں کو) ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بتا۔ اور تو پاک دامن اور گندگیوں سے دور رہ۔ احسان اس خیال سے مت کر کہ اس سے کبھی فائدہ حاصل ہوگا۔ اپنے رب کی خاطر (تکلیف اُٹھا اور تکلیف پر) صبر کر۔

اور حکم آیا:۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ـــــ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اسے اب کھلم کھلا بیان کرو۔

چنانچہ حضورؐ نے علانیہ تبلیغ شروع کر دی۔

Marfat.com

اقربا میں تبلیغ

تین سال تک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رسالت کا خاص خاص لوگوں کے سوا کسی سے تذکرہ نہیں فرمایا۔ تین سال بعد جب حکم پہنچا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی اپنے رشتہ داروں کو اللہ کا خوف دلاؤ۔ تو علی الاعلان تبلیغ کی نوبت آئی۔

حضورؐ نے چالیس ہاشمیوں کو کھانے کی دعوت دے کر اکٹھا کیا اور کچھ کہنا چاہا۔ لیکن ابولہب نے ایسی بکواس چھیڑی کہ حضورؐ بول نہ سکے۔ دوسرے روز انہیں پھر کھانے کے لئے بلایا اور کہا:

"میں آپ لوگوں کے لئے دنیا اور عقبیٰ کی بھلائی لایا ہوں۔ عرب میں کبھی کسی نے اس سے بہتر نعمت قوم کے سامنے پیش نہیں کی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کی طرف آپ کو متوجہ کروں۔ بولئے۔ آپ میں سے کون کون میرا ساتھ دے گا؟"

صرف حضرت علی مرتضیٰؓ اٹھے اور انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

Marfat.com

میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ باقی سارا خاندان خاموش بیٹھا رہا۔ جذبہ مخالفت پیدا ہونے کی ابھی کوئی صورت نہیں تھی۔ البتہ تھوڑے سے تمسخر کا اظہار کیا گیا۔

تبلیغ کی رفتار بہت دھیمی تھی۔ جس کے کان میں بات پڑتی تھی وہ ایک کان سنتا تھا اور دوسرے کان اُڑا دیتا تھا۔ چرچا نہیں کرتا تھا۔ حضور حکماً اس قدر دھیمے چل رہے تھے۔

پورے مکّہ سے خطاب

گھر اور احباب اور خاندان کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے مکّہ کو مخاطب بنایا۔ ایک روز حضورؐ کوہِ صفا پر چڑھ گئے۔ اور وہاں سے آواز دی۔ یَا صَبَاحا۔ حملہ کا خوف ہو تو لوگوں کو جمع کرنے کا عرب میں یہی طریقہ ہے کہ یا صباحا کہہ کر پکارتے ہیں۔ چنانچہ کافی آدمی جمع ہو گئے۔

حضورؐ نے پوچھا۔ آپ صاحبان مجھے سچّا سمجھتے ہیں یا جھوٹا۔ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ آپ صادق اور امین ہیں۔ ہم نے کبھی غلط یا لغو بات آپ سے نہیں سُنی۔

حضورؐ نے فرمایا۔ میں اگر کہوں کہ پہاڑ کے اِس جانب ڈاکوؤں کی ایک مسلح جماعت بڑھتی اور حملہ آور ہوتی دکھائی دیتی ہے تو آپ میرا یقین کریں گے۔ میں ایسی جگہ کھڑا ہوں جہاں سے اِدھر بھی دیکھ رہا ہوں اور اُدھر بھی۔ سب نے کہا۔ ہم آپ کا بیان ماننے میں کیوں تامّل کرنے لگے۔ واقعی آپ اُدھر کی جو چیز دیکھ سکتے ہیں ہم نیچے کھڑے ہوئے نہیں دیکھ سکتے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ تو سنو۔ میں مرنے کے بعد کے عالم کو بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح موجودہ عالم کو۔ یقین جانو کہ موت بڑھتی اور حملہ آور ہوتی چلی آرہی ہے۔ اور مرکر تمہیں اللہ کے حضور جانا ہے اور سخت عذاب سے دوچار ہونا ہے۔

ابو لہب چیخا۔ محمدؐ! تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ تو نے اس لئے ہمیں پکارا تھا۔ لیکن اب حضورؐ ان باتوں سے رُکنے والے نہیں تھے۔ تبلیغ کا حکم آچکا تھا۔ حضورؐ گلی گلی اور کوچے کوچے پھرتے اور جہاں دوچار کا مجمع پاتے انہیں غیر اللہ کی پرستش سے منع فرماتے اور اللہ کی وحدانیت کا وعظ سناتے۔ اور بتاتے کہ اللہ زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ، سب کا خالق ہے۔ دعائیں قبول اور مُرادیں بر لانا اسی کے اختیار میں ہے۔ تمام مخلوق اُس کی محتاج ہے۔ جُوا کھیلنے، زنا کرنے، اور بیٹیوں کے قتل سے روکتے۔ ہدایت فرماتے کہ جسم صاف رکھو، کپڑے صاف رکھو۔ زبان اور دل کو گندہ نہ ہونے دو۔ لین دین میں دغا فریب سے کام مت لو۔ قول و قرار کے پابند رہو۔

یہ باتیں حرم کعبہ میں جا کر کہی گئیں تو کفّار مارنے پر تُل گئے۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ حرم کے قریب رہتے تھے وہ مدد کرنے نکلے۔ کفّار نے انہیں شہید کردیا۔ حضرت حارث بن ابی ہالہؓ شہدائے اسلام میں سب سے پہلے شہید ہیں۔

Marfat.com

نواحِ مکہ میں تبلیغ اور مخالفت کا زور

عکاظ۔ مجنّہ اور ذی المجاز میں بڑے بڑے میلے ہوا کرتے تھے۔ دُور دُور کی خلقت اُن میلوں میں آتی تھی۔ حضورؐ سرورِ کائنات نے وہاں جانا اور وعظ کہنا شروع کیا۔

لوگ اب تک یا تو اسلام کی تحریک سے بے خبر تھے یا اُسے بچّوں کا کھیل سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تو اُن کے والد ابو قحافہ نے یہی کہا تھا کہ بچّوں کا کھیل[1] ہے۔ چند دن میں تھک کر بیٹھ جائیں گے۔ ابتداءً سب کا ایسا ہی خیال تھا۔ مگر جب یہ تحریک پھلتی پھولتی اور پھیلتی نظر آنے لگی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رفتار کو تیز کیا اور خلقت کی رجوعات بڑھی تو سوچا گیا کہ تحریک کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ "ہم اور اِس کی بات مانیں جو عمر میں چھوٹا ہے۔ روپے میں کم حیثیت ہے اور ہمارے قبیلہ کا نہیں ہے۔ ہمارے طریقہ سے بہتر طریقہ کس کا ہوگا۔ یہ اونچ نیچ مٹانی چاہتا ہے۔ اور مساوات قائم

---

[1] فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے والد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

Marfat.com

کرنی چاہتا ہے۔ قاعدے اور قانون بناتا ہے۔ اور ہمیں پابند و مقید کئے دیتا ہے۔ ہماری عادتیں بدلنے کی فکر میں ہے۔ کہاں کی جزا و سزا اور کہاں کی نبوت و رسالت۔ ہم ان قصّوں کو نہیں جانتے۔ اِس کا زور توڑ دو اِسے اپنے مسلک کی اشاعت نہ کرنے دو۔ جن کے چھوٹے اس کے کہنے میں آ گئے ہیں اور جن کے غلام اس کے ساتھ ہو گئے ہیں وہ اُنھیں سمجھائیں اور نہ مانیں تو سخت سے سخت اذیت دے کر ٹھیک کریں۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت عثمان غنیؓ جیسے ذی عزت و ذی ثروت شخص کو اُن کا چچا رسّی سے باندھ کر پیٹتا۔

اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو اُن کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر اندر دھواں چھوڑتا۔ حضرت مصعبؓ کو اُن کی ماں نے گھر سے نکال باہر کیا۔

حضرت بلالؓ، اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اُمیہ نے حضرت بلالؓ کے گلے میں رسّی باندھی اور لڑکوں سے کہا کھینچے پھرو۔ رسّی حضرت بلالؓ کے گلے میں گڑ گئی۔ صحرا کے گرم آگ بالو پر لٹایا اور اوپر تپتا پتھر رکھ دیا تاکہ ہلنے نہ پائیں۔ مُشکیں کس کر پیٹا۔ لوہے سے داغا۔ بھوکا مارنا اور دھوپ میں بٹھانا تو معمولی سزا تھی۔ حضرت بلالؓ اذیتیں سہتے اور چیخنے چلانے کے بجائے احد احد پکارتے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ نے کسی طرح اُمیہ سے حضرت بلالؓ کو خرید

لیا اور آزاد کر دیا۔

حضرت عمارؓ اور اُن کے والد یاسرؓ اور اُن کی والدہ حضرت سمیہؓ، تینوں کو ابو جہل ایک دفعہ پیٹ رہا تھا۔ حضورؐ سرور کائنات اُن کے قریب سے گزرے اور فرمایا۔ اے یاسرؓ کے خاندان! صبر کر۔ تم لوگوں کا مقام جنت ہے۔ اصبروا یا آل یاسرؓ فان موعدکم الجنۃ۔ حضرت سمیہؓ کو ابو جہل نے ہلاک کر ڈالا۔

حضرت لبینہؓ حضرت ام عبیسؓ، حضرت زنیرہؓ۔ حضرت ہندیہؓ جب کنیزیں تھیں انہیں بے حد وحشیانہ سزائیں دی گئیں۔

حضرت ابو فکیہہؓ کے بازوؤں میں رسی باندھی اور پتھریلی زمین پر گھسیٹا۔ ایسا ہی سا حال حضرت صہیب رومی کا بنایا گیا۔

حضرت خبابؓ کو دہکتے انگاروں پر لٹایا اور کروٹ نہ بدلنے دی۔ حضرت خبابؓ کی پیٹھ اس قدر جلی تھی کہ کھال کی بجائے چربی نظر آتی تھی۔

غرضیکہ عجیب عجیب سزائیں ایجاد کیں۔ کسی کو لوہے کی زرہ پہنا کر گرم پتھر پر لٹا دیتے۔ کسی کو اونٹ یا گائے کے چمڑے میں لپیٹ اور دھوپ میں ڈال دیتے۔

زمین کانپ اٹھی اور آسمان لرز گیا۔ لیکن ایک مسلمان نہ تھا جس کا قدم ان مظالم سے لڑکھڑا یا ہو۔ اور جو ان صعوبتوں کی وجہ سے اسلام سے دستبردار ہوا ہو۔

۱ فٹ نوٹ صفحہ ۶۲ پر دیکھیے

جناب ابو طالب کے ڈر سے حضور سرور کائنات پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت کسی کو نہ پڑتی تھی۔ اس کے باوجود حضورؐ کو بھی چھوڑا نہیں جاتا تھا۔ ایک دن حضورؐ خانہ کعبہ میں مصروف نماز تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے اپنا چادرہ رسی کی طرح گول کیا اور حضورؐ سجدہ کرنے لگے تو اسے حضورؐ کے گلے میں ڈال کر اتنے بل دیئے کہ حضورؐ کا گلا گھٹنے لگا۔ حضورؐ اسی حالت سے سجدہ میں پڑے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے۔ انہوں نے عقبہ کو دھکا دیا۔ اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ۔ تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور جو تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔ لوگ حضرت ابوبکرؓ کو چمٹ گئے اور انہیں خوب زدوکوب کیا۔

ایک دن پھر حضورؐ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل نے کہا۔ فلاں جگہ اونٹ کی اوجھڑی پڑی ہے۔ اسے لاؤ اور محمدؐ کے اوپر رکھ دو۔

۱؎ ریفرنس نوٹ صفحہ ۴۵ (بائیولوجی کا ڈکشنری سیگنیش کے ترجمہ اردو مطبوعہ برکات ۱۹۳۶ء کے صفحہ ۲۶۲، ۷۵ پر لکھا ہے۔ محمدؐ کے مسائل نے وہ نشہ جو نبی آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا تھا جسے عیسیٰؑ کے ابتدائی پیرووں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ جب عیسیٰؑ کو سولی چڑھایا گیا تو ان کے پیرو بھاگ گئے۔ ان کا نشہ ہی جاتا رہا اور وہ اپنے مقتدیٰ کو چھوڑ کر چل دیئے۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو محمدؐ کے گرد رہے۔ اور سب نے جانیں خطرہ میں ڈال کر انہیں دشمنوں پر غالب کیا۔

وہی عقبہ بن ابی معیط گیا اور اوجھڑی اٹھا لایا اور جب حضورؐ سجدہ میں گئے تو اوجھڑ گردن پر رکھ دی۔ اور سب کفار کھلکھلا کر ہنسے۔ کسی نے حضرت فاطمہؓ کو اطلاع کر دی کہ حضورؐ کے ساتھ یہ مسخرہ پن ہو رہا ہے۔ اوجھڑی اتنی بھاری تھی کہ حضورؐ سجدہ سے سر نہ اٹھا سکتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ فوراً پہنچیں اور انہوں نے اوجھڑی اوپر سے ہٹائی۔

حضورؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے تاکہ حضورؐ کے پاؤں زخمی ہوں۔ اور حضورؐ کے دروازہ کے آگے غلاظت پھینکی جاتی تھی تاکہ تعفونت سے حضورؐ کو تکلیف پہنچے۔

یہ تمسخر، تحقیر اور تذلیل کا دور تھا۔ چھانٹ چھانٹ کر ایسے جور و ستم کئے جاتے تھے جن سے جسم کو بھی اذیت ہو۔ اور روح کو بھی اذیت ہو۔ قرآن مجید میں ہے: وَاِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ اور جب وہ بندہ خدا خدا کی پکار کے لئے اٹھا تو کفار نے اس پر حملہ بول دیا اور چاروں طرف سے اس کے پیچھے پڑ گئے۔

مُخالفت کی بنائیں

قرآن مجید صداقت اسلام کے دلائل سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن ان دلائل کا رد کبھی دلائل سے نہیں کیا گیا۔ دلائل کفار کے پاس تھے تو اس قسم کے تھے کہ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ؕ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس حق چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور اللہ کے رسول کی بات مانو تو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو چلتے دیکھا۔ (مفہوم) اور وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ؕ مشرک جب بے حیائی اور بے غیرتی کی حرکتیں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہی کرتے دیکھا۔ یہی کرنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ (مفہوم)

مشرکین عرب کو در اصل یہ پسند نہیں تھا کہ بنو ہاشم کے ایک شخص کا دعوئے نبوت تسلیم کر کے بنو ہاشم سے دب جائیں۔ منافست اور مسابقت کے عرب متوالے تھے۔ اور یہودی تو نبوت کا حقدار صرف اسرائیلیوں کو سمجھتے

Marfat.com

تھے۔ قرآن مجید نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا
فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ہ جو دینِ حق کو قبول نہیں کر رہے وہ فریبِ عزت
اور (مرضِ) عداوت میں مبتلا ہیں (مفہوم) اور مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ
مِّنْ رَّبِّکُمْ (اے محمد) مشرکین اور اہلِ کتاب میں جن لوگوں نے راہ انکار
اختیار کر رکھی ہے انہیں گوارا نہیں ہے کہ تمہارا رب تم پر مہربانی فرمائے اور
تم پر وحی اتارے (مفہوم) اور کہتے ہیں کہ ءَاُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ
مِنْۢ بَیْنِنَا ہم میں یہ (محمد) ہی اس قابل رہ گئے تھے کہ ان پر قرآن
اتارا گیا ہے (مفہوم) اور وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ
عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ہ کہتے ہیں۔ ایسا کیوں نہیں ہوا
کہ یہ قرآن (مکے یا طائف) دونوں شہروں میں کے کسی سردار پر
اتار دیا جاتا (مفہوم) اور (مسلمانوں کو دیکھ کر کہتے ہیں) اَھٰٓؤُلَآءِ مَنَّ
اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا۔ کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ نے اپنی عنایتوں
کے لیے چن لیا ہے (مفہوم) اور وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ
قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ط جب انہیں سمجھایا جاتا ہے کہ
(فتنہ و فساد سے باز آؤ۔ اور) جس طرح اوروں نے دینِ حق قبول کر لیا
ہے تم بھی قبول کر لو تو کہتے ہیں (کیا خوب) ہم اسی طرح (تم پر) ایمان

Marfat.com

لے آئیں جس طرح احمق ایمان لے آئے ہیں (مفہوم) اور فقال الملاء
الذین کفروا من قومہ ما نراک الا بشرا مثلنا وما نراک
اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای ہے۔ اور ان کی قوم کے
سرداروں نے کہا ہمیں تو تم میں کوئی بات نظر نہیں آتی بجز اس کے کہ ہمارے
ہی جیسے انسان ہو۔ اور جو تمہارے متبع ہیں ان میں بھی کوئی بات نہیں ہے
بجز اس کے کہ بادی الرائے میں وہ ہمارے کمینے ہیں۔ (مفہوم) اور
وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیۃ
بے علم کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے خود کیوں نہیں بات کر لیتا۔ یا ایسی (یعنی)
نشانی کیوں نہیں بھیج دیتا (جس کے بعد مجال انکار نہ رہے (مفہوم) اور لولا
انزل علینا الملئکۃ او نری ربنا۔ فرشتے ہم پر براہ راست
کیوں نازل نہیں کر دیئے جاتے یا (کیوں) ہم اللہ کو خود نہیں دیکھ لیتے
(مفہوم) اور وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی
فی الاسواق۔ کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے۔ سب کی طرح کھانا کھاتا ہے
اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے (مفہوم) اور واسروا النجوی الذین
ظلموا ھل ھذا الا بشر مثلکم۔ ظالموں نے آپس میں کانا
پھوسی کی کہ یہ ہے کیا۔ ہم جیسا آدمی (مفہوم)
کفار نظام زندگی کی تبدیلی بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ

Marfat.com

عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ ط مشرکین پر اس نظام زندگی کا قیام جس کی طرف (اے رسول) تم انہیں بلاتے ہو بہت ہی شاق گزر رہا ہے۔ [1] کفار حضورؐ کو جھوٹا۔ مجنون۔ شاعر۔ ساحر، مسحور اور جو منہ میں آتا تھا کہہ کہہ کر استہزاق اُڑا اُڑا کر خدائی دعوت انقلاب روکنی چاہتے تھے۔

اسلام کے نزدیک انسان انسان سب برابر ہیں۔ فائق اور اکرم کوئی ہے تو وہ ہے جو متقی ہے۔ یعنی اللہ کا حکم زیادہ ماننے والا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

---

[1] اس سے ذرا آگے ایک آیت ہے جو صاف بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق انسانی زندگی کے لئے نظام وضع کرے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اَمْ لَھُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ ط وَلَوْ لَا کَلِمَۃُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَھُمْ ط وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ہ کیا ان کے کچھ ایسے ساتھی ہیں جنہوں نے ان کے واسطے (اپنے کنکھنوں پر) کوئی نظام زندگی گھڑ رکھا ہے۔ جس کی اللہ نے منظوری نہیں دی ہے (واقعہ یہی ہے کہ من گھڑت نظام زندگی انہیں مرغوب ہے۔ خیر) فیصلے کے متعلق اللہ کا حکم صادر ہو چکا ہے (ورنہ) اگر یہ بات نہ ہوتی (کہ فیصلہ ایک مقررہ دن کیا جائے گا) تو ان کے درمیان (ابھی) فیصلہ کر دیا جاتا اور (سن لو) یقیناً ان ظالموں ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

انسان پر حکم چلانے کا حق صرف اللہ کو ہے۔ اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا۔ قوت صرف اللہ کے لئے ہے۔ اور انسان کو جھکنا فقط اللہ کے سامنے چاہیئے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اللہ کے سوا کسی کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اُس کے سامنے جھکا جائے۔

اسلام کی مخالفت کی اصل بنا یہی تھی کہ اسلام جاہ و منصب اور بادشاہت و پاپائیت تو درکنار، حسب و نسب اور عربیت و عجمیت اور آقا و غلام تک کا امتیاز مٹائے ڈالتا تھا اور انسان پر انسان کا معمولی سا اقتدار بھی باقی رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اقتدار صرف اللہ کے سپرد کئے دیتا تھا۔ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج تم کہہ دو مجھ پر جو کچھ وحی کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا حاکم تنہا اللہ ہے۔

مذہب او قاطع ملک و نسب — از قریش و منکر از فضل عرب

در نگاہ او یکے بالا و پست — با غلام خویش بر یک خوان نشست

کفار کا ایک جلسۂ مشورت اور جلسے کی قرارداد

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وطن میں ناقدری تھی۔ لیکن دُور دُور کے لوگ حضورؐ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ انہیں حضورؐ سے دور رکھنے کی تدبیر سوچنے کے لئے مکہ کے پچیس سردار جمع ہوئے۔ ابولہب اُن کا سرغنہ تھا۔ کسی نے کہا جو پوچھے، کہہ دو محمدؐ کاہن ہے۔ ایک بوڑھا شخص ولید بن مغیرہ بولا۔ وہ بات کہنی چاہیئے جسے ثابت کیا جا سکے۔ محمدؐ کو کاہن کون مانے گا۔ کاہنوں کی باتوں اور محمدؐ کی باتوں میں مطلق مشابہت نہیں ہے۔ کسی اور نے کہا۔ اچھا دیوانہ کہہ دیا کریں۔ ولید نے اس تجویز سے بھی اتفاق نہیں کیا۔ کہا، دیوانہ پن محمدؐ میں کہاں ہے۔ ایک سردار بولا شاعر کہنا ٹھیک رہے گا۔ ولید نے کہا۔ محمدؐ کے کلام میں شاعری بھی نہیں ہے۔ ایک سردار نے کہا۔ جادوگر تو کہہ سکتے ہیں۔ ولید نے جواب دیا۔ جادوگروں میں ایسی صفائی ستھرائی کبھی دیکھی ہے جو محمدؐ میں ہے۔

آخر سب نے کہا۔ چچا! پھر آپ ہی بتائیے کیا کہیں؟ ولید بولا۔ کہو، محمدؐ نے باپ بیٹوں اور میاں بیویوں میں افتراق ڈلوا دیا ہے۔ جسے اس مصیبت

Marfat.com

میں پڑنا ہو وہ محمدؐ کے پاس چلا جائے اور جو آپس کے افتراق کو پسند نہیں کرتا
وہ محمدؐ سے دور رہے۔ یہ تجویز سب نے منظور کر لی۔

مسلمانوں کی حبش کو ہجرت

جوں جوں اسلام مقبول ہوتا جاتا تھا کفارِ مکہ کی سختیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ کفارِ مکہ نے مسلمانوں کا مکہ میں رہنا دُوبھر کر دیا۔ اتنا دُوبھر کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان حبش چلے جائیں۔ وہاں اطمینان کا سانس تو لے سکیں گے اور فرائضِ اسلام ادا کر سکیں گے۔

حبش کا بادشاہ نجاشی عیسائی تھا۔ مگر اس کی نیک نفسی کی شہرت تھی اور کچھ واقعات بھی ہونے مقدر تھے۔ مسلمان حبش نہ جاتے تو تاریخ ان واقعات سے خالی رہتی۔ اس لئے حبش کی ہجرت کا خیال آیا۔ مدینہ کی ہجرت کا فی الحال کوئی موقعہ نہیں تھا۔

اوّل اوّل ۵ھ نبوی کے ماہ رجب میں چار خواتین اور گیارہ مرد حبش پہنچے۔ ان میں حضرت عثمان غنیؓ اور آن کی اہلیہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہؐ بھی شامل تھیں۔ حضورؐ نے کہا حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہم السلام اور اُن کے خاندان کے بعد یہ پہلے میاں بیوی ہیں جو اللہ کے راستہ میں ترکِ وطن کر رہے ہیں۔

Marfat.com

پھر تیراسی زن و مرد کا قافلہ نکلا۔ اس قافلہ میں حضرت جعفر طیارؓ تھے۔
کفارِ مکہ نے دونوں قافلوں کا تعاقب کیا اور پکڑنا چاہا مگر دونوں قافلے
اُن کی دسترس سے باہر پہنچ گئے
آخر کفارِ مکہ زیر قیادت عمرو بن العاصؓ[1] شاہ حبش کی خدمت میں تحائف
لے کر حاضر ہوئے اور اس سے کہا۔ یہ لوگ مجرم ہیں، بھاگ آئے ہیں۔ انھیں
ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔

شاہ حبش نے مسلمانوں کو بلایا اور پوچھا کیا قصہ ہے؟

حضرت جعفر طیارؓ نے کہا۔

"اے بادشاہ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ بیہودہ باتیں
بکتے تھے۔ آدمیت اور انسانیت سے ہمیں واسطہ نہ تھا۔ کسی قاعدہ قانون کو
نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم میں ایک برگزیدہ انسان پیدا کیا جس
کی دیانت اور صداقت کا ہم سب کو علم ہے۔ اور جس کا تقویٰ اور طہارت
ہمارے سامنے ہے۔ جو نسب کے اعتبار سے ممتاز ہے۔ اُس نے ہمیں اللہ کی
وحدانیت کا سبق دیا۔ اور بتایا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے ہمیں
لکڑی اور پتھر کی پرستش سے منع فرمایا۔ سچ بولنے اور ایفائے عہد کی ہدایت

[1] یہ وہی حضرت عمرو بن العاص ہیں جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور جنہوں نے مصر فتح کر کے مسلمانوں کو دیا تھا۔

Marfat.com

کی۔ اور جملہ برائیوں سے بچنے کو کہا۔ وہ ہم سے نماز پڑھواتا ہے، روزے رکھواتا ہے۔ صدقہ دلواتا ہے۔ ہمارے اعزا و اقربا اور ہم وطن اُن کی ان باتوں سے خفا ہیں۔ انہیں اصرار ہے کہ جہالت و گمراہی میں مبتلا رہو۔ بتوں کو پوجے جاؤ۔ اللہ واحد کی عبادت مت کرو۔ صرف اصرار نہیں ہے۔ یہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں جھیلی ہیں اور تنگ آ کر وطن سے بے وطن ہوئے ہیں۔ اور یہاں پناہ لینے آئے ہیں۔"

شاہ حبش نے کہا۔ "اپنی آسمانی کتاب میں سے کچھ پڑھ کر سناؤ۔"

حضرت جعفر طیارؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی۔

شاہ حبش پر رقت طاری ہو گئی۔ اُس نے کہا۔ "محمدؐ تو وہی رسول ہیں جن کی نوید حضرت مسیحؑ نے دی تھی۔ شکر ہے کہ مجھے محمدؐ کا زمانہ ملا۔"

شاہ حبش نے کفار مکہ کی درخواست نامنظور کر دی۔ اور مسلمان پناہ گزینوں کو بے پناہ نہیں کیا۔

کفار مکہ نے ایک کوشش اور کی۔ شاہ حبش کے پاس دوبارہ گئے اور اپنے خیال میں اُن کی دُکھتی ہوئی رگ پکڑ لی۔ کہا کہ ذرا مسلمانوں سے پوچھیے کہ عیسیٰ ابن مریم کے متعلق اُن کا کیا عقیدہ ہے۔ شاہِ حبش نے مسلمانوں کو پھر طلب کیا۔ مسلمان ڈرے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا تو کہہ نہیں سکتے۔ اور اللہ کا بیٹا نہ کہنے سے شاہ حبش بگڑ جائے گا۔ مگر حضرت جعفر طیارؓ نے ہمت دکھائی۔

Marfat.com

کہا۔ کچھ بھی ہو۔ اپنا عقیدہ بتائیں گے"۔ چنانچہ جب............
..........شاہِ حبش نے پوچھا "عیسیٰ بن مریم کی بابت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟" تو
...........حضرت جعفر طیارؓ نے کہا "ہمیں بتایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ اور کلمۃ اللہ ہیں"۔

شاہِ حبش نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا "اللہ کی قسم تمہیں جو بتایا گیا ہے، عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اُس سے زیادہ نہیں ہیں"۔

عیسائی پادری دربار میں موجود تھے۔ انھیں شاہ حبش کا فقرہ اچھا نہیں لگا۔ اُن کی تیوریاں چڑھ گئیں، غصہ سے نتھنے پھول گئے۔ مگر شاہِ حبش نے پرواہ نہیں کی۔ اور کفار مکہ بے نیل و مرام مکہ واپس لوٹے۔

اسی دوران میں کسی نے حبش پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے شاہ حبش کو اپنی خدمات پیش کیں اور اس کی فتح کے لیے دعائیں مانگیں۔

Marfat.com

سرورِ کائناتؐ کا استقلال

مسلمانوں کے حبش ہجرت کر جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے درجہ کے مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے تھے جنہیں ستانا یا جن کی تحقیر کرنا آسان نہیں تھا۔ لہٰذا کفارِ مکہ نے اب اور اور حرکتیں شروع کیں۔

مکہ کا ایک بہت بڑا دولتمند عتبہ بن ربیعہ کفار کی طرف سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

بھتیجے! دولت کمانا مقصود ہے تو ہم ویسے ہی دولت دینے کو تیار ہیں، جو کچھ جمع کر کے لے آئیں۔ یا عزّ و جاہ کا شوق ہے تو تمہاری سرداری ہمیں بخوشی منظور ہے۔ اور حکومت کرنی چاہتے ہو تو سارا عرب نذر ہے۔ بادشاہ بن جاؤ۔ مگر ان باتوں سے باز آؤ۔ اور اگر دماغ میں خلل ہے تو ہم علاج کرائیں۔

لے کارلائل لکھتا ہے:۔ جذبۂ جاہ پرستی انہیں ہرگز نہیں۔ اس سیاہ چمکیلی آنکھوں اور گہرے اور کشادہ قلب والے فرزندِ صحرا کے دل میں جو جذبات موجزن تھے وہ جاہ پرستی سے بالکل الگ تھے۔ وہ اُن میں سے تھا جو صداقت مجسّم ہوتے ہیں۔ وہ جنہیں خود فطرت صداقت کے لئے منتخب کرتی ہے جبکہ ساری دنیا رسومات کہن اور نظری اعتقادات کی وادیوں میں گامزن نظر آتی ہے اور اُن ہی فرزندِ
(باقی فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر)

حضورؐ نے فرمایا۔ تمہارا کوئی گمان بھی درست نہیں ہے۔ میں نہ دولت کا خواہاں ہوں نہ عزت وحکومت کا۔ حقیقت کیا ہے؟ اُسے سنو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ۔ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۙ۔ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ۔ وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ۔ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡہِ وَ اسۡتَغۡفِرُوۡہُ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ۔ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ۔

مفہوم:۔ یہ جو کچھ کہا جارہا ہے اللہ رحمٰن رحیم کے حکم سے کہا جارہا ہے۔ قرآن (تمہاری) عربی زبان میں ہے۔ جو سمجھدار ہیں اُن کے لیے اِس کی باتیں بالکل صاف ہیں۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو بشارت دیتا ہے کہ نیک

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۷۵) روایات میں اپنا اطمینان پالیتی ہے۔ اِس قسم کا انسان اپنے آپ کو اِس جھوٹے اطمینان کے نقاب میں چھپانا نہیں چاہتا۔ وہ اِس تمام ہجوم میں اپنے آپ کو تنہا پاتا ہے اور اُس کی زندگی اِسکی اپنی روح یا باطن میں حقیقت کی تڑپ ہوتی ہے۔ ایسے شخص کا پیغام، تہِ فطرت کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز ہوتا ہے۔
(ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ بحوالہ معراج انسانیت)

عمل کرو گے تو جزا ملے گی۔ اور ڈراتا ہے کہ بُرے عمل کرو گے تو سزا ملے گی۔ اکثر لوگوں نے قرآن سے منہ موڑ رکھا ہے۔ وہ قرآن کی آواز کانوں میں نہیں آنے دیتے اور کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارے دل پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ اور ہمارے کان ایسی باتیں نہیں سُنتے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے (جس سے ہم تمہارے ہم خیال نہیں ہو سکتے) پس بہتر ہے کہ تم اپنے طریقہ پر عمل کئے جاؤ اور ہم اپنے طریقہ پر عامل رہیں۔

اے رسول! انہیں بتا دو کہ میرے تمہارے درمیان پردہ حائل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں تم ہی جیسا انسان ہوں۔ ہاں مجھ پر وحی ضرور نازل ہوتی ہے۔ تمہارا معبود فقط وہی ایک اللہ ہے، پس تم اُس پر ایمان لاؤ اور اُسی کی طرف متوجہ ہو اور اُسی سے گناہوں کی معافی مانگو۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی سے انکار کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیکوکار ہیں انہیں ایسا اجر ملے گا جس کا کچھ حد و حساب نہیں ہے۔

عتبہ ہاتھوں پر سہارا لئے پیچھے کو جھکا مبہوت بیٹھا تھا۔ اور محویت کے ساتھ سُن رہا تھا۔ حضورؐ نے تلاوت ختم کی تو عتبہ بغیر کچھ کہے اور بولے چل دیا۔ باہر مجمع اُس کا منتظر تھا۔ پوچھا، کیا کر آئے؟ عتبہ نے کہا۔ جو کلام سُنا ہے وہ کہانت، شعر، جادو اور منتر ہرگز نہیں ہے۔ میرا مشورہ مانو تو محمدؐ سے مت ٹکراؤ۔

Marfat.com

اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ مجمع چلایا۔ محمدؐ کا جادو کام کر گیا۔

خیر یہ دیکھ کر کہ لالچ دینے کی تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی، کُفّار کے سردار جناب ابو طالب کے گھر پہنچے اور کہا جن بُتوں کو ہمارے اجداد پوجتے تھے اُنھیں تمہارا بھتیجا اس قدر بُرا بھلا کہہ چکا ہے کہ اب ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ آپ کا ہمیں لحاظ ہے۔ آپ اُسے سمجھا لیجیے۔ ورنہ لحاظ ٹوٹ جائے گا۔ آپ اکیلے ہم سب کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہم محمدؐ کی جان لے لیں گے۔

جناب ابو طالب نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت محبت سے سمجھایا کہ واقعی ساری قوم کا مقابلہ ناممکن ہے۔ تم اپنی روش بدلو۔ اور مجھے پریشانی سے بچاؤ۔ میرے اوپر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اُسے اُٹھا نہ سکوں۔ لوگ بے قابو ہوئے جاتے ہیں۔ میں تمہاری حمایت کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔

نبوت کی پرکھ کا وقت تھا۔ حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر پورے استقلال سے فرمایا۔ میں اللہ کے فرمان میں کیا تبدیلی کروں گا۔ میں ایک لفظ کم یا زیادہ نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی اللہ کے حکم سے سرتابی میرے لئے محال ہے۔ جان جاتی رہے تو جاتی رہے۔

دھمکی کا بھی تجربہ ہو گیا تو کفارِ مکہ کہنے لگے۔ عتبہ اکیلے کا اثر نہیں پڑا تھا

Marfat.com

آؤ محمد پر ہم سب مل کر زور ڈالیں۔ چنانچہ حضورؐ کو پیغام بھیجا گیا کہ تمام سردار خانہ کعبہ میں جمع ہیں اور تم سے گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ حضورؐ فوراً تشریف لے گئے۔ سرداروں نے وہی باتیں دُہرائیں جو عتبہ کہہ چکا تھا اور کہا۔ تم نے ہمیں عجیب کشمکش میں پھنسا دیا ہے۔ اور اُس کشمکش کا خاتمہ ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ کوئی آفت ایسی نہیں ہے جس میں ہم تمہاری وجہ سے مبتلا نہ ہو گئے ہوں۔ عقل کام نہیں کرتی کہ نیا دین پھیلا کر تم حاصل کیا کرنا چاہتے ہو۔ روپیہ ہم اتنا جمع کر کے دے سکتے ہیں کہ تم ملک کے ہر دولتمند سے بڑھ جاؤ۔ بادشاہ بنانے کو ہم تیار ہیں۔ حسین سے حسین عورت تمہیں دی جا سکتی ہے۔ اور اگر جن بھوت کا سایہ ہے تو اس کا علاج اپنے خرچ سے کرا دیں۔ یا تم تندرست ہو جاؤ یا ہم تمہیں معذور گردان لیں۔

حضورؐ نے وہی جواب دیا جو عتبہ کو دیا تھا کہ میں جو کام کر رہا ہوں دولت، اعزاز، اور حکومت کی خاطر نہیں کر رہا۔ مجھے اللہ نے مبعوث فرمایا ہے اور بشارت اور خوف دلانے کا حکم کیا ہے۔ اللہ مجھ پر وحی کرتا ہے میں اُسے تم تک پہنچا دیتا ہوں۔

سرداروں نے کہا۔ اچھا اپنی رسالت کا ثبوت دو۔ یہ پہاڑ جو ہمارے آگے کھڑا ہے اِسے ہٹا دو۔ چٹیل میدان نکل آئے اور یہاں ویسی نہریں بہنے لگیں، جیسی شام اور عراق میں بہتی ہیں پانی کی قلت دور ہو جائے اور تشنگی ترشی کی بجائے

زندگی فارغ البالی سے گزرنے لگے۔ نیز ہمارے بزرگوں کو زندہ کردو۔ زندہ ہونے والوں میں قصی بن کلاب ضرور ہوں۔ وہ سچ بولا کرتے تھے۔ ہم تمہارے بارے میں ان سے پوچھیں گے۔ انہوں نے تصدیق کی اور یہ پہاڑ ہٹ گیا اور نہر بہنے لگی تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔

حضورؐ نے فرمایا میں ان کاموں کے لیے نہیں مقرر کیا گیا۔ میں اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے مقرر کیا گیا ہوں۔ اللہ کے احکام میں نے تمہیں پہنچا دیئے۔ تم اللہ کے احکام کے مطابق عمل کرو گے تو دنیا اور عاقبت تمہاری توقع سے زیادہ سدھر جائے گی۔ نہیں عمل کرو گے تم جانو۔ میں اللہ کے فیصلہ کا منتظر رہوں گا وہ جو بھی فیصلہ کرے۔

سرداروں نے کہا ہمارے واسطے کچھ نہیں کرتے تو اپنے ہی واسطے اللہ سے کہو کہ ایک فرشتہ ہر وقت تمہارے ساتھ رکھے جو پکارتا رہے کہ یہ اللہ کا رسول ہے اور ہمیں تمہاری مخالفت نہ کرنے دے۔ نیز اللہ تمہارے واسطے ایک باغ اور محل بنا دے اور تمہیں بے شمار روپیہ دیدے۔ تمہیں معیشت کی تلاش میں مارا مارا نہ پھرنا پڑے۔ تمہاری بزرگی اور رسالت کا کسی شکل میں تو اظہار ہونا چاہیے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ اس قسم کی آرزو میں کرنا میرا شیوہ نہیں ہے۔ میں تو بس صبر کروں گا اور اللہ کے فیصلہ کا منتظر رہوں گا۔

Marfat.com

سرداروں نے کہا - تو آسمان کا تھوڑا سا حصہ ہی ہم پر گرا دو۔

حضورؐ نے فرمایا - یہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔

سرداروں نے کہا - تمہارے اللہ نے تمہیں یہاں آنے سے پہلے نہ بتا دیا کہ ہم ایسے ایسے سوال کریں گے اور تم یہ یہ جواب دینا - لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ یمامہ کا کوئی باشندہ جس کا نام رحمٰن ہے[1]، تمہیں سبق پڑھاتا ہے۔ ہم رحمٰنؐ پر ایمان نہیں لائیں گے - اور یاد رکھو ہم خود مر جائیں گے اور تمہیں مار ڈالیں گے۔ مگر رحمٰن کی تعلیم کی اشاعت نہیں ہونے دیں گے - ہمیں جو کہنا تھا آج برملا کہہ دیا۔

ایک سردار بولا - ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں - ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

دوسرا چلایا - جب تک اللہ اور اس کے فرشتے سامنے آ کر نہ کہیں کہ تو سچا ہے ہم تیری بات کا یقین نہیں کریں گے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے - حضورؐ کے ساتھ عبداللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ بھی اٹھا - یہ عاتکہ بنت عبد المطلب کا بیٹا تھا - یعنی حضورؐ کا پھوپی زاد بھائی - اس نے حضورؐ سے کہا - قوم نے تم سے اپنے واسطے کچھ طلب کیا - وہ تم نہ دے سکے - خود تمہارے واسطے تجویزیں پیش کیں۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ہونے کا تصور اسلام سے پہلے کسی کو نہیں تھا - لوگ سمجھتے تھے کہ رحمٰن ایک شخص ہے جو حضور کا استاد ہے۔

Marfat.com

انھیں بھی تم ٹال گئے حتیٰ کہ اس عذاب کا بھی تم نے وعدہ نہ کیا جس سے روز ڈرانے رہتے ہو۔ لہذا اب اگر تم سیڑھی لگا کر آسمان تک جاؤ اور آسمان سے اُترو اور فرشتے تمہارے ساتھ اُتریں اور تمہاری تصدیق کریں تو بھی میں تمہارا پیرو نہیں بنوں گا۔[۱]

بھانت بھانت کا جانور بولا گیا۔ لیکن حضورؐ نہ ان باتوں سے متاثر ہوئے اور نہ جان لینے کی دھمکیوں سے۔ لاابجھن میں تو خیر کیا آتے۔ حضورؐ بدستور اسی استقلال سے کام کرتے رہے، جیسا استقلال غیر نبی دکھا ہی نہیں سکتا۔

[۱] عبداللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ، بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔ خود آئے اور اسلام قبول کیا۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام

ایک روز حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف فرما تھے۔ ابوجہل اتفاق سے اُدھر آنکلا۔ اُس نے حضورؐ کو اوّل تو خوب صلواتیں سنائیں۔ خوب بُرا بھلا کہا۔ پھر پتھر پھینک مارا، جو حضورؐ کے سر میں لگا اور سر پھٹ گیا۔ اِس کی خبر کہیں حضورؐ کے چچا حمزہ رضؓ تک جا پہنچی۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن آخر چچا تھے اور ابولہب کی قسم کے چچا نہیں تھے محبت نے جوش کھایا جا کر ابوجہل کا سر زخمی کر دیا۔ اِس کے بعد حضورؐ کے پاس آئے اور کہا۔

"بھتیجے خوش ہو جاؤ، میں نے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا۔ چچا! میں بدلوں سے خوش ہونے والا نہیں[1]۔ ہاں تم اسلام کو مان لو تو ضرور خوش ہوں گا۔

---

[1] حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی میں ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ حضورؐ اپنے اوپر زیادتی کرنے والوں سے لڑ پڑے ہوں۔ زیادتی کرنے والوں کو دعائیں تو دی ہیں کہ اللہ تمہیں راہِ راست دکھائے لڑے اور اُلجھے کسی سے نہیں۔ ہاں جمعیتِ کفار نے جمعیتِ مسلمین پر حملے کئے تو

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

حضرت حمزہؓ تشریف ہی لائے تھے اسلام قبول کرنے۔ فوراً کلمہ پڑھ لیا۔

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کے تیسرے دن حضرت عمر فاروقؓ مسلمان ہوگئے۔ اُن کے مسلمان ہونے کا واقعہ عجیب و غریب ہے۔ اور اسلام کی حقانیت کا بڑا ثبوت ہے۔

حضرت عمرؓ ہمیشہ سے جری اور بہادر تھے۔ زمانہ کفر میں بھی اُن کی جرأت اور بہادری کی دھاک تھی۔ وہ سُنتے سُنتے تنگ آگئے کہ حضورؐ کو ہیرا سمجھا جاتا ہے مگر حضورؐ پر اثر نہیں ہوتا۔ آخر ہتھیار لے کر نکلے کہ قصہ ختم کئے دیتا ہوں۔

چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں خبر لگی کہ بہن بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں سوچا پہلے اُن سے نمٹ لوں۔

بہن کے گھر پہنچے۔ بہن کا نام فاطمہؓ تھا۔ بہنوئی کا نام سعید بن زیدؓ۔ دونوں کی ہڈیاں پسلیاں ایک کر دیں۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۸۳)

اُن کا مقابلہ انتہائی شجاعت سے کیا۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ لڑنا صرف اُس وقت چاہیئے جب اسلام پر بن جائے۔ ذاتی جذبے سے متاثر ہو کر لڑنے لگنا یا ذاتی فوائد کی خاطر مسلمانوں کو لڑوا دینا اسلام کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

بہن نے کہا مارے جاؤ جتنا مار سکتے ہو۔ ہماری جان لے لو۔ مگر اسلام کا دامن ہم سے نہیں چھوٹ سکتا۔ اسلام دل میں بس گیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ہاتھ روک لیا۔ اور کہا۔ اچھا مجھے قرآن سناؤ میں بھی تو دیکھوں یہ ہے کیا چیز؟ حضرت فاطمہ بنت خطاب نے سورہ طٰہٰ کا پہلا رکوع سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ پڑھنا شروع کیا۔ حضرت عمرؓ رو پڑے اور جب یہ آیت آئی۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ)

تو بے اختیار فرمایا:۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله۔

اور قاتل بننے کی بجائے جاں نثار بن کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضورؐ حضرت ارقمؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ عمر! کیا ارادہ کر کے آئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ مسلمان بننے کے لئے آیا ہوں۔ یا تو تلوار گلے میں حمایل تھی۔ یا یہ جواب ملا۔ حضورؐ جواب سن کر پکار اٹھے۔ اللہ اکبر۔ اللہ بڑا ہے۔ حاضرین نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ دونوں ۶ھ نبوی میں ایمان لائے تھے۔

Marfat.com

تین سال کی قید

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کے حوصلے خاصے بڑھ گئے۔ لیکن کفار کی سخت دلی میں بھی اضافہ ہوا۔ حضورؐ سرورِ کائناتؐ خود تو کعبہ میں نماز پڑھ لیتے تھے مگر مسلمانوں کو گھر ہی پر چھپ چھپ کر نماز ادا کرنی پڑتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اذان دو اور سب کعبہ میں نماز پڑھو۔ اس سے کفار کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے ۷ نبوی میں حضورؐ کو اور حضورؐ کے قبیلہ کو پہاڑ کے ایک درّہ میں محصور رہنے پر مجبور کر دیا۔

قبیلہ میں جو مسلمان نہیں تھے لیکن حضورؐ سے جناب ابو طالب کے زیر اثر رشتۂ قرابت جوڑے ہوئے تھے وہ بھی درّہ میں بند کئے گئے۔

اس درّہ کا نام شعب ابو طالب ہے۔ یہ بنو ہاشم کی ملکیت تھا۔ حضورؐ کو اور حضورؐ کے مسلم و غیر مسلم قرابتداروں کو اجازت نہیں تھی کہ بازار میں گھسیں اور کھانے کی چیزیں خریدیں، کوئی رحمدل رحم کھا کر پہنچانا چاہتا تھا تو پہنچانے نہ دیا جاتا تھا۔ اور خرید و فروخت تو بڑی بات تھی۔

Marfat.com

ہاشمیوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کی وجہ سے روتے چیختے تو ظالم درّہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے اور رونا چیخنا سنتے تھے اور مزہ لیتے تھے۔

فقط حج کے دنوں میں حضورؐ کو موقع ملتا تھا کہ باہر نکلیں اور وعظ و تلقین کریں۔ حج کے دنوں میں کفار کسی سے نہیں لڑتے تھے۔ تاہم ابولہب حضورؐ کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ حضورؐ جدھر جاتے ابولہب ساتھ ہوتا اور کہتا۔ محمدؐ دیوانہ ہے اس کی بات پر کان مت دھرنا۔ اس کی باتوں میں آ گئے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

تین سال مسلسل بڑی تکلیف سے کاٹے۔ درختوں کے پتے کھائے گئے۔ سوکھے چمڑوں کو پانی سے دھو کر اور پکا کر کھایا گیا۔

کفار نے آپس میں تحریری معاہدہ کیا تھا کہ کامل بائیکاٹ کر کے انہیں عاجز کر دیں گے۔ تحریر کو کعبہ میں لٹکا دیا تھا۔

تین سال میں دیمک وہ تحریر چاٹ گئی اور بعض لوگوں کا دل پسیجا تو محاصرہ اٹھا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پھر میدان میں تشریف لائے۔ حضورؐ کی کارکردگی کے ۲۳ سال میں یہ تین سال بھی شامل ہیں۔ اور فتح مکّہ کے بعد کے دو سال نکال دیجیے تو مکمل کامیابی حضورؐ نے صرف اٹھارہ سال کے اندر اندر حاصل کر لی تھی۔

Marfat.com

ابوجہل کا تمسخر

بہت سے کافر سردار ایک روز یکجا بیٹھے تھے۔ حضورؐ اُن کے پاس سے گزرے۔ ابوجہل چلایا۔ اے اہل عبد مناف! تم میں جو رسول پیدا ہوا ہے وہ آگیا۔ عقبہ بن ربیعہ نے کہا۔ ہاں بھائی، ہمیں کب انکار ہے ہم میں سے جس کا جی چاہے رسول بن جائے جس کا جی چاہے فرشتہ بن جائے۔

حضورؐ یہ فقرے سُن کر پلٹے اور بولے۔ عقبہ! تجھے اللہ اور اُس کے رسول کی حمایت کی کبھی توفیق نہ ملی۔ تو بات کی پچ ہی کیے جاتا ہے۔

پھر حضورؐ نے ابوجہل سے فرمایا۔ ابوجہل! وہ وقت قریب ہے کہ تو ہنسے گا کم اور روئے گا زیادہ۔

آخر میں سب کو مخاطب کر کے کہا۔ تم جس دین کا آج انکار کرتے ہو اُس دین میں بالآخر داخل ہو گے۔ اور یہ دن دُور نہیں ہے۔

حضرت خدیجہؓ اور جناب ابو طالبؑ کی رحلت

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور جناب ابو طالب، عالمِ اسباب میں حضور سرورِ کائناتؐ کے دو سہارے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی ساری دولت اسلام کی نذر کردی تھی۔ اور جناب ابو طالب وہ تھے جن کی وجہ سے کُنبے کا اتنا تعلق باقی تھا کہ مسلمان نہ ہونے کے باوجود کُنبہ تین سال حضورؐ کی خاطر شعب ابو طالب میں محصور و محبوس رہا اور شدائد برداشت کرتا رہا۔ جناب ابو طالب نے اسلام قبول نہیں کیا تھا[1]۔ لیکن حضورؐ کے کام برابر آتے تھے۔

---

[1] ایک روایت ہے کہ مرتے وقت جناب ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے جو اُس وقت تک اسلام کے خلاف تھے کان لگا کر سنا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔ تو تم جو کلمہ پڑھوانا چاہتے تھے وہی پڑھ رہے ہیں۔ مگر بخاری و مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے جناب ابو طالب سے فرمایا کہ اب بھی کلمہ پڑھ لیجیے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ پڑھ لیتا لیکن قریش طنز کریں گے کہ موت سے ڈر گیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا میں آپ کے لیے اُس وقت تک دُعائے مغفرت کیے جاؤں گا جس وقت تک اللہ دُعا سے روک نہیں۔

(بقیہ فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر ہے)

Marfat.com

سنہ ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ اور جناب ابوطالب، دونوں کا تین دن کے اندر انتقال ہوگیا[1]۔ پہلے جناب ابوطالب نے انتقال کیا[2]۔ تین دن بعد حضرت خدیجہؓ نے داغِ مفارقت دیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضورؐ کی ایسی بیوی تھیں جنہیں حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا تھا۔ اُن کی غم گساری کو حضورؐ مدت العمر یاد کرتے رہے۔

(بقیہ نٹ نوٹ صفحہ ۸۹)

غرض جناب ابوطالب کا اسلام و کفر مشتبہ ہے۔ واللہ اعلم۔ وہ مسلمان ہو جاتے تو اور زیادہ کیا کرتے اور مسلمان نہیں ہوئے تو بھی اُن کی خدا شناسی بے مثال ہے۔

جس سال حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور ابوطالب نے رحلت فرمائی ہے اُس سال کو حضور صلعم "عام الحزن" "غم کا سال" کہا کرتے تھے۔

ان دونوں کی رحلت سے کفار کا لحاظ بالکل ٹوٹ گیا اور حضورؐ پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

[1] انتقال کے وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر ۶۵ سال تھی اور جناب ابوطالب کی عمر ۸۸ سال تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پندرہ برس بڑی تھیں اور جناب ابوطالب ۳۵ برس بڑے تھے۔

[2] بعض کا بیان ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال پہلے ہوا تھا اور جناب ابوطالب کا تین دن بعد۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور جناب ابو طالب کے انتقال سے ستانے اور دُکھ دینے والے دلیر ہو گئے۔ لیکن حضورؐ کا حقیقی سہارا تو اللہ تھا۔ حضورؐ نے حضرت خدیجہ اور جناب ابو طالب کا صدمہ ضرور کیا۔ لیکن ہمت بھلا کیا ہار سکتے تھے۔ ایک روز کسی شقی نے حضورؐ کے اوپر کیچڑ ڈال دی۔ حضورؐ کیچڑ میں اَٹے ہوئے گھر آئے۔ حضرت فاطمہؓ دُھلاتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بیٹی! روتی کیوں ہو، تمہارے باپ کا محافظ تو اللہ ہے۔

Marfat.com

سرورِ کائنات صلعم کا سخت ترین امتحان

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور جناب ابو طالب کے انتقال کے بعد حضور سرورِ کائنات صلعم نے ایک تبلیغی دورہ کیا، مکہ سے چلے اور راستہ میں قبیلہ قبیلہ کو اللہ کا پیغام سناتے طائف پہنچے۔

طائف عرب کا کشمیر ہے۔ یہاں کے باشندے سمجھتے تھے کہ ہم ملک کے سرد اور شاداب حصہ پر قابض ہیں۔ لہذا جتنا اکڑیں اور اینٹھیں کم ہے۔ ہمیں تکبر کا حق ہے۔ حضور صلعم مکہ سے طائف تک پا پیادہ گئے تھے اور صرف ایک صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے[1]۔ حضور صلعم اول طائف کے سرداران عبدیالیل۔ مسعود اور حبیب سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یہ تینوں بھائی بھائی تھے۔ ایک نے کہا اللہ کے پاس اور کوئی نہیں رہا

---

[1] ذرا غور کیجیے۔ صرف ایک صحابی کو ساتھ لے کر طائف پہنچ جانا کتنی بڑی بات ہے۔ اللہ کا وعدہ واللہ یعصمک من الناس۔ اللہ تمہیں انسانوں کے ہاتھوں سے محفوظ (ضرور) رکھے گا ہی اتنی ہمت کرا سکتا ہے۔ کنبے اور قبیلے کا سلوک دیکھ لینے کے بعد یہ توقع ہرگز قائم نہیں کی جا سکتی تھی کہ اعیانِ طائف سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ طائف میں حضور صلعم سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو ظلم ڈھائے گئے (باقی صفحہ ۹۳ پر)

Marfat.com

تھا جو اُس نے تجھے رسول بنایا ہے۔ جسے مکّہ سے طائف آنے کے لئے سواری بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ رسول بناتا تو کسی کھاتے پیتے اور بڑے آدمی کو بناتا۔

(فٹ نوٹ صفحہ ۹۲) وہ متوقع تھے۔ لیکن وہاں تو حکم کی تعمیل کا معاملہ تھا۔ پھر یہ نہیں ہوا کہ ظلموں سے گھبرا کر کہہ دیا ہو کہ میں فرض پورا کر چکا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ چاہے جنت میں جاؤ چاہے دوزخ میں۔ مجھے اپنی جان نہیں گنوانی۔ بلکہ اس کے برعکس جد و جہد کی رفتار اور بڑھتی چلی گئی۔ ؎

حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

غیر مخلص اور جھوٹے لیڈر ذرا سا خطرہ پاتے ہیں تو تہہ خانوں میں چھپ جاتے ہیں۔ اور خطرات کی خیالی اذیت انہیں کبھی ہوتی بھی ہو تو اس کے بدلے انتہائی لُطف بھی حاصل کرتے ہیں۔ مگر حضورؐ نے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ پس تمہیں جو دیا گیا ہے اُسے آشکارا کر دو اور شرکوں مشرکوں کی پرواہ نہ کرو۔ اور وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ ج جیسا کہ حکم دیا گیا ہے جمے کھڑے رہو پر عمل کیا اور مصائب مسلسل برداشت فرمائے اور جب مصائب سے نجات ملی تب بھی تن کو آسائش نہیں دی۔ ؎

سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

جھوٹے اور غیر مخلص لیڈر دوسروں کو کٹوا دیتے ہیں مگر اپنے اوپر آنچ نہیں آنے دیتے۔ حضورؐ دوسروں سے جو کچھ فرماتے تھے اُس پر خود پہلے عمل کرتے تھے۔ حضورؐ اول المسلمین ہیں۔ خود فرمایا ہے۔ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

Marfat.com

دوسرا بولا۔ اللہ تجھ جیسے کو رسول بنا دے تو مکہ جا کر اور کعبہ کے آگے کھڑا ہو کر داڑھی منڈوا دوں۔ تیسرا بولا۔ بھائی! تو اگر واقعی رسول ہے تو تجھ سے بحث کرنی خطرناک ہے۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ جھوٹے سے کلام کروں۔ ہیں دونوں صورتوں میں بات کرنی نہیں چاہتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا تم تینوں کم از کم خاموش رہو۔ دوسروں کو اپنا اپنا دماغ خراب کرنے دو۔ تم اُن پر اثر نہ ڈالو۔ لیکن یہ تینوں ایک سے ایک بڑھ کر شریر تھے۔ اُنہوں نے اپنے غلاموں کو اور شہر کے چھوکروں کو اُکسا دیا۔ حضورؐ جدھر سے گزرتے اور جہاں وعظ و تلقین فرماتے یہ تھڑدے چاروں طرف سے حضورؐ پر پتھروں اور گالیوں کا مینہ برساتے۔ حضورؐ نڈھال ہو کر بیٹھتے تو بیٹھنے نہ دیا جاتا۔ کھڑا کر کے ہی پتھراؤ کیا جاتا۔ حضورؐ لہو لہان ہو جاتے۔ اتنا خون بہتا کہ جوتوں تک پہنچتا اور جوتوں میں جم جاتا اور جوتوں سے پاؤں نکالنے مشکل ہو جاتے۔ ایک روز تو ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ حضورؐ بازار میں ٹھہر نہ سکے۔ عقبہ اور شیبہ دو شخص تھے۔ اُن کا باغ قریب تھا۔ باغ انگوروں کا تھا۔ انگوروں کی ٹٹیوں کی آڑ میں حضورؐ نے پناہ لی۔ عقبہ اور شیبہ دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے اپنے غلام سے کہا۔ محمد کو وہیں روکو، مگر اسے انگور کھلاؤ۔

غلام کا نام عداس تھا۔ عداس نے حضورؐ کے سامنے انگور رکھے۔ حضورؐ نے انگور کھانے سے پہلے کہا۔ بسم اللہ۔ عداس نے پوچھا۔ بسم اللہ کا کیا

Marfat.com

مطلب۔ میں نے تو یہاں بسم اللہ کسی کو کہتے نہیں سُنا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو، تمہارا مذہب کیا ہے، عداس نے کہا۔ نینوا کا باشندہ ہوں اور عیسائی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یونس ؑ جیسے بزرگ کے ہم وطن۔ عداس نے کہا۔ آپ یونس بن متی سے باخبر ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا وہ نبی تھے، میں بھی نبی ہوں۔ وہ میرے بھائی تھے۔

عداس حضورؐ کے قدموں میں گر پڑا۔ قدموں کو بوسہ دیا۔ ہاتھوں کو چُوما۔ سر کو چوما۔ عقبہ اور شیبہ کہنے لگے۔ عداس ہمارے ہاتھ سے گیا۔ اور عداس نزدیک آیا تو اس سے سوال کیا۔ تجھے کیا ہو گیا تھا جو محمدؐ کے ہاتھ پاؤں چوم رہا تھا۔ عداس نے کہا۔ یہ بہترین انسان ہے۔ اس سے بہتر انسان آج پردہ زمین پر نہیں ہے۔ اس نے ایسی بات بتادی جو نبی ہی بتا سکتا تھا۔

عقبہ اور شیبہ نے عداس کو ڈانٹا کہ خبردار، اپنا دین مت چھوڑنا۔ تیرا دین اس کے دین سے اچھا ہے۔

ایک روز حضورؐ وعظ کے دوران میں چوٹیں کھاتے کھاتے بیہوش ہو گئے۔ حضرت زیدؓ پیٹھ پر اُٹھا کر آبادی سے باہر لے گئے اور پانی کے چھینٹے دیئے تب ہوش آیا۔

غرض کہ طائف میں حضورؐ نے مکّہ سے بھی زیادہ اذیتیں پائیں اور مسلمان

Marfat.com

طائف میں ایک نہ بنا۔ حضورؐ نے دُعا کی۔

"یا اللہ میں ناتواں اور بے سروسامان ہوں۔ لوگ مجھے حقیر خیال کرتے ہیں۔ یا اللہ میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ تو عاجزوں کا ملجے وماوئے ہے۔ تو میرا رب ہے۔ تو مجھے کن کے حوالے کئے دیتا ہے۔ بدمزاج اغیار سے اور ایسے دشمنوں سے میرا پالا پڑا ہے جو میرے کام کو چلنے نہیں دیتے۔

تیرا تو مجھ سے خوش ہے اور مجھ پر غضبناک نہیں ہے تو میں ان باتوں کی پرواہ کیوں کروں۔ تیری عنایت اور مہربانی میرے لئے کتنی وسیع ہے۔ میں تیرے نور کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ جس سے تاریکیاں مبدل بہ روشنی ہو جاتی ہیں۔ اور دُنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں۔

بس تیرا غضب مجھ پر نازل نہ ہو۔ اور تیری ناخوشی سے مجھے سابقہ نہ پڑے۔ مجھے تیری خوشی اور رضا مطلوب ہے۔ میں کوئی اچھائی نہیں کر سکتا اور کسی برائی سے نہیں بچ سکتا جب تک تیری مدد شامل حال نہ ہو۔

آخر میں حضورؐ نے کہا:۔

طائف والوں کی تباہی کا میں خواہاں نہیں ہوں۔ اور اُن کی بربادی کی میں دعا نہیں کرتا۔ یہ اللہ پر ایمان نہیں لائے۔ نہ لائیں۔ ان کی

Marfat.com

اولادیں ایمان لائیں گی"۔

طائف سے واپس آکر حضورؐ نے قبیلوں میں تبلیغ کا کام بڑھا دیا۔ اور کچھ نہ کر سکتے تو راستہ میں کھڑے ہو جاتے اور جو مسافر مل جاتا اُسے اللہ واحد کا پیغام پہنچا دیتے۔

مکّہ میں میلے لگا کرتے تھے اور اُن میں اِدھر اُدھر کے بہت سے لوگ آتے تھے۔ اور حج کے زمانہ میں تو دُور دُور کے قبیلے جمع ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو عبد اللہ میں گئے اور فرمایا۔ تمہارے جد کا نام عبداللہ تھا۔ تم اس نام کی لاج رکھو اور اسم با مسمّٰی بن جاؤ۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ میں گئے۔ سردار قبیلہ بحیرہ بن فراس نے کہا۔ میں تیری بات مان لوں اور تجھے مخالفوں پر غلبہ دلا دوں تو کیا تیرے بعد یہ غلبہ میرے حصہ میں آئے گا۔ وعدہ کر تو تیری بات ماننے کو تیار ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ اللہ کے اختیار کی چیز ہے۔ وہ جسے چاہے میرا جانشین بنائے۔ بحیرہ بولا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیری خاطر میں سارے عرب سے دشمنی مول لوں۔ اور جب تو کامیاب ہو جائے تو تیری جانشینی کا لطف کسی اور کو ملے۔ مجھے ایسا سودا منظور نہیں ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو حنیفہ میں گئے۔ قبیلہ بنو حنیفہ کا برتاؤ طائف والوں سے بھی بدتر تھا۔ مسیلمہ کذاب جس نے بعد میں نبوّت کا دعویٰ کیا تھا اسی قبیلہ کا سردار

تھا۔

صرف ایک قبیلہ بنو ذہل بن شیبان نے کچھ آدمیت برتی۔ اس قبیلہ میں جاتے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ ہمراہ تھے۔ اُنھوں نے قبیلے کے سردار مفروق سے کہا۔ تم نے ہمارے رسول کا تذکرہ سنا ہوگا۔ وہ یہ ہیں۔ مفروق نے حضورؐ سے پوچھا۔ قریشی بھائی! تم کیا تلقین کرتے ہو؟ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ کہ اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ اور پھر یہ آیتیں تلاوت کیں :

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ
مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۔ وَلَا تَقْرَبُوا
الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُونَ (انعام - ۱۹)

مفہوم :- کہہ کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ اللہ نے کون کونسی چیزیں حرام کی ہیں۔ (ایک تو شرک حرام کیا ہے اور) یہ (حکم دیا ہے) کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ (دوسرے والدین سے سرکشی کرنے کو منع فرمایا ہے) اور (حکم دیا ہے) کہ والدین کی خدمت کا حق ادا کرو۔ (تیسرے قتل اولاد سے روکا ہے) اور (حکم دیا ہے) کہ اپنے بچوں کو افلاس کے ڈر سے مت ہلاک کرو۔

Marfat.com

ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں۔ انہیں بھی روزی دیں گے۔ (چوتھے فحش سے روکا ہے) اور (حکم دیا ہے کہ) فحش باتوں کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ علی الاعلان ہوں یا چوری چھپے ہوں۔ (پانچویں انسانی جان لینے سے روکا ہے) اور (حکم دیا ہے کہ) انسان کی جان جسے اللہ نے حرام کیا ہے ناحق مت ہلاک کرو۔

مفروق کے برابر قبیلہ کے دوسرے سردار مثنیٰ اور ہانی بن قبیصہ بھی بیٹھے تھے۔ سب نے کہا کلام تو بہت خوب ہے لیکن یکایک اعتقاد بدل لینا اور باپ دادا کا دین چھوڑ دینا دشوار کام ہے۔ علاوہ ازیں ہمارا کسریٰ سے معاہدہ ہے کہ اس کے سوا ہم کسی اور کا اثر قبول نہیں کریں گے۔ حضورؐ نے ان لوگوں کی راست گفتاری کو پسند کیا۔ اور کہا۔ اپنے دین کی اللہ آپ مدد کریگا۔

اہل مکہ کی بجائے حضورؐ نے قبائل کی طرف توجہ منعطف فرما رکھی تھی۔ لیکن اہل مکہ اذیت دہی سے پھر بھی باز نہیں آتے تھے۔ بلکہ ان کا غصہ کچھ زیادہ ہو گیا تھا۔ حضورؐ نماز پڑھتے تو نماز کا مذاق اڑاتے۔ قرآن پڑھتے تو قرآن کو، قرآن لانے والے کو۔ اور قرآن نازل کرنے والے کو گالیاں سناتے۔ حضورؐ سجدہ میں جاتے تو گردن پر اتنی نجاست ڈال دیتے کہ گردن نہ اٹھتی۔ حضورؐ کے گلے میں چادر لپیٹ کر بل دیتے اور پھر اسے کھینچتے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے گلے میں نشان پڑ جاتے۔

سوید بن صامت۔ ایاس بن معاذ اور ضماد ازدی

سوید بن ثامت یثربی اپنے قبیلہ (خزرج) میں کامل کے لقب سے ملقب تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دن مل گئے۔ حضورؐ نے دعوت اسلام دی۔ انہوں نے کہا۔ تمہارے پاس وہی چیز تو نہیں ہے جو میرے پاس ہے۔ حضورؐ نے دریافت کیا۔ تمہارے پاس کیا ہے؟ بولے لقمان کی حکمت۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لقمان کی حکمت میں بھی تو سنوں کیسی ہے۔ انہوں نے اپنے چند شعر پڑھے، جن میں حکمت لقمان کے مضامین کو بیان کیا گیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ عقل کی باتیں ہیں۔ مگر میرے پاس لقمان کی حکمت نہیں ہے قرآن ہے۔ حضورؐ نے قرآن مجید کی آیات سنائیں۔ حضرت سوید بن صامت نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

جب حضرت سوید رضی اللہ عنہ یثرب واپس پہنچے تو ان کے قبیلے نے انھیں شہید کر دیا۔

ایاس بن معاذ بھی یثرب کے باشندے تھے۔ یثرب سے ایک وفد مکہ

Marfat.com

آیا تھا۔ ایاس بن معاذ اس وفد کے رُکن تھے۔ حضورؐ اس وفد سے ملنے تشریف لے گئے اور فرمایا:۔

میں تمہیں ایسی شے دینی چاہتا ہوں جو تمہارے لیے موجبِ فلاح و کامرانی ہے۔ کیا تم اُسے لو گے؟

انہوں نے کہا۔ وہ کیا ہے؟

حضورؐ نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ نے مجھے اپنی مخلوق کے پاس بھیجا ہے۔ میں اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی کی طرف بُلاتا ہوں اور غیر اللہ کی بندگی سے روکتا ہوں۔ مجھ پر اللہ نے کتاب نازل کی ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے قرآن مجید پڑھا۔ ایاس بن معاذ پر قرآن کا اثر ہوا۔ وہ بولے:۔

اے میری قوم کے لوگو! تم یہاں جن مقاصد کے حصول کی خاطر آئے ہو، یہ شے اُن سے بہتر ہے۔

اُنس بن رافع وفد کا سردار تھا۔ اُس نے مٹھی میں کنکریاں بھر لیں اور ایاس بن معاذ کے منہ پر ماریں اور کہا۔ زبان بند کر۔ ہم جس کامؐ کے واسطے آئے ہیں

له یثرب کے یہودیوں کے علاوہ جتنے لوگ تھے، یعنی بت پرست، وہ سب دو بھائیوں، اوس اور خزرج کی اولاد تھے۔ اوس اور خزرج کی اولاد کے درمیان اُس زمانہ میں کچھ جھگڑا ہوا تھا اور اس میں اوس کی اولاد نے زک اٹھائی تھی۔ اوس کی اولاد کا یہ وفد مکہ اس واسطے آیا تھا کہ اہل مکہ کو اپنا حلیف اور خزرج کی اولاد کا مخالف بنائے۔

Marfat.com

ہمیں وہی کرنا چاہیئے۔ ہم اور اوہ باتوں میں نہیں پھنس سکتے۔

ایاس بن معاذ بھی وطن پہنچ کر وفات پا گئے۔ طبعی موت سے ان کا انتقال ہوا۔ مرتے وقت اللہ کی ثنا و صفت اُن کی زبان پر تھی۔

ضماد ازدی یمن کے باشندے تھے۔ اور عرب بھر میں جھاڑ پھونک کے لئے مشہور تھے۔ انہوں نے حضورؐ کی بابت سُنا کہ حضورؐ پر جنات کا اثر ہے۔ وہ مکہ آئے اور حضورؐ سے کہا۔ میں تمہارا علاج کروں گا۔ سامنے بیٹھ جاؤ اور میرا منتر کان لگا کر سنو۔ حضورؐ نے فرمایا۔ پہلے جو میں پڑھوں اُسے سن لو۔ اور حضورؐ نے پڑھنا شروع کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

مفہوم:۔ تمام ثنا و صفت کا مستحق اللہ ہے۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور ہر کام میں اس کی مدد کے طلبگار ہوتے ہیں جسے اللہ راہ ہدایت دکھا دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے اللہ ہی راہ نہ دکھائے اسے کوئی راہ پر نہیں لا سکتا۔ میں یہ بتاتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ ایک ہے۔ اور وہ شریک کار سے بے نیاز ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ محمدؐ اُس کا بندہ اور رسول ہے۔

Marfat.com

ضماد نے کہا۔ یہ کلمات دوبارہ پڑھیئے۔ حضورؐ نے دوبارہ تلاوت فرمائی۔ ضماد نے کہا ایک دفعہ اور۔ حضورؐ نے پھر تلاوت فرمائی۔

تین دفعہ سننے کے بعد حضرت ضمادؓ نے کہا۔ ہاتھ بڑھایئے میں مسلمان ہوتا ہوں۔

معراج

اہلِ طائف اور قبیلہ بنو عبداللہ اور قبیلہ بنو عامر اور خاص طور سے قبیلہ بنو حنیفہ کی شدید ترین اذیتوں کو برداشت کرنے کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا وہ کرم ہوا جو بے مثال ہے۔ رحمت کا دریا جوش میں آگیا۔ وحی کے ذریعہ حق و باطل اور خیر و شر کے سابق معرکوں کا حال سُنا سنا کر تسلی اور دلاسا تو برابر دیا جاتا ہی تھا۔ وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَکَ ۚ رسولوں کی سرگذشتوں میں سے جتنے واقعات ہم تمہیں سناتے ہیں اُن سب کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے دل کو تسکین دیں۔ فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ۔ لوگ آج اگر تم کو جھٹلا رہے ہیں (تو کون سی نئی بات ہے) تم سے پہلے کے رسول بھی اسی طرح جھٹلائے جاتے تھے۔ وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا کُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤی اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ تم سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے۔ سو انہوں نے لوگوں کے

Marfat.com

جھٹلاتے اور اذیت دینے پر صبر کیا اور اپنے کام میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ بالآخر ہماری مدد آ پہنچی۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ ان مذاق اڑانے والوں سے نمٹنے کے لئے ہم تیری حمایت کو کافی ہیں۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ صبر سے کام لو بالآخر کامیاب ہو گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ قرآن مجید ہمت بڑھانے والی اور حوصلہ افزا آیات سے پُر ہے۔
لیکن اب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضورؐ کو اپنے پاس بلایا۔ یہ وہ شرف تھا جو کسی دوسرے نبی اور رسول کو نہیں بخشا گیا۔

بلانے کی کیا صورت تھی جس طرح زمین پر لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں آیا حضورؐ اسی طرح ایک عالم سے دوسرے عالم میں تشریف لے گئے تھے یا جسم یہاں رہا تھا اور روح نے سفر کیا تھا۔

قرآن میں جسمانی یا روحانی کی وضاحت نہیں ہے۔ احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ امیر معاویہؓ اور امام حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ معراج روحانی تھی۔ جسم اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔ جو لوگ ان روایتوں کی بنا پر معراج روحانی کے قائل ہیں وہ بھی معراج روحانی کو خواب نہیں کہتے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض خواب دیکھتے تو یہ کونسی اہم بات تھی جو قرآن مجید میں اس کا اتنے زور سے ذکر ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

Marfat.com

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

مفہوم۔ پاک (اور بڑی قدرت والا) ہے وہ (اللہ) جو ایک رات اپنے بندے (محمدؐ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا، جسے ہم نے اپنی برکتوں کے سائے میں لے رکھا ہے (کیوں لے گیا) اس لئے کہ ہم انھیں اپنی (قدرت کی) بعض نشانیاں دکھائیں۔ (بے شک وہ (اللہ) سمیع و بصیر ہے (کہ بندوں کی ان آوازوں کو سنتا ہے جنہیں اور نہیں سن سکتے اور بندوں کے وہ حال دیکھتا ہے جنہیں اور نہیں دیکھ سکتے۔)

خواب تو آپ اور ہم بھی دیکھتے ہیں۔ غیر مسلم بھی خواب دیکھنے سے محروم نہیں ہیں۔ زلیخا کا شوہر مسلمان نہیں تھا جس کے خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بتائی تھی۔ اور حضرت یوسف کے زندانی ساتھی بھی مسلمان نہیں تھے جو خواب دیکھا کرتے تھے اور حضرت یوسفؑ سے تعبیریں لیتے تھے۔ ان کے خواب، خواب ہوتے تھے اضغاث احلام نہیں ہوتے تھے۔

خیر! قائلین معراج روحانی کے نزدیک معراج خواب نہیں ہے۔ غیر معمولی انعام ہے۔ خواب سے بالکل مختلف چیز۔ اس نوعیت کی چیز کہ معراج جسمانی کا تصور اور اندازہ تو ہو سکتا ہے۔ معراج روحانی کا تصور و اندازہ محال ہے۔ لیکن معراج جسمانی کی تائید میں روایتیں اتنی زیادہ ہیں کہ مسلمان

علماء کی اکثریت نے اِن کے آگے سرِتسلیم خم کردیا ہے۔ یعنی حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جا گئے ہیں اللہ کے پاس اس طرح گئے جس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں۔ اُس وقت حضورؐ کے جسم اور روح میں فرق نہیں رہا تھا۔ بیت المقدس میں حضورؐ نے انبیاءؑ کی امامت فرمائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے اور انبیاء سے ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ اور بالآخر اُس مقام تک رسائی ہوئی جو لامقام تھا۔ جہاں اللہ ہی اللہ تھا۔ غیر اور غیریت معدوم تھی۔

جو لوگ معراجِ جسمانی کو نہیں مانتے اُن کا انکار اس وجہ سے نہیں ہے کہ اسے وہ اللہ کی قدرت سے بعید سمجھتے ہیں۔ فقط تین روایتوں نے اُنہیں معراجِ روحانی کا قائل کردیا ہے۔ ورنہ کسی امر کو اللہ کی قدرت سے بعید سمجھنا تو مسلمان کے لئے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کے پاس روزانہ اپنا ایلچی بھیجتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے حضورؐ کو اپنے پاس بلا لیا تو حیرانی کی کیا بات ہے۔

رات کے وقت معراج ہوئی تھی۔ علی الصّباح کفار نے سُنا تو حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ لیجئے آپ کے پیغمبر صاحب نے ایک عجیب بات بیان کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو براہِ راست ابھی یہ خبر نہیں ملی تھی۔ اُنھوں نے پوچھا۔ کون کہتا ہے۔ کفّار نے جواب دیا۔ محمدؐ کہتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ حضورؐ کہتے ہیں تو صحیح کہتے ہیں۔ وہ ضرور اللہ کے پاس گئے ہوں گے۔ وہ اللہ پر بہتان نہیں باندھ سکتے۔

اسی تصدیق کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "صدیق" کہا جاتا ہے۔

ابوذر غفاریؓ اور طفیل بن عمروؓ

ابوذر غفاریؓ یثرب کے باشندے تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی انیس کو مکہ بھیجا کہ ذرا دیکھو تو، یہ کون صاحب ہیں جن کی نبوت کا چرچا ہو رہا ہے۔ انیس بس اتنی خبر لائے کہ وہ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ابوذرؓ نے کہا۔ صرف اتنی خبر کافی نہیں ہے۔ خیر میں خود جاتا ہوں۔

چنانچہ ابوذرؓ مکہ پہنچ گئے۔ مسجد حرام میں خاموش لیٹے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اُن سے فرمایا۔ تم مسافر معلوم ہوتے ہو، چلو میرے گھر چل کر کھانا کھا لو۔ حضرت علیؓ نے رات کو سونے کے لئے جگہ بھی دیدی۔ صبح ابوذرؓ پھر مسجد حرام میں آ گئے۔

دوسرے دن حضرت علیؓ نے پھر ابوذرؓ کے ساتھ یہی برتاؤ کیا۔ کھانا کھلایا اور گھر میں سُلایا۔

پہلے دن حضرت علیؓ نے بھی زیادہ بات نہیں کی تھی۔ اور ابوذرؓ بھی ذرا دیکھ بھال کر اظہارِ مقصد کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے

Marfat.com

پوچھا۔ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟ ابوذرؓ نے کہا۔ آپ کو بتلائے دیتا ہوں۔ لیکن اپنے تک رکھیئے گا۔ میں، اُن صاحب کی بابت معلومات حاصل کرنی چاہتا ہوں جنہوں نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے۔ میں نے بھائی کو بھیجا تھا وہ اطمینان بخش جواب لیکر نہیں گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اچھا ہوا تم مجھے مل گئے۔ میں اُن نبیؐ ہی کی خدمت میں جا رہا ہوں چلو میرے ساتھ چلو۔

ابوذرؓ نے حضور سرورِ کائناتؐ سے عرض کیا۔ مجھے سمجھایئے، اسلام کیا ہے؟ حضورؐ نے اسلام کی تلقین کی۔ ابوذرؓ مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ابھی لوگوں کو اپنے آنے کا مقصد ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کا اعلان وطن جا کر کرنا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا۔ پہلے تو اس خیال سے آنے کا مقصد چھپایا تھا کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جاؤں اور سیدھا آپ کے پاس پہنچوں۔ اب کیا ڈر ہے۔ اب تو اسلام کا اعلان کرکے ہی وطن جاؤں گا۔ حضرت ابوذرؓ کعبہ میں آ بیٹھے اور بآوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھنے لگے۔ کفّار نے کہا۔ مارو اس بے دین کو۔ کفار مار رہے تھے کہ حضرت عباسؓ نے دیکھ لیا۔ بولے۔ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جس سے تمہارا تجارتی راستہ ہے۔ جن سے تم کھجوریں لاتے ہو۔ کفار نے حضرت ابوذرؓ کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت ابوذرؓ وطن چلے گئے۔

ایسا ہی واقعہ طفیل بن عمرو دوسی کا ہے۔ طفیل بن عمرو قبیلہ دوس کے سردار تھے۔ نواحِ یمن میں اُن کا خاندان حکومت کرتا تھا۔

Marfat.com

طفیل بن عمرو نہایت ممتاز شاعر بھی تھے۔ کسی کام سے مکہّ آئے۔ اہلِ مکہّ نے شہر سے باہر نکل کر اُن کا استقبال کیا۔ اور خاطر تواضع کی انتہا کردی۔ ساتھ کے ساتھ سمجھا دیا کہ اُس شخص سے دُور رہنا جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ وہ جادوگر ہے۔ جادو کے زور سے باپ۔ بیٹوں۔ بھائیوں بھائیوں اور زن وشوہر میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہمیں اُس نے پریشان کر رکھا ہے۔ تم قریب گئے تو تمہارا قبیلہ بھی پریشانی کا شکار ہو جائے گا۔

چنانچہ طفیل جب کعبہ میں گھُستے تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتے۔ تاکہ حضور سرورِ کائنات کی آواز کان میں نہ پہنچ جائے۔ لیکن ایک روز آواز پہنچ ہی گئی۔ حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور قرأت بالجہر کر رہے تھے۔ طفیل نے سُن لیا اور سوچا کہ یہ تو عجیب وغریب کلام ہے۔ میں کن کے راگ میں آگیا۔ میں شاعر ہوں، ذی علم ہوں، مجھے اچھے بُرے کی تمیز ہے۔ آخر کیوں نہ محمدؐ سے بات کروں۔ ماننے کے لائق ہو گی تو مانوں گا۔ ورنہ وہ اپنے گھر خوش، میں اپنے گھر خوش۔

طفیل وہیں رُک گئے۔ اور جب حضورؐ نماز پڑھ کر جانے لگے تو حضورؐ کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔

حضرت طفیلؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضورؐ کے ہاں پہنچکر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ کہ یوں لوگوں نے مجھے بہکایا تھا۔ اور یوں میں آپ سے بچتا

پھرا۔ آج آپ سے وہ کلام سُنا جس سے بہتر کلام کبھی نہیں سُنا تھا۔

حضورؐ نے حضرت طفیلؓ کو کلام مجید کی اور آیات سُنائیں۔ حضرت طفیلؓ مسلمان ہوگئے۔ کفّارِ مکّہ کے لئے حضرت طفیلؓ کا مسلمان ہوجانا حادثِ عظیم تھا۔ مگر اُن کا کچھ بگاڑا نہ جاسکتا تھا۔

اہلِ یثرب[1]

ایک طرف کفارِ مکہ کا اختلاف اور عناد ترقی پر تھا۔ دوسری طرف اب دُور دُور کے لوگ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے۔ وطن میں آفت برپا تھی۔ لیکن باہر والوں کے قلوب اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیئے تھے۔

سنہ ۱۱ نبوت کا ماجرا ہے۔ حج کے سلسلہ میں ہر چہار جانب کی مخلوق مکہ میں جمع تھی۔ اہلِ یثرب بھی کافی آئے تھے۔

ایک شب حضور سرورِ کائنات صلعم مکہ سے کئی میل دور نکل گئے۔ راستہ میں چند آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضورؐ ان کے پاس پہنچے۔ یہ چھ صاحبان تھے۔ (۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہ۔ (۲) عوف بن الحارث (۳) رافع بن مالک

---

[1] مدینہ کا اصلی نام یثرب ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جاکر بسے تو وہ مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر کہا جانے لگا۔ اور پھر اس کا نام مدینہ اور مدینہ منورہ پڑ گیا۔

Marfat.com

بن عجلان (۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ (۵) ابو الہیثم بن تیہان، (۶) جابر بن عبد اللہ بن رباب۔ سب یثرب کے باشندے تھے۔ حضورؐ نے انہیں دعوت اسلام دی۔ ان پر اثر ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

اہلِ یثرب بھی اگرچہ اہلِ مکّہ کی طرح بُت پرست تھے۔ لیکن اہلِ مکّہ کی طرح نبوت۔ نبیٔ موعود اور صحائفِ آسمانی وغیرہ الفاظ سے ان کے کان بیگانہ نہیں تھے۔ یثرب میں غالب آبادی یہودیوں کی تھی اور یہودیوں کی صحبت نے بت پرست یثربیوں کو مکّہ والوں جیسا بُت پرست نہیں رہنے دیا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت سوید بن صامت یثربیؓ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کا نام یثرب میں پہنچ چکا تھا۔

جس جگہ حضورؐ کو یہ صاحبان ملے تھے اُسے عقبہ کہتے ہیں۔ اس لئے ان کی بیعت "بیعتِ عقبۂ اولیٰ" کہلاتی ہے۔

بیعت لیتے وقت حضورؐ نے ان سے عہد کرایا کہ آیندہ فقط اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کو معبود مانیں گے۔ اُسی کی عبادت کریں گے، اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا نہیں کریں گے۔ بیٹیوں کو قتل نہیں کریں گے۔ چغلخوری اور تہمت تراشی نہیں کریں گے۔ اور حضورؐ کا کہنا مانیں گے۔

یہ حضرات یثرب واپس جانے لگے تو حضورؐ نے ان کی تعلیم و تربیت

کے واسطے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ کر دیا۔ حضرت مصعبؓ یثرب میں حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان تھے۔ ایک روز یہ دونوں اور چند اور مسلمانانِ یثرب بیر مرق پر تشریف فرما تھے: اور غور کر رہے تھے کہ بنو ظفر اور بنو عبدالاشہل میں اسلام کیسے پھیلایا جائے؟ اُسید بن حضیر، بنو ظفر کے اور سعد بن معاذ بنو عبدالاشہل کے سردار تھے۔ انھیں اس کی خبر لگ گئی۔ سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا کہ اسعدؓ میرا خالہ زاد بھائی ہے میں تو منع کر نہیں سکتا۔ تم جاؤ اور اُن سے کہو کہ ہماری آبادی کا رُخ نہ کریں۔ غفلت کا موقعہ نہیں ہے۔ غفلت کی تو مصعبؓ اور اسعدؓ ہمارے احمقوں کو بہکانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

حضرت اسعدؓ نے اُسید کو آتے دیکھا تو حضرت مصعبؓ سے کہا۔ قبیلہ کا سردار آرہا ہے۔ اُسید نے پہنچتے ہی گالیاں دینی شروع کر دیں۔

حضرت مصعب نے فرمایا۔ گالیوں کا جواب تو ہمارے پاس ہے نہیں۔ آپ بیٹھ جائیے اور ذرا ہماری بات سُن لیجئے۔ بات قابلِ قبول نہ ہو تو نہ قبول کیجئے۔ سننے میں کیا نقصان ہے۔

اُسید نے کہا۔ اچھا کہو، کیا کہتے ہو؟ حضرت مصعبؓ نے قرآن مجید سُنایا اور خوب وضاحت سے بتایا کہ اسلام یہ ہے۔ اُسید نے پوچھا کہ مسلمان بننے کا طریقہ کیا ہے؟ حضرت مصعبؓ نے فرمایا۔ غسل کرو، صاف

Marfat.com

اور پاک کپڑے پہنو۔ کلمہ شہادت پڑھو۔ اور دو رکعت نماز نفل ادا کرو۔ بس مسلمان بن گئے۔ حضرت اسیدؓ نے کپڑے دھوئے، غسل کیا، کلمہ شہادت پڑھا اور نفل ادا کئے اور کہا۔ ایک اور شخص ہے وہ مسلمان ہو جائے تو یہاں پھر تمہارے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ میں اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔

سعد بن معاذ حضرت اسیدؓ کے منتظر ہی تھے۔ اُنہوں نے سوال کیا۔ اُسیدؓ کیا کر آئے؟ حضرت اُسیدؓ نے کہا سمجھا دیا ہے مگر وہاں ایک اور قصہ در پیش تھا۔ بنو حارثہ تمہارے خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ کے قتل پر تلے ہوئے ہیں۔

سعد بن معاذ کے دل سے اختلافِ مذہب کا خیال جاتا رہا۔ وہ یہ کہہ کر بھائی کی مدد کو چل پڑے کہ اُسیدؓ تم کچھ بھی کر کے نہ آئے۔

حضرت مصعبؓ اور حضرت اسعدؓ اطمینان سے مشغول گفتگو تھے۔ سعد بن معاذ نے پریشانی کے آثار نہیں پائے تو تاڑ گئے کہ اُسیدؓ نے مجھے کیوں اُبھارا ہے۔ اُنہیں طیش آ گیا۔ حضرت اسعدؓ سے بولے۔ میری تمہاری قرابت نہ ہوتی تو میں بتاتا کہ اس آبادی میں قدم رکھنا کیا ہوتا ہے؟

حضرت اسعدؓ نے حضرت مصعبؓ سے کہا۔ سعد عظیم المرتبہ سردار ہیں۔ حضرت مصعبؓ نے سعد کو بھی ٹھنڈا کیا اور درخواست کی کہ تشریف رکھیے

اور بات سن لیجئے۔ قبول کرنا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔

سعد بن معاذ بیٹھ گئے اور ان پر بھی وہی اثر ہوا۔ جو حضرت اُسیدؓ پر ہوا تھا۔ حضرت اُسیدؓ کی طرح اُٹھے کپڑے دھوئے۔ غسل کیا۔ کلمۂ شہادت پڑھا اور دو رکعتیں نفل کی ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔

گھر واپس آکر حضرت سعد بن معاذؓ نے اپنے قبیلہ کو جمع کیا اور صاف کہدیا کہ اے بنو عبدالاشہل! میں اب تم سے اس صورت میں تعلق رکھ سکتا ہوں کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔

قبیلہ کا قبیلہ ایک دن کے اندر مسلمان ہو گیا۔

دو سال میں حضرت مصعبؓ نے یثرب کے بہت سے قبیلوں کو مسلمان کر لیا۔ یہاں تک کہ ۱۳ھ نبوت میں ۷۳ مرد اور ۲ خواتین کا ایک قافلہ مسلمانانِ یثرب کا نمائندہ بن کر حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان حضرات نے حضورؐ سے التجا کی کہ حضور یثرب چلیے۔ مسلمانانِ یثرب حضورؐ کو سر آنکھوں پر بیٹھائیں گے۔

حضورؐ اس قافلہ سے بھی اُسی جگہ ملے تھے جہاں حضرت ابو امامہؓ اسعد بن زرارہؓ وغیرہ چھ حضرات سے ملے تھے۔ یہ ملاقات بیعت "عقبۂ ثانیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عباسؓ اس ملاقات کے وقت حضورؐ کے ساتھ تھے۔ حضرت عباسؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن رشتہ کی

وجہ سے حضورؐ کی حفاظت کرتے رہتے تھے۔ اُنہوں نے قافلہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"بڑے نازک اور دشوار کام کے لئے یہاں جمع ہوئے ہو۔ یہ بات چھپی ڈھکی نہیں ہے کہ مکہ کے لوگ محمدؐ کے خون کے پیاسے ہیں۔ تم محمدؐ سے کوئی عہد باندھو گے تو پورا مکہ بھی تمہارا دشمن بن جائے گا۔ محمدؐ سے تعاون کرنا سرخ وسیاہ (یعنی خوں ریز اور تاریک انجام) لڑائیوں کو دعوت دینا ہے سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا۔ ورنہ بہتر ہے کہ قدم نہ اُٹھاؤ"

اہلِ قافلہ نے حضرت عباسؓ کو جواب نہیں دیا۔ اور حضورؐ سے عرض کیا۔ ہاں حضورؐ آپ کچھ فرمائیے۔

حضورؐ نے اللہ کا پیغام سُنایا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ یثرب تشریف لے چلیں ہم آپ کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا اسلام کی اشاعت میں تم واقعی میری مدد کرو گے اور میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت میں کسر نہ چھوڑو گے؟

اہلِ یثرب نے عرض کیا۔ حضور! یہ بتائیے کہ آپ تو ہمارا ساتھ نہیں چھوڑدیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ میں تمہارے ساتھ جیوں گا اور تمہارے ساتھ مروں گا۔ حضورؐ کا یہ فقرہ سننا تھا کہ سب سے پہلے براء بن معرورؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور پھر ایک ایک نے بیعت کی

Marfat.com

اور آپ کی حفاظت و مدد کا پختہ عہد کیا۔

کوئی کافر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ چلایا اور اُس نے اہلِ مکّہ کو آواز دی کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی تمہارے مارنے کے مشورے کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اِس آواز سے مت گھبراؤ۔ اہلِ یثرب میں سے عباس بن عبادہ نے کہا۔ حضورؐ! ہم اس آواز سے کیا گھبرائیں گے۔ آپ اجازت دیجیے تو کل اہلِ مکّہ کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نہیں، جنگ کی مجھے اجازت نہیں ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے بارہ حضرات کا انتخاب کیا۔ اور اُنھیں حکم فرمایا کہ فی الحال یثرب میں میری بجائے تم اشاعتِ اسلام کرو۔ تم میرے نقیب ہو۔ جیسے حضرت عیسٰیؑ کے بارہ حواری تھے۔

جو کافر پہاڑ پر سے چیخا تھا۔ اُس کی آواز تو اتنے فاصلہ سے کیا پہنچتی البتہ صبح ہوتے ہی مکّہ میں خبر پھیل گئی اور یثربیوں کی تلاش ہونے لگی۔

یثربی قافلہ واپس جا چکا تھا۔ صرف حضرت منذر بن عمرؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ باقی تھے۔ انہیں کفارِ مکّہ نے پکڑنا چاہا۔ حضرت منذرؓ بھی بچ نکلے۔ مگر حضرت سعدؓ گرفتار ہو گئے۔ اُنھیں کفّار نے اونٹ سے اُتار لیا۔ مُشکیں کسیں۔ اُن کے لمبے لمبے بال تھے۔ بالوں کو پکڑ کر گھسیٹے گھسیٹے پھرے۔ گھسیٹتے جاتے تھے اور مارتے جاتے تھے۔ سنتا یا جا چکا تو ایک شخص کو ترس آ گیا۔ اُس نے

حضرت سعدؓ سے پوچھا۔ یہاں تمہارے کسی سے مراسم بھی ہیں۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن اُمیہ ہمارے ہاں بغرض تجارت متعدد بار گئے ہیں۔ اور ہم نے ہمیشہ اُن کی خدمت کی ہے۔ اُس شخص نے کہا۔ تو اُن کی دوہائی دو اور اُن کا نام لو۔ پھر اُسی شخص نے جبیر بن مطعم اور حارث بن اُمیہ کو اطلاع کر دی کہ یثرب کا ایک آدمی تمہارا نام لے لے کر دُہائی دے رہا ہے۔ دونوں نے پوچھا۔ کون ہے وہ۔ اُس شخص نے بتایا سعد بن عبادہ ہے۔ وہ دونوں بولے۔ بے شک ہمیں اُس کی مدد کرنی چاہیئے۔ سعد ہمارا محسن ہے۔

غرضکہ بمشکل تمام جبیر اور حارث کی مداخلت سے حضرت سعدؓ کو نجات ملی اور حضرت سعدؓ یثرب روانہ ہوئے۔

Marfat.com

مسلمانوں کو یثرب ہجرت کرنیکی ہدایت

مسلمانانِ یثرب کی خواہش تھی کہ حضورؐ یثرب میں قیام فرمائیں اور یثرب کو اشاعت اسلام کا مرکز بنائیں۔ حضورؐ نے اپنا جانا تو کچھ عرصہ کیلئے ملتوی رکھا۔ لیکن مسلمانوں سے فرمادیا کہ تم یثرب ہجرت کرجاؤ۔ ہجرت کو حضورؐ نے مناسب اور اچھا بتایا۔ حضورؐ کی زبان سے ہجرت کی تعریف اور تاکید سن کر کون مسلمان ہجرت سے گریز کرسکتا تھا۔ ہجرت شروع ہوگئی۔

کفار ہجرت میں بھی مزاحمت کرتے تھے۔ جس مسلمان کے متعلق اطلاع مل جاتی کہ وہ یثرب جارہا ہے اُسے قید میں ڈال دیتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ اور ہشامؓ بن عاصی سے طے کیا کہ ہم تینوں ساتھ چلیں گے۔ فلاں وقت فلاں مقام پر مل جانا۔ حضرت عیاشؓ تو پہنچ گئے۔ حضرت ہشامؓ کو کفار نے گھیر لیا۔ اور مقید کردیا۔

Marfat.com

حضرت عیاشؓ ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے۔ ماں ایک۔ باپ دو۔ ابوجہل دوسرے بھائی حرث کو ساتھ لے کر یثرب گیا اور دونوں بھائیوں نے حضرت عیاشؓ سے کہا۔ ماں نے بڑا جیال کر رکھا ہے۔ قسم کھائی ہے کہ جب تک عیاشؓ کی صورت نہ دیکھ لوں گی سر میں کنگھی نہیں کروں گی۔ اور سائے میں نہیں بیٹھوں گی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عیاشؓ سے فرمایا۔ یہ دھوکا دے رہے ہیں۔ حضرت عیاشؓ نے کہا۔ خیر! کیا مضائقہ ہے۔ ماں کو صورت دکھا کر لوٹ آؤں گا۔ قسم کھائی ہوگی تو قسم پوری کرادوں گا۔ ورنہ خیر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا جاتے ہی ہو تو میرے ناقہ پر جاؤ۔ کہیں کھٹکا نظر آئے گا تو یہ تمہیں واپس لے آئے گا۔ بیحد تیز رفتار ہے۔ کوئی اس کی گرد کو نہیں پا سکتا۔

حضرت عیاشؓ، حضرت عمرؓ کے ناقہ پر سوار ہوئے۔ اور ابوجہل اور حرث کے ساتھ چل دیئے۔ جب یہ تینوں یثرب کی زد سے نکل گئے اور مکہ سے نسبتاً قریب ہو گئے تو ابوجہل نے کہا۔ بھائی عیاشؓ ہمارا اونٹ تو تمہارے ناقہ کے ساتھ بھاگتے بھاگتے ہار گیا۔ تم مجھے اپنے ساتھ بٹھا لو۔ حضرت عیاشؓ نے فرمایا اچھا۔ یہ کہہ کر ناقہ کو بٹھا دیا۔ ناقہ کا بٹھانا تھا کہ ابوجہل اور حرث نے حضرت عیاشؓ کی مشکیں باندھ لیں اور فخر کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے مکہ پہنچے کہ دیکھو احمقوں کا انجام ایسا ہوتا ہے۔ حضرت عیاشؓ کو نظر بند کر دیا گیا۔

Marfat.com

حضرت ابو سلمہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت سلمہؓ تینوں ہجرت کے لئے تیار تھے۔ اونٹ پر سوار ہو چکے تھے۔ قبیلہ بنو مغیرہ کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت ابو سلمہؓ سے کہا۔ تم جاؤ لیکن یہ لڑکی ہمارے خاندان کی ہے۔ اسے تم نہیں لے جا سکتے۔

خود حضرت ابو سلمہؓ کے قبیلہ بنو عبد الاسد والے بھی آ گئے۔ انھوں نے کہا۔ بچہ ہمیں دے دو۔ یہ ہمارا ہے۔

سب نے مل کر اونٹ کو بٹھا دیا اور بنو عبد الاسد نے حضرت سلمہؓ کو جو بالکل بچہ تھے۔ ماں کی گود سے چھین لیا۔ اور بنو مغیرہ حضرت ام سلمہؓ کو لے گئے۔ اور حضرت ابو سلمہؓ بیوی اور بچہ سے ہاتھ دھو کر یثرب روانہ ہوئے۔

٭٭٭

حضرت صہیب رومیؓ ہجرت کرنے لگے تو اُن سے کہا گیا۔ تم اتنی دولت کہاں لئے جاتے ہو۔ جب مکہ میں آئے تھے تو تمہارے پاس ایک پیسہ نہیں تھا۔ یہ ساری دولت تم نے مکہ میں کمائی ہے۔ یہ مکہ سے باہر نہیں جا سکتی۔ حضرت صہیبؓ نے فرمایا "میں دولت چھوڑتا ہوں۔ مجھے جانے دو"........

.... یہ واقعہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار ہوا تو حضورؐ نے فرمایا۔ صہیبؓ نے نفع کا سودا کیا۔

غرض اسی طرح دُکھ سہتے اور پریشانیاں برداشت کرتے مسلمان یثرب پہنچے۔

Marfat.com

حضورؐ کی نثار کے سامنے نہ کسی نے بیوی بچّوں کی پرواہ کی اور نہ دولت وحشمت کی۔ صرف گھر، وطن اور دولت چھوڑنا دوبھر ہوتا ہے۔ انہوں نے اللہ کے واسطے اُڑ سب کچھ بھی چھوڑ دیا۔

※ ※ ※

Marfat.com

سرورِ کائنات کی ہجرت

مکہ میں گنے چنے مسلمان رہ گئے تھے جو سفر نہیں کر سکتے تھے، اور جن کی شان میں ہے:۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ (نساء — ۱۰)

مفہوم:۔ وہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے، جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس شہر سے نکال کہ یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔

یا پھر ایسے مسلمان تھے جنھیں کفار نے روک لیا تھا۔ جیسے حضرت سلمہؓ اور اُم سلمہؓ۔ یا جنھیں کفار نے قید کر رکھا تھا۔ جیسے حضرت ہشامؓ بن عاصی اور حضرت عیاشؓ بن ربیعہ۔

صرف دو ممتاز مسلمان مردوں کے نام نظر آتے ہیں جو حضور سرورِ کائنات کی خدمت کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ایک

Marfat.com

حضرت علی مرتضیٰؓ۔ باقی سب مسلمان یثرب جا پہنچے۔

کفار نے سوچا کہ محمدؐ کو قتل کر دینے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ دارالندوہ میں بڑے بڑے سردار جمع ہوئے۔ ان میں نجد کا ایک بڈھا گھاگ بھی اتفاق سے آملا۔ کسی نے تجویز پیش کی کہ محمدؐ کے گلے میں زنجیر اور طوق ڈال کر گھر میں بند کر دو اور گھر کو تیغہ لگا دو۔ اور زہیر اور نابغہ (شعراء) کی طرح مرنے دو۔

نجد کا بڈھا سردار بولا۔ محمدؐ کے ساتھی یثرب میں طاقت پکڑ رہے ہیں۔ انھیں خبر یقیناً ہو جائے گی اور وہ محمدؐ کو نکال لے جائیں گے اور مزید طاقت بڑھا کر تمھاری خبر لیں گے۔ یہ تجویز ٹھیک نہیں ہے۔

ایک شخص نے کہا۔ نہایت سرکش اور بدمزاج اونٹ کو چھانٹو اور اس پر محمدؐ کو بٹھاؤ۔ اور اونٹ کو ہنکا دو۔

نجدی نے کہا۔ یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ محمدؐ کی زبان میں جادو ہے۔ وہ جدھر نکلیں گے لوگوں کو اپنا بنا لیں گے۔

بالآخر ابوجہل کے کہنے پر طے پایا کہ عرب کے تمام با اثر قبیلے ایک ایک آدمی دیں۔ ان سب سے رات کے وقت محمدؐ کے گھر کا محاصرہ کرایا جائے اور صبح جب محمدؐ نماز پڑھنے نکلیں تو سب مل کر انھیں قتل کر دیں۔ ہر قبیلہ کا آدمی قتل میں شریک ہوگا تو محمدؐ کا قبیلہ اتنوں سے بدلہ نہ لے سکے گا۔

۲۷ صفر سنہ ۱۳ نبوت مطابق ۱۲ ستمبر سنہ ۶۲۱ء جمعرات کی شام سے حضورؐ

Marfat.com

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کو گھیر لیا گیا۔ گھر میں صرف حضورؐ اور حضرت علیؓ تھے۔ لیکن گھر میں گھس کر حملہ کرنا عربوں کے ہاں بہادری کے خلاف اور معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لہذا کوئی اندر نہیں گھسا۔

جب رات کی تاریکی خوب چھا گئی تو حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ میں چلتا ہوں، تم میرا چادرہ اوڑھ کر میری جگہ لیٹ جاؤ۔ ڈرنا مت۔ انشاءاللہ تمہارا بال بیکا نہیں ہوگا۔ دوسرا کام یہ ہے کہ جتنی امانتیں[1] میرے پاس لوگوں کی ہیں انہیں ایک ایک کو واپس پہنچا دینا۔

حضورؐ سورۂ یٰسین تلاوت کرتے ہوئے گھر سے نکلے۔ اور صاف نکل گئے۔ اللہ کے فضل سے کسی کی حضورؐ پر نظر نہیں پڑی۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُبِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْیَقْتُلُوْكَ اَوْیُخْرِجُوْكَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُاللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

وہ وقت یاد کرو جب (اے رسول) کفار (مکہ) تمہارے خلاف

---

[1] کفار انتہائی کشیدگی کے باوجود امانتیں اب بھی حضور سرور کائناتؐ کے پاس ہی رکھتے تھے۔ اور حضورؐ کو اس وقت کوئی فکر تھا تو یہی تھا کہ وہ امانتیں جن کی ہیں انھیں پہنچ جائیں۔

Marfat.com

تدبیروں میں لگے ہوئے تھے۔ (کوئی کہتا تھا کہ تمہیں رکھیں) بند کردیں۔ یا قتل کر ڈالیں۔ یا جلاوطن کردیں۔ اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیریں کر رہا تھا۔ اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

ہجرت سے دو تین روز پہلے دوپہر کے وقت حضورؐ، حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ کچھ مشورہ کرنا ہے۔ اس وقت وہاں حضرت عائشہؓ کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ! کیا مجھے بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے دو اونٹنیاں پیش کیں۔ اور عرض کیا کہ ان میں سے ایک حضور پسند فرمالیں۔ حضورؐ نے ایک اونٹنی کو پسند کیا اور اس کی قیمت ادا کردی۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجبوراً قیمت لے لی۔ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ نے سفر کا سامان تیار کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا اور کمر کی چادر کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ دوسرا کمر میں باندھ لیا۔ اسی وجہ سے حضرت اسماءؓ کا لقب "ذات النطاقین" ہوا۔ جب رات زیادہ گزر گئی تو اللہ تعالےٰ نے اہل کفر کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ حضورؐ باہر نکلے۔ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا۔

"مکہ! تو مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند

Marfat.com

مجھے رہنے نہیں دیتے۔"

پھر حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُن کو ساتھ لے کر جبلِ ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ صبح ہونے ہوتے کفارِ مکہ میں کھلبلی مچ گئی۔

پہلا قیام جبلِ ثور کے ایک غار میں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے غار کو جھاڑا پونچھا۔ اُس کے سوراخ بند کیے۔ مگر ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا۔ حضورؐ، حضرت ابوبکرؓ کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے کہ اُس سوراخ سے سانپ نے منہ نکالا۔ حضرت ابوبکرؓ نے سوراخ پر پاؤں رکھ دیا۔ سانپ نے کاٹ لیا۔ تکلیف سے حضرت ابوبکرؓ کے آنسو بہنے لگے۔ اور حضورؐ کے چہرہ مبارک پر ٹپکے۔ حضورؐ جاگ اُٹھے۔ پوچھا! کیا بات ہے؟ کیوں بے چین ہو؟ عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ حضورؐ نے اپنا لعاب دہن کاٹی ہوئی جگہ پر مل دیا۔ زہر کا اثر جاتا رہا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خادم عامر بن فہیرہ سے کہہ دیا تھا کہ بکریاں چراتے ہوئے رات کے وقت غارِ ثور کے پاس پہنچ جایا کرنا اور اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ کو ہدایت کی تھی کہ چوبیس گھنٹے کی سرگذشت روز صبح صبح آکر سُناتے رہنا۔

تین دن اور تین راتیں غارِ ثور میں گزریں۔

کفارِ حضورؐ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ گرفتار کرنے کا انعام سو اونٹ

Marfat.com

مقرر کیا گیا تھا۔ ٹولیاں انعام کے لالچ میں چاروں سمت دوڑ رہی تھیں۔ کچھ لوگ غارِ ثور کے منہ پر آ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرا گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ ہم فقط دو نہیں ہیں۔ اللہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ)

پانچویں دن یکم ربیع الاول مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۱ء کو پیر کے دن تلاش کا زور ٹوٹا تو حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ غار سے باہر آئے اور سفر شروع کیا۔

اب یہ قافلہ دو کی بجائے چار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عامر بن فہیرہؓ اور عبداللہ بن اُریقط، کو اور لے لیا سلسلہ گھر سے دو اونٹنیاں ور منگالی تھیں۔

عبداللہ بن اریقط مسلمان نہیں تھا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کو اس پر بھروسہ تھا کہ دغا نہیں دے گا۔ وہ یثرب کا راستہ جانتا تھا اور آگے آگے پیدل چل رہا تھا۔

حضرت عامر بن فہیرہؓ اونٹنی پر سوار حضورؐ کی حفاظت کر رہے تھے حضرت ابوبکرؓ اور حضورؐ ایک اونٹنی پر بیٹھے تھے۔

یکایک قریش کا ایک ہرکارہ دکھائی دیا۔ گھوڑا دوڑاتا چلا آتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ سراسیمہ ہونے لگے۔ حضورؐ نے پھر وہی فقرہ دوہرایا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہرکارہ بولا نہیں۔ نکلتا چلا گیا۔

Marfat.com

ایسے لوگ بھی رستہ میں ملے جنہوں نے حضورؐ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور جنہیں ہجرت کی خبر نہیں تھی۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ کو پہچانتے تھے۔ وہ لوگ حضرت ابوبکرؓ سے سوال کرتے تھے کہ یہ دوسرے صاحب اونٹ پر کون ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ ذومعنی جواب دے دیتے تھے کہ راستہ بتانے والے ہیں۔

کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک سایہ دار چٹان کے نیچے سب پھر ٹھہرے۔ حضورؐ نے آرام فرمایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو فکر ہوئی کہ کہیں سے غذا مہیا کریں۔

مکّہ سے جوں جوں دور ہوتے جاتے تھے کفّار کا کھٹکا گھٹتا جاتا تھا۔ اب اس قسم کی آبادیاں سامنے تھیں جنھیں اچھے کی خبر تھی نہ بُرے کی۔ اُن آبادیوں کا ایک گڈریا بکریاں لئے قریب سے گزرا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ تمہاری بکریوں میں کوئی دودھ دینے والی بکری بھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ہمیں دودھ دوگے۔ اُس نے کہا دوں گا حضرت ابوبکرؓ نے گڈریئے کے ہاتھ اور بکری کے تھن دُھلوائے اور فرمایا۔ دوہو۔ دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پانی ملایا۔ اور کپڑے سے ڈھانک کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔

عبداللہ ابن اریقط نے اگرچہ عام رستہ ترک کر دیا تھا۔ سب سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے۔ لیکن دو ایک مخالف اُدھر بھی جا ہی پہنچے۔

یہ مختصر سا قافلہ قلعہ رابغ اور ساحل بحر کے درمیان تھا کہ سراقہ بن مالک بن جعشم نے آلیا۔ رابغ کا علاقہ اس کے قبضہ میں تھا۔

سراقہ کے بھائی عبدالرحمٰن بن مالک کا بیان ہے کہ سراقہ خود پہنے ہتھیاروں سے لیس تھا اور ایک نہایت مضبوط گھوڑی پر سوار تھا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا کی "الٰہی! اِس کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ" گھوڑی یکایک گر پڑی اور سراقہ بھی نیچے گرا۔

گھوڑی کو کھڑا کر کے وہ پھر سوار ہوا تو گھوڑی نے قدم بڑھانے سے انکار کر دیا۔ گھوڑی کے پیر زمین میں دھنس گئے۔

سراقہ نے سمجھ لیا کہ اللہ حضورؐ کا محافظ ہے۔ لجاجت سے معافی چاہی۔ اور کہا۔ میری طرف سے اور میرے ساتھیوں کی طرف سے بالکل مطمئن رہیے۔ آگے کوئی مل جائے تو میں کہہ نہیں سکتا۔ ادھر سے میں کسی کو تعاقب نہیں کرنے دوں گا۔

حضرت عامر بن فہیرہؓ نے سراقہ کو خوشنودی اور امان کا خط لکھ کر دیا۔ اور حضورؐ نے اسے بشارت دی کہ تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے[1]۔

---

[1] حضرت سراقہ جنگ احد کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے بعد مدائن فتح ہوا۔ اور کسریٰ کا تاج اور زیور آیا تو اس میں کنگن بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے کنگن حضرت سراقہؓ کو پہنا دیئے۔

Marfat.com

ایک اور شخص بریدہ سلمیٰ نامی سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ستر آدمی اس کے ساتھ تھے۔ یہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ لیکن جب آمنا سامنا ہوا اور اس نے حضورؐ سے سوال جواب کئے تو ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اس نے اپنی پگڑی سر سے اُتار کر نیزے پر رکھ لی اور نعرے لگاتا ہوا آگے آگے چلنے لگا۔ مسلمان، راستہ میں فقط حضرت زبیرؓ بن العوام اور اُن کے ہم قافلہ ملے تھے۔ یہ لوگ شام سے تجارت کا مال لیے آ رہے تھے۔ اُنھوں نے حضورؐ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو کپڑے نذر کیے۔

غرض ۲۷ صفر کے چلے چلے ۸ ربیع الاول (۲۳ ستمبر) کو پیر کے دن حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھی قُبا[1] پہنچے۔ مسلمانانِ یثرب کو روانگی کی اطلاع تھی۔ وہ منتظر تھے۔ انہوں نے یثرب سے باہر نکل کر، اور کافی دور آکر استقبال کیا اور حضورؐ کو حلقہ میں لے لیا۔ اور ایک جلوس سا بنا دیا۔

حضورؐ نے اول قُبا میں عمرو بن عوف کے ہاں قیام فرمایا۔ جن مسلمانوں کو اب تک زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کو سمجھ رہے تھے کہ رسولؐ یہ ہیں۔ کیونکہ حضورؐ خاموش بیٹھے تھے اور حضرت ابوبکرؓ آنے والوں کا خیر مقدم کر رہے تھے اور اُن سے باتیں کر رہے تھے۔

---

[1] قبا یثرب سے تین میل دور ایک بستی ہے۔

Marfat.com

دیر تک یہ دل چسپ غلط فہمی رہی۔ اتفاق سے سورج حضورؐ کے مُنہ پر آگیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی چادر سے سایہ کیا۔ یہ دیکھ کر غلط فہمی رفع ہوگئی

امانتیں واپس کرکے حضرت علیؓ بھی قبا میں آملے۔ انہوں نے بتایا کہ بستر پر مجھے دیکھ کر کفار بہت برافروختہ ہوئے۔ حضورؐ کی بابت پوچھا کہاں ہیں۔ میں نے کہا تم محاصرہ کرنے والوں ہی کو معلوم ہوگا۔ پھر کفار حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت اسمار بنت ابوبکرؓ سے سوال کیا۔ تمہارے باپ کدھر گئے ہیں۔ حضرت اسمار نے کہا۔ مجھے کیا خبر۔ ابوجہل نے حضرت اسمارؓ کے اس زور سے طمانچہ مارا کہ بالی کان سے نکل کر نیچے گر پڑی۔[۱]

حضرت ابوبکرؓ روپیہ پیسہ سارا لے گئے تھے۔ اُن کے والد ابو قحافہ نے ایک دن حضرت اسمارؓ سے کہا۔ بیٹی! تیرے باپ نے تجھے اور تمام گھر والوں کو دوہری مصیبت میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا اور مال و زر بھی لے گیا۔ ابو قحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

---

[۱] حضور سرورِ کائناتؐ کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیاں اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر کی مستورات مکّہ سے اس وقت بلائی گئی تھیں جب یثرب میں رہنے کو جگہ مل گئی تھی۔ حضورؐ کی ایک صاحبزادی حضرت زینبؓ پھر بھی نہیں آسکی تھیں۔ اُن کے غیر مسلم شوہر نے اُنہیں روک رکھا تھا۔ حضورؐ کی ایک صاحبزادی حضرت رقیہؓ اپنے شوہر حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ ابھی حبش میں تھیں۔

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ نہیں دادا، وہ ہمارے لئے بہت مال چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت اسماءؓ نے پتھر کی ایک سل کپڑے میں لپیٹ کر دادا سے کہا۔ اسے ہاتھ لگا کر دیکھ لیجئے۔ ابو قحافہ بہت ضعیف العمر تھے آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ انہوں نے پتھر کو چھوا اور مطمئن ہو گئے۔ دادا کے اطمینان کے لئے پوتی نے یہ تدبیر کی تھی۔ ورنہ وہ گھر بھر کا ناک میں دم کر دیتے۔

قبا میں چودہ روز[1] قیام فرما کر حضورؐ سرورِ کائنات یثرب تشریف لائے[2]۔ اور حضرت ابو ایوبؓ کے مہمان بنے۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت خارجہؓ بن زید بن ابی زبیر کے ہاں ٹھہرے۔

حضورؐ نے مہاجرین و انصار کا بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا بھائی حضرت خارجہؓ کو قرار دیا گیا تھا۔ جو یثرب کے بڑے معزز آدمی تھے۔ اس بات کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ جس درجہ کا مہاجر ہو اسی درجہ کے انصاری سے اس کا بھائی چارہ کرایا جائے۔

---

[1] چودہ روز میں حضورؐ نے سب سے پہلی مسجد (مسجد قبا) کی بنیاد ڈالی۔ اس کی تعمیر کے لئے حضورؐ دوسروں کی طرح خود بھی بھاری بھاری پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔

[2] اس تشریف آوری سے سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔ ہجرت ماہ صفر کی ۲۷ کو عمل میں آئی تھی۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اسے مناسب سمجھا کہ سنہ محرم سے شروع کیا جائے۔ کیونکہ محرم عربی سال کا پہلا مہینہ پہلے سے تھا۔

Marfat.com

جمعہ کی پہلی نماز

حضورؐ مکہ سے ہجرت کر کے سیدھے یثرب تشریف نہیں لے گئے۔ چودہ روز قبا میں ٹھہرے تھے۔ چودہ روز کے بعد جس دن یثرب گئے وہ جمعہ کا دن تھا۔ بنو سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آگیا۔ حضورؐ وہیں سواری سے اُتر پڑے۔ اور سو مسلمانوں کے ساتھ حضورؐ نے پہلی بار نماز جمعہ ادا کی۔ نماز سے قبل یہ خطبہ دیا۔

الحمد للہ احمدہٗ واستعینہٗ واستغفرہٗ واستھدیہٗ وأومن بہ ولا اکفرہٗ واعادی من یکفرہٗ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمدا عبدہٗ ورسولہ۔ ارسلہ بالھدٰی والنور والموعظۃ علٰی فترۃ من الرسل وقلۃ من العلم وضلالۃ من الناس وانقطاع من الزمان ودنو من الساعۃ وقرب من الاجل۔ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فقد غوٰی وفرط ضلالا بعیدا۔

Marfat.com

اوصيكم بتقوى الله فانّهٗ خير ما اوصى به المسلم المسلم ان يحضّه على الآخرة وان يأمره بتقوى الله فاحذروا ما حذركم الله من نفسه ولا افضل من ذٰلك نصيحة ولا افضل من ذٰلك ذكرًا وان تقوى الله لمن عمل على وجل ومخافة من ربه۔

على وجل ما تبغون من الامر الآخرة ومن يصلح الذى بينه وبين الله من امره فى السّر والعلانية لا ينوى بذٰلك الا وجه الله يكن لهٗ ذكرا فى عاجل امره وذخرا فى ما بعد الموت - حين يفتقر المرء اِلىٰ ما قدم۔ وما كان سوى ذلك يود لو ان بينه وبينها امدًا بعيدًا۔ ويحذركم الله نفسه وَالله رَءُوفٌ بِالعِبَاد - والذى صدق قولهٗ وانجز وعده لاخلف لذٰلك فانّه - يقول عزّ وجلّ - مَا يُبَدَّلُ القول لدىّ وما انا بظلّام للعبيد۔ فاتقوا الله فى عاجل امركم وآجله فى السر والعلانية فانه من يتق الله يكفر عنه سيئاته ويعظم لهٗ اجرًا وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا - وان تقوى الله يوقى مقته ويوقى عقوبته ويوقى سخطهٗ - وان تقوى الله تبيض الوجوه وترضى الرّبّ وترفع الدرجة - خذوا حظكم ولا تفرطوا فى جنب الله۔

Marfat.com

قد علمکم اللہ کتابہٗ ونہج لکم سبیلہ لیعلم الذین صدقوا و
یعلم الکاذبین فاحسنوا کما احسن اللہ الیکم وعادوا اعداء اللہ
وجاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ ھو اجتبٰکم وسمّٰکم المسلمین.
لیھلک من ھلک عن بینۃٍ ویحیٰی من حیّ عن بینۃٍ ولا قوۃ
الّا باللہ واذکرا اللہ واعملوا لما بعد الیوم فانہ من یصلح
ما بینہٗ وبین اللہ یکفہ اللہ ما بینہ وبین النّاس ذٰلک بان
اللہ یقضی علی النّاس ولا یقضون علیہ ویملک من الناس
ولا یملکون منہ۔ اللہُ اکبر ولا قوۃ الّا باللہِ العظیم۔

مفہوم۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ میں اُس کی حمد وثنا کرتا ہوں
اور اس سے اعانت، مغفرت اور ہدایت کا خواستگار ہوں۔ میرا اُسی پر ایمان
ہے۔ میں اُس کی حکم عدولی نہیں کرتا۔ میں حکم عدولی کرنے والوں کا دشمن
ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا اور
لاشریک ہے۔ اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اُس نے محمدؐ کو ہدایت
روشنی اور موعظت کے ساتھ ایسے زمانہ میں بھیجا ہے کہ عرصہ دراز سے
کوئی رسول نہیں آیا۔ لوگوں میں علم کی قلت اور ضلالت کی زیادتی ہو گئی
ہے۔ اُسے اختتام دُنیا، قربِ قیامت اور قربِ اجل کے وقت بھیجا گیا ہے۔
جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ راستہ پالے گا اور جو اللہ اور اُس کے

Marfat.com

رسولؐ کا کہنا نہیں مانے گا وہ راستہ سے بھٹک جائے گا۔ وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اور گمراہی میں بُری طرح پھنس جائے گا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ اس لئے کہ مسلمان مسلمان کو جو بہترین نصیحت کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ آخرت کے لئے تیار کیا جائے اور اللہ سے ڈرنے کے لئے کہا جائے۔ جن باتوں کے کرنے سے تمہیں اللہ نے روکا ہے اُن سے بچتے رہو۔ اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں ہے۔ اور نہ اس سے افضل کوئی گفتگو ہے۔ دنیا کے کام انجام دیتے وقت جس کے سامنے اللہ کا ڈر رہتا ہے، یاد رکھو یہ ڈر اور تقویٰ اُس کی عاقبت سنوارنے میں اعلیٰ ترین مددگار ثابت ہوگا۔ اور جب کوئی اپنے اور اللہ کے معاملے کو ٹھیک کرے گا، وہ معاملہ پوشیدہ ہو یا ظاہر، اور معاملہ ٹھیک کرنے میں اس کی نیت مخلصانہ ہوگی تو ایسا کرنا اس کو دنیا میں فائدہ دے گا اور مرنے کے بعد یہ اس کے لئے ایک متاع خیر بن جائے گا۔ جبکہ آدمی کو اعمالِ خیر کی ضرورت بھی ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص اللہ سے اپنا معاملہ ٹھیک نہیں کرتا تو وہ شخص یہ چاہے گا کہ اُس کے اعمال اس سے دور رکھے جائیں۔ اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے (کہ ساری اونچ نیچ اُس نے بندوں کو بتا دی ہے) جس نے اللہ کے فرمانے کو سچ جانا اور اس کے قول و قرار کر کے اُنھیں پورا کیا اُس کی نسبت اللہ عزّ و جل کا ارشاد ہے کہ ہمارے ہاں قول و قرار بدلتا نہیں اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

Marfat.com

تم جو کام اس وقت کر رہے ہو اور جو کام کبھی آئندہ کرنے والے ہو، وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر، تو اللہ کے ڈر اور تقوے کو سامنے رکھو۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور ثواب کی زیادتی ہوتی ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ بہت بڑی کامیابی پاتا ہے۔ ڈر اور تقویٰ اللہ کے غصہ، عذاب اور خفگی سے بچاتا ہے۔ اللہ کا ڈر اور خوف چہرہ کو چمکائے گا۔ اللہ کو راضی کرے گا اور درجات کو بلند کرے گا۔ دنیا کی لذتوں سے تمہیں محروم نہیں کیا جاتا۔ مگر اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے تمہیں اپنی کتاب سکھائی ہے۔ اور اپنی راہ دکھائی ہے کہ مصدقین اور مکذبین میں امتیاز ہو جائے۔ اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ تم اُس کے بندوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور اُس کے دشمنوں کو دوست نہ رکھو۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے۔ اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونے والا دشمن، دلائل سے ہلاک ہو، اور زندگی پانے والا روشن دلائل سے زندگی پائے۔ اور اللہ کے سوا کوئی قوت والا نہیں ہے۔ اللہ کو یاد رکھو اور اپنے مستقبل کے لئے نیک عمل کرو۔ جو اپنے اور اللہ کے مابین معاملہ ٹھیک کر لیتا ہے، اُس کے اور خلق اللہ کے معاملے اللہ ٹھیک کر دیتا ہے۔ اللہ کا حکم بندوں پر چلتا ہے۔ بندے اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے۔

Marfat.com

اللہ بندوں کا مالک ہے ۔ بندے اللہ کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ بہت بڑا ہے ۔ اور اللہ عظیم کے سوا کسی میں کوئی قوت نہیں ہے۔

مدینہ میں داخلہ

نماز جمعہ سے فراغت پاکر حضورؐ مدینہ میں داخل ہوئے۔ اب تک اس شہر کا نام یثرب تھا۔ آج سے یہ مدینۃ النبی اور اختصار کے طور پر مدینہ کہلایا جانے لگا۔ یثرب کے مسلمان ہجرت کی اطلاع سن چکے تھے اور روز شہر سے باہر نکل کر صبح سے دوپہر تک بیٹھے انتظار کرتے رہتے تھے۔ وہ حضورؐ کے قُبا پہنچتے وقت قُبا سے بھی کچھ آگے موجود تھے۔ اُنھوں نے حضورؐ کا بیحد محبت سے استقبال کیا۔ قُبا سے مدینہ تک حضورؐ کے گرد جاں نثاروں کا مجمع تھا۔ جو ملتا، یہی کہتا کہ گھر بھی حاضر ہے۔ مال بھی حاضر ہے اور جان بھی حاضر ہے۔ مدینہ میں پہنچے تو انصار کی لڑکیاں چھتوں پر چڑھ آئیں۔ اور گانے لگیں:-

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا   مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ شُکْرُ عَلَیْنَا   مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا   جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

Marfat.com

یعنی کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے (جہاں تک اہلِ مدینہ مہمانوں کو وداع کرنے آیا کرتے تھے اور جو مدینہ کے جنوب میں ہیں) چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے[1]۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک کہ دعا مانگنے والے دعا مانگیں، اے وہ کہ جو ہم میں مبعوث کیا گیا ہے ہم اُس کی اطاعت کریں گے۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارُ — یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٖ

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ واہ وا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیسے اچھے ہمسایہ ہیں۔

یثرب کے ہر شخص کی تمنا تھی کہ مہاجرین میں سے کوئی نہ کوئی میرے ہاں ٹھہرے۔ شوق میں قرعہ اندازی کر رہے تھے۔ جس کا نام نکلتا اُسے میزبان بنا دیا جاتا اور وہ مکان، زمین، مویشی، روپیہ، اسباب سب میں مہمان کو برابر کا شریک کر لیتا۔ مہمان، مہمان نہ رہتا، مالک بن جاتا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ایوب خالدؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ حضرت ابو ایوبؓ، جناب عبدالمطلب کے ننھیالی قبیلہ میں سے تھے۔ حضور سات مہینے اُن کے

---

[1] حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں جانب جنوب سے داخل ہوئے تھے۔

Marfat.com

ہاں رہے۔[1]

---

[1] مسجد نبوی بن جانے کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے حجروں میں منتقل ہو گئے تھے۔ مسجد کے ایک طرف حضورؐ کے اور حضورؐ کی ازواج مطہرات حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کے حجرے تھے۔ اور دوسری طرف مسقف چبوترہ تھا۔ جو ان حضرات کو دیدیا گیا تھا جن کے اہل وعیال نہیں تھے۔ جو بالکل تنہا تھے۔ اور دن رات عبادت کرنے کے سوا جنہیں اور کوئی کام نہ تھا۔ یہ حضرات "اصحاب صفہ" کہلاتے ہیں۔ صفہ کے معنی ہیں سائبان۔ اصحاب صفہ، یعنی سائبان کے نیچے رہنے والے۔

یہ اصحاب صفہ حضورؐ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ دوسرے صحابی کاروبار کی مشغولیتوں کی وجہ سے اُن کی طرح حاضر نہیں رہ سکتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ جن سے بے شمار حدیثیں مروی ہیں۔ اصحاب صفہ ہی میں سے تھے۔ اصحاب صفہ کے کھانے کپڑے کا حضورؐ انتظام فرماتے تھے۔ ہدیتہً یا دعوت کا کھانا آتا تو حضورؐ ساتھ بٹھا کر کھلاتے اور صدقہ کا کھانا آتا تو پورا کا پورا کھانا انھیں بھیج دیتے۔ کچھ نہ ہوتا تو صحابہؓ کو حکم دیتے کہ ایک ایک دو دو کو آج تم اپنا مہمان بناؤ۔

Marfat.com

مکّہ کے تیرہ سال

حضورؐ اور حضورؐ کے کل ساتھی مکّہ سے ہجرت کر چکے تھے۔ جو تھوڑے سے مسلمان عورت مرد مکّہ میں رہ گئے تھے وہ کسی مجبوری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ حضورؐ نے اوّل مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام فرمایا تھا اور انھیں مدینہ بھیجا تھا۔ پھر خود روانہ ہوئے تھے۔

اس طرح حضورؐ کی مکی زندگی مدینہ چلے جانے کے بعد ختم ہو گئی۔ لہٰذا مکّہ کی پیغمبرانہ زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لیجیے۔

پیغمبری کے یہ تیرہ سال حضورؐ نے جس حال میں گزارے اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، حضورؐ تو مامور من اللہ تھے۔ حضورؐ کے ساتھیوں کا صبر و استقلال بے مثال تھا۔ تحقیر و تذلیل اور زدوکوب کے ڈر سے ایک مسلمان نے بھی اسلام ترک نہیں کیا۔

پھر مکّہ میں مسلمان کیسے کیسے لوگ ہوئے۔ ہجرت کرنے سے مسلمانوں کی تعداد اور مسلمانوں کی قوّت بیشک بہت بڑھی۔ اور مدینہ کے

مسلمان واقعی بہت مخلص ثابت ہوئے۔ مگر مکہ نے بھی باوجود ہزاروں موانع کے حضورؐ کی خدمت میں گوہر نایاب پیش کر دیئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ۔ حضرت علی مرتضیٰؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ۔ حضرت عمار بن یاسرؓ۔ حضرت جعفر طیارؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ سب مکی ہیں۔ ان میں کا ہر ہر فرد اپنی قابلیت، صلاحیت، روشن ضمیری اور حق پسندی میں لاجواب تھا۔

حضرت بلالؓ۔ حضرت یاسرؓ۔ حضرت خبابؓ۔ حضرت کعبؓ اور حضرت سمیہؓ جنھوں نے اسلام کی خاطر انتہائی مصائب اٹھائے۔ لیکن اسلام کے نام پر حرف نہیں آنے دیا۔ مکہ ہی سے حضورؐ کو ملے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اور اُن کے آدھے قبیلے نے مکہ کے دور ہی میں اسلام قبول کیا تھا۔ قبیلہ بنو عبدالاشہل، حبش کے بہت سے باشندے، شام کے کچھ رہنے والے۔ نجران کے بیس عیسائی، یمن کے مشہور کاہن ضماد الازدیؓ اور یمن کے ایک حصہ کے فرمانروا طفیلؓ بن عمرو دوسی مکہ ہی کے دور کے مسلمان ہیں۔ قرآن مجید کی ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتوں میں سے نواسی سورتیں مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔

Marfat.com

مسجدِ نبوی کی تعمیر

مدینہ میں داخلے کے وقت حضور سرور کائنات کا ناقہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان کے سامنے رُک کر بیٹھ گیا تھا۔ مسجد نبوی اس جگہ بنائی گئی ہے جہاں ناقہ بیٹھا تھا۔ یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ حضورؐ نے یہاں مسجد بنانے کا خیال ظاہر فرمایا تو لڑکوں نے زمین مُفت نذر کر دی۔ مگر حضورؐ نے فرمایا۔ نہیں، زمین مفت نہیں لیجائے گی۔ قیمت قبیلہ بنو النجار نے ادا کرنی چاہی تو حضورؐ نے اسے بھی منظور نہیں کیا اور حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ قیمت دس اشرفیاں آپ ادا کر دیجیے۔ مسجد حضورؐ نے اور صحابہؓ نے مسجد قبا کی طرح اپنے ہاتھوں سے تعمیر کی تھی۔ حضورؐ اینٹیں لاتے تھے اور فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ لَاخَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ۔ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

الٰہی کامیابی (حقیقتاً) آخرت کی کامیابی ہے۔ تو انصار و مہاجرین کی مغفرت کر۔

مسجد کا طول سو گز تھا۔ کچی اینٹوں کی تین گز اونچی دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ کھجور کے تنوں کے ستون تھے۔ اور کھجور کے پتوں کی چھت تھی۔ بارش

Marfat.com

ہوتی تو پانی اتنا ٹپکتا کہ نمازی کیچڑ کے اوپر سجدہ کرتے۔ صحابہؓ نے مضبوط چھت ڈلانے کا قصد کیا۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا۔ موسیٰ جیسا عریش ہی ٹھیک ہے۔ بارش میں زیادہ تکلیف ہونے لگی تو سنگریزوں سے فرش بنایا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں بھی مسجد نبوی کی یہی حالت رہی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک اضافہ کیا۔ حضرت عباسؓ نے اپنا گھر، جو مسجد سے ملا ہوا تھا، مسجد کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے مسجد میں شامل کر لیا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور میں دیواریں پختہ بنوا دیں۔ ستون پتھر کے لگا دیئے اور چھت ساگون کی ڈال دی۔ فرش پر عقیق کی کنکریاں بچھا دیں۔

اس کے بعد چودہ سو سال سے حسبِ ضرورت ترمیم و ترقی ہوتی رہتی ہے۔

حضورؐ اور جملہ مسلمان جب مکہ میں تھے تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر بھی بیت المقدس قبلہ رہا۔ ہجرت کو سولہ مہینے گزر گئے تو شعبان سنہ ۲ ہجری میں اللہ کا حکم آیا کہ مکۃ (کعبۃ اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (بقرہ - ۱۰)

اس حکم کی وجہ سے حضورؐ کے سامنے ہی مسجد نبوی میں شمال

Marfat.com

کی جانب ایک نئے دروازہ کا اضافہ ہوا۔

اَذان

اذان دینے کا طریقہ ۲ھ میں جاری کیا گیا تھا۔ یہ بات زیرِ غور تھی کہ نماز کا وقت بتانے اور نماز کے لئے بُلانے کا کیا ذریعہ اختیار کریں۔ تاکہ مسجد میں سب ایک ساتھ پہنچیں اور باجماعت نماز پڑھیں۔ ہر مسلمان چاہتا تھا کہ وقت پر آئے۔ لیکن وقت کا اندازہ کسی کا کچھ ہوتا تھا اور کسی کا کچھ۔ اس لئے ایک ایسے طریقہ کی ضرورت تھی کہ اندازہ میں وحدت ہو جائے۔

تجویزیں بہت سی پیش کی گئیں۔ کوئی یہود کی طرح بگل بجانے کو کہتا تھا۔ کوئی عیسائیوں کی طرح گھنٹے بجانے کو۔ کوئی کہتا تھا کہ آدمی مقرر کر دیئے جائیں اور وہ نمازیوں کو بُلا بُلا کر لائیں۔ کوئی کہتا تھا کہ نماز کے وقت جھنڈا کھڑا کر دیا جایا کرے۔ اُسے دیکھ کر لوگ آئیں۔ حضورؐ ان تمام تجویزوں سے متفق اور مطمئن نہیں تھے۔ آخر ایک دن حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبداللہ بن زید نے الگ الگ عرض کیا۔ ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ نماز کے لئے یہ الفاظ کہہ کر بلایا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بس یہ الفاظ ٹھیک ہیں۔

Marfat.com

انہیں بآوازِ بلند پکار دینا چاہیئے۔ اور اذان دینے کی خدمت حضرت بلالؓ کے سپرد کی گئی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے مستقل مؤذن تھے۔ جب تک حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں رہے اذان دینے کی خدمت اس ممتاز مسجد میں حضرت بلالؓ ہی نے انجام دی۔

حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے کہا۔ میری اذان سننے والا چلا گیا۔ اب میں اذان نہیں دوں گا۔ اور حضرت بلالؓ نے مدینہ منورہ کی رہائش بھی ترک کر دی۔ لیکن حضورؐ کی وفات کے بعد دو اذانیں حضرت بلالؓ کو کہنی پڑیں۔ جو یادگار اذانیں ہیں۔ ایک اذان حضرت عمر فاروقؓ کی خاطر سے کہی گئی تھی اور دوسری حضرات حسنینؓ کے ارشاد کی تعمیل ہیں۔

جب ملک شام فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں نے بیت المقدس کو حوالہ کرنے کی یہ شرط لگائی کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ خود تشریف لائیں اور دستِ مبارک سے معاہدۂ صلح مرتب فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ تشریف لے گئے۔ حضرت بلالؓ جہاد کے سلسلے میں وہاں موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے خواہش کی کہ تمہاری اذان سننے کو بڑا جی چاہتا ہے۔ کان اُس آواز کو ترس گئے جنھیں حضورؐ کے زمانے میں روز پانچ وقت سنتے تھے۔ حضرت بلالؓ نے حضرت عمر کی خواہش کو قبول کر لیا۔

Marfat.com

حضرات حسنین کے ارشاد کی تعمیل کا قصہ یہ ہے کہ حضرت بلال رضؓ نے حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ بلال! کیا ہماری زیارت کرنے حاضر نہیں ہوگے۔ حضرت بلال رضؓ فوراً مدینہ منورہ پہنچے۔ مدینے کا ہر ہر شخص متمنی تھا کہ حضرت بلال رضؓ کی صدائے اذان کان میں آئے۔ مگر فرمائش کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ حضرات حسنین چھوٹے چھوٹے تھے۔ سب نے انہیں پیچھے لگا دیا۔ حضرات حسنین بڑے بھی ہوتے تو حضورؐ کے نواسوں کی بات حضرت بلال کیسے ٹال سکتے تھے۔ عجیب مستانہ کیفیت کے ساتھ حضرت بلال رضؓ نے یہ اذان دی۔ سارا مدینہ گوش بر آواز تھا۔ جب حضرت بلال رضؓ نے حضورؐ کے روضہ مبارک کی طرف اشارہ کرکے پکارا اشھد ان محمد رسول اللہ تو مدینے میں کہرام مچ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا حضورؐ نے آج ہی وفات پائی ہے۔ خواتین گریہ وزاری کرتی پردے سے باہر آگئیں۔ خواتین کیا، مردوں کے سینے پھٹے جاتے تھے۔ خصوصاً حضرات حسنین کی موجودگی اور آہ وبکا دیکھ کر کون تھا جو نہ رو پڑتا۔

نماز باجماعت۔ اور نماز میں اتحاد جہت۔ اور نماز کے لئے اذان ایک ایک چیز کا حسن لائق غور ہے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

Marfat.com

ایک یہودی پیشوا اور ایک عیسائی راہب کا قبول اسلام

عبداللہ بن سلام یہود مدینہ کے دینی پیشوا اور بڑے عالم فاضل بزرگ تھے۔ ایک روز انہوں نے حضور کو وعظ فرماتے سن لیا اور حضور کے یہ الفاظ انہیں ازبر یاد ہو گئے۔

اَیُّھَا النَّاسُ! اِفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ
وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَ صَلُّوْا بِالَّیْلِ وَ النَّاسُ نِیَامٌ

اے لوگو! سب کو سلام کر لیا کرو۔ اور سب کو کھانا کھلایا کرو۔ اور قرابت داروں سے اچھا برتاؤ کیا کرو۔ اور رات کے وقت جب لوگ سو جاتے ہیں تم نمازیں پڑھا کرو۔

عبداللہ بن سلام نے حضورؐ کے حالات پر غور کرنا شروع کر دیا اور حضورؐ کو قدیم صحائف کی پیشین گوئیوں کا مصداق پایا تو فوراً حضورؐ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ سوال و جواب کرکے جانچیں۔ حضورؐ کے جوابات کا بھی عبداللہ بن سلام نے یہی اثر لیا کہ ایسے جوابات صرف نبیؐ ہی دے سکتا ہے۔

عبداللہ بن سلام نے کہا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ لیکن پہلے ذرا میری قوم کے عمائد کو بلائیے اور اُن سے دریافت کیجئے کہ وہ مجھے کیسا آدمی سمجھتے ہیں؟

حضورؐ نے عمائدِ یہود کو طلب فرمایا اور پوچھا۔ عبداللہ بن سلام کیسے آدمی ہیں؟ عمایدِ یہود نے یک زبان ہوکر جواب دیا۔ عالم ابنِ عالم۔ سیّد ابن سیّد۔ ہم میں بہترین انسان۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ آڑ میں بیٹھ گئے تھے۔ اُدھر یہودیوں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے، اِدھر حضرت عبداللہ بن سلام سامنے آگئے اور کہا۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ۔ یہودیوں نے فوراً اپنے الفاظ بدل دیئے اور کہا جاہل ابنِ جاہل۔ ذلیل ابنِ ذلیل۔ ہم میں بدترین آدمی ہے۔ یہ سنہ۱ھ کا واقعہ ہے۔ سنہ۱ھ ہی میں حضرت ابو قیس صرمہ بن ابی انسؓ بھی اسلام لائے۔ یہ عیسائی راہب تھے۔ فصیح و بلیغ شاعر اور واعظ۔ فاضلِ الٰہیات تھے۔

❋ ❋ ❋

مواخات

مسلمانوں میں آپس کا تعلق اور ایک دوسرے سے ہمدردی حضور سرورِ کائنات کے زمانہ میں ایسی تھی جیسی باپ کی موجودگی میں سگے بھائیوں اور سگی بہنوں میں ہوتی ہے۔ جب آپ مکہ میں تھے جب بھی اور جب مدینہ پہنچے جب بھی حضور کی موجودگی کی برکت تھی کہ مسلمان، مسلمان پر جان چھڑکتا تھا۔ مسلمان ضرورتمند کی ضرورت نہیں رکنے دیتا تھا۔ مسلمان اپنی اولاد کی طرح دوسرے مسلمانوں کی اولاد کا خیال رکھتے تھے۔ مسلمان یتیم لاوارث نہیں ہونے پاتے تھے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے قول و قرار کو اپنا قول و قرار سمجھ کر نباہتا تھا۔ اللہ کا یہ بہت بڑا انعام تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ

مفہوم: مسلمانو! یہ اللہ کی ایک نعمت ہے کہ تم سب بھائی بھائی بن گئے ہو۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اللہ نے تمہیں اس میں گرنے سے

بچا لیا۔

اس بھائی چارہ کو پختہ کرنے کی طرف حضورؐ کی ہمیشہ توجہ رہتی تھی۔ حضورؐ نے کچھ حضرات کو کچھ حضرات کے ساتھ خاص طور سے بھی وابستہ فرما دیا تھا۔ یہ مواخات مکہ میں جڑ پکڑ چکی تھی۔ لیکن مدینہ میں اس نے جو صورت اختیار کی وہ اپنا جواب نہیں رکھتی۔ یہیں سے اسلامی قومیت کی بنیاد پڑی۔ جو نسل۔ وطن۔ رنگ اور زبان کی قید میں مقید نہیں ہے۔ مدینہ کے انصار نے مکہ کے مہاجرین کے ساتھ ایسا بھائی چارہ برتا کہ سگا بھائی، سگے بھائی سے نہیں برت سکتا۔ مکہ کے مسلمان فقط جان اور ایمان لے کر آئے تھے۔ مال و زر اُن کا مکہ میں رہ گیا تھا۔ لیکن جس انصاری کو اُن کا بھائی کہہ دیا گیا اُس انصاری نے اپنا مال و زر دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ مہاجر بھائی کی نذر کر دیا۔ حتیٰ کہ حضرت سعدؓ بن ربیع انصاریؓ نے جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مہاجر کے بھائی بنے تھے، کہا۔ میری دو بیویاں ہیں۔ ایک کو طلاق دیئے دیتا ہوں۔ آپ اُس سے نکاح کر لیجئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بیوی تو کیا، کوئی چیز بھی قبول نہیں کی اور فرمایا۔ مجھے تم بازار کا راستہ بتا دو۔ اللہ تمہاری بیویاں اور تمہارا مال تمہیں مبارک رکھے۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو وہ ترقی دی کہ سات سات سو اونٹوں پر ان کا مال تجارت لدا کرتا تھا۔ اور اُن کا قول تھا کہ مٹی کو ہاتھ لگاتا ہوں تو سونا ہو جاتی ہے۔

امداد کا احسان اُنہی مہاجرین نے اٹھایا تھا جنہیں اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ لیکن ذرا اُس وقت کے مسلمان کا دل گردہ دیکھئے۔ اس وقت کے مسلمان دوسرے مسلمان کی خاطر کتنی قربانی کرنے کے لئے تیار تھے۔

انصاری کا انتقال ہو جاتا تو مہاجر بھائی کو اس کا ورثہ ملتا۔ جنگِ بدر کے بعد مہاجرین انصار کی مدد سے بے نیاز ہو گئے تو یہ ورثہ بند کیا گیا اور حسب ذیل آیت اتری :-

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (انفال ۱۰)

مفہوم :- (بس اب) قرابت دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

کسی مہاجر نے انصاری بھائی سے فائدہ اٹھایا ہو یا نہ اٹھایا ہو۔ لیکن مواخات بہر حال قائم رہی اور مندرجہ بالا آیت کے نزول کے بعد بھی قائم رہی۔ مالی فائدہ نہ سہی، اور بہت سے فائدے اس مواخات میں پوشیدہ تھے۔ مہاجرین، انصار سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے تو انصار، مہاجرین سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ حضور سرورِ کائنات نے مکہ کے مسلمانوں کو تیرہ سال میں جس رنگ سے رنگا تھا، وہ رنگ مکہ کے مسلمانوں نے مدینہ کے مسلمانوں پر چڑھا دیا۔ شاگرد، استادوں کے کام آئے اور استاد شاگردوں کے کام آئے۔ میل ملاپ کی نعمت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ سب نے ایک دوسرے کے کام آنے کی ایسی تربیت پائی کہ اُن کی شان میں اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (حشر-۱)

مفہوم:- وہ تنگدست ہوتے ہیں تب بھی دوسروں کے لئے ایثار کرتے ہیں۔

ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھا ہے اور دوسروں کو کھانا کھلا دیا ہے۔ اور کھانے والے پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ سارے گھر پر کیا بیتے گی۔

Marfat.com

مرکز کا تعین

ہجرت سے پہلے، مکے میں، نماز بیت المقدس کی طرف منہ کرکے پڑھی جاتی تھی۔ ہجرت کے بعد بھی سولہ سترہ مہینے بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ لیکن شعبان ۲ھ ہجری میں، جبکہ یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات خاصے خوشگوار تھے، وحی آئی (کہ یہودیوں کے قبلے کو قبلہ مت رکھو) تم اپنا رخ مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیرلو۔ اور (صرف مدینے ہی میں نہیں ہر جگہ متحد الجہت ہو جاؤ) جہاں کہیں بھی ہو تمہارا رخ مسجد حرام کی طرف رہنا چاہیے فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۔ اس یک جہتی اور یک رنگی کا روزانہ پانچ مرتبہ مظاہرہ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

خانۂ کعبہ اس وقت دشمنوں کے قبضے میں تھا۔ اور بیت المقدس سے اُن یہودیوں کو نسبت تھی جو اہل کتاب تھے اور جن کے ساتھ کچھ عہد پیمان باندھے جا چکے تھے۔ یہودی خوش تھے کہ مسلمان اُن کے قبلے کو قبلہ مانتے

ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم آتے ہی بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف رُخ پھر گیا۔

خانۂ کعبہ کی طرف رُخ کرانے سے مقصد یہ نہیں تھا کہ محض نماز میں اسے قبلہ بنا لیا جائے۔ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ یہ (کوئی بڑی بات اور) نیکی نہیں ہے کہ آپ نے (فقط نماز پڑھنے میں) اپنا منہ مشرق کی طرف کر لیا۔ یا مغرب کی طرف کر لیا۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط فَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط۔ جدھر تمہارا منہ ہوگا اُدھر اللہ ہوگا۔ مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی اللہ کا ہے۔ بلکہ یہ مقصد تھا کہ خانہ کعبہ ...... حکومت الٰہیہ کا مرکز بنے اور اسلامی نظام اس مرکز کے گرد گھومے۔

بیت المقدس بھی بے شک و شبہ مقدس مقام ہے۔ وہاں جن کی یادگاریں ہیں وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کے بھی بزرگ تھے۔ مگر اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ۔ پہلا گھر جسے نوعِ انسانی کے لئے (مرکز) قرار دیا گیا تھا یہی ہے جو وادی بکا (مکے) میں ہے۔ اس سے پہلے دنیا بھر میں کہیں مسجد، مندر اور گرجا کا نام نہیں تھا۔[1]

---

[1] ویدکا ابتدائی زمانہ چودہ سو سے دو ہزار قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں آریہ ورت (ہندوستان) میں کسی مندر کا وجود نہیں تھا۔ (سویلیزیشن آف اینشنٹ انڈیا۔ مصنفہ مسٹر آر۔ سی۔ دت)

یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جدِّ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کے بانی تھے۔ اور بیت المقدس (یروشلم) کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے نو سو سوا نو سو سال بعد۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے خانہ کعبہ کو بھلا دیا اور خانہ کعبہ بُت خانہ بن گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ایک روز خانہ کعبہ کی تطہیر مسلمانوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ لہٰذا تطہیر سے نو سال قبل اسے مسلمانوں کا قبلہ اور مرکز مقرر کر دیا گیا۔

اس تبدیلی کا اثر یہودیوں پر اچھا نہیں پڑا۔ تبدیلی سے مسلمانوں کو ایک امتیازی حیثیت مل گئی۔ یہودی شاید سمجھتے تھے کہ مسلمان بہت سی باتیں ہماری جیسی کرتے ہیں[۱] ہم انہیں اپنے میں جذب کر لیں گے۔ لیکن تبدیلی ہوتے ہی یہودی بگڑ گئے۔ اور بعض یہودی جو مسلمانوں کے ساتھ فریب برت رہے تھے اُنہوں نے دیکھا کہ اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہری ہے[۲] کہ مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے تو انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا۔

---

[۱] تازہ احکام ملنے تک حضور اہلِ کتاب سے ہمیشہ موافقت کیا کرتے تھے۔

[۲] وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۶۲ پر)

Marfat.com

چند چیزیں ہیں جو کسی قوم کو دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہیں ۔ ان میں اہم ترین چیز قوم کا مرکز ہے ۔ جس طرح قوموں کے جھنڈے مختلف الانواع ہوتے ہیں اسی طرح قوموں کے مرکز الگ الگ ہوتے ہیں ۔ خانۂ کعبہ کو مسلمانوں کا مرکز مکّے کے قیام کے زمانے میں نہیں بنایا گیا ۔ کیونکہ اتفاق سے کفّار مکّہ کا بھی وہ مرکز تھا ۔ کفار مکّہ سے مشابہت کیسے کی جاتی ۔ مگر مدینہ میں کفّار مکّہ کی مشابہت کا سوال نہیں تھا ۔ یہودیوں کی مشابہت کا سوال تھا ۔ مرکز کی کیا اہمیت ہے ۔ اسے موجودہ مسلمان خلافت ترکی کے خاتمے سے بآسانی سمجھ سکتے ہیں ۔ قسطنطنیہ کی خلافت اور قسطنطنیہ کی مرکزیت بالکل بے جان اور برائے نام تھی اور اسے حقیقی مرکزیت سے ایک بٹا لاکھ کی بھی نسبت نہیں تھی ۔ تاہم ترقی یافتہ قوموں کو وہ بھی گوارا نہیں ہوئی اور ترقی یافتہ قوموں نے ترکوں ہی کے ہاتھوں اُن کی خلافت اور مرکزیت کا خاتمہ

(صفحہ ۱۶۱ کا بقیہ)

یَّنۡقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیۡهِ ۔ (کعبہ) جو تمہارا پرانا قبلہ ہے ہم نے (دوبارہ) قبلہ اس لئے بنایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ (ہمارے) رسول کی پیروی کون کرتا ہے اور کون منہ موڑ کر الٹے قدموں پھر جاتا ہے ۔

کعبے کا قبلہ ہونا مسلمانوں کا اختصاصی نشان ہے جو اصلی اور نمائشی مسلمانوں کو الگ الگ کر دکھاتا ہے ۔ آستین میں سانپ آخر کیوں پلنے جائیں ۔

Marfat.com

کرا ڈالا۔ ہ

وجود ہی نہیں رہ سکتا ایسی ملت کا
جو اپنے مرکزِ اصلی سے انحراف کرے (اسد ملتانی)

عاشقِ اسلام مولانا محمد علیؒ نے ایک دفعہ کہا تھا:۔[1]

کعبۃ اللہ کی حفاظت ہمارا سب سے بڑا اور آخری فرض ہے۔ اس کے بچانے کے لئے ہمیں اپنی جانیں قربان کرنا ہیں۔ جب اس پر حملہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں، اور ہمارا قبلہ ہی خطرے میں پڑ رہا ہے، تو ہم سب یہاں سے ہجرت کر کے گرتے پڑتے اس کی حفاظت کو جا پہنچیں گے۔ اپنے گھروں کو ویران کر دیں گے۔ تاکہ اللہ کا گھر محفوظ رہے۔ یہاں کی مسجدوں میں قفل ڈال جائیں گے کہ وہ بڑی مسجد آباد رہے۔ یہاں کی عبادت گاہیں سُونی کر جائیں گے کہ اُس معبد اعظم کی رونق اور بہار میں فرق نہ پڑنے پائے۔

آج بھی مسلمانوں کی سلطنتیں اگر ایک مرکز کے تحت آجائیں تو ان کی قوت خاصی ہو سکتی ہے۔ لیکن جوں جوں مسلمان بادشاہوں کی تعداد[2] ترقی کرتی جاتی ہے ووں ووں مسلمانوں کی قوت گھٹتی جاتی ہے۔ گھٹتی

---

[1] مولانا محمد علی کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی کی ذاتی ڈائری سے مقتبس۔
[2] ترکی اور عرب کل تک ایک حکومت کے تحت تھے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے عرب کو ترکوں سے آزاد کرایا گیا اور پھر عرب میں متعدد ہز میجسٹی بنا دیئے گئے۔

Marfat.com

کیا جاتی ہے بتر بتر ہو گئی ہے۔

قسطنطنیہ کی مرکزیت سے سلطان، عبدالحمید خان کے دور تک دنیا تھرایا کرتی تھی۔ غالباً فرانس کا واقعہ ہے۔ سلطان عبدالحمید خان نے سنا کہ فرانس میں کوئی تماشہ دکھایا جانے والا ہے جو اسلامی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض ہے۔ سلطان نے فرانس کے سفیر متعینہ ترکی کو ٹیلیفون کیا کہ اپنی حکومت سے کہو کہ ایسا تماشہ دکھانے کی ممانعت کرے۔ میں جواب کا منتظر ٹیلیفون کے پاس بیٹھا ہوں۔ سفیر نے حکومت فرانس سے فوراً جواب لے کر دیا کہ تماشہ روک دیا ہے۔

عام مسلمانوں میں، جن کے دل و دماغ پر اِدھر اُدھر کا ملمع نہیں چڑھا ہے، اسلام کی ہر تعلیم کی رمقیں، چودہ سو برس گزر جانے کے باوجود، باقی ہیں۔ یہ جو کبھی کبھی آپ کے کانوں میں آواز پڑ جاتی ہے کہ فلاں تحریک نے اتنے ہزار مسلمانوں کی جان لے لی، تو یقین کیجیے کہ وہی مرکز کی پیروی کا جذبہ عام مسلمانوں کے سینے اللہ رسولؐ کے نام پر بندوقوں کے آگے کر دیتا ہے۔ کاش مسلمان عوام کو اصلی مرکز اور سچا رہنما میسر آتا تو پھر یہ سوچنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ خیر امۃ کے مصداق کس زمانے کے مسلمان تھے۔ مسلمان عوام سے بہتر عوام آج بھی دوسری قوموں میں نہیں ہیں۔ مسلمان خواص سے مسلمان عوام کا اندازہ مت لگائیے۔ مسلمان عوام کے

Marfat.com

اخلاص اور مسلمان عوام کی فداکاری کا کیا ٹھکانہ ہے۔ خلافت کو بچانے کی تحریک کے زمانہ میں ایک عوامی شاعر نے بی اماںؒ (والدہ مولانا محمد علیؒ) کی طرف سے بالکل سچ کہا تھا ؎

ہوتے میرے اگر سات بیٹے
کرتی سب کو خلافت پہ صدقے
ہیں یہی دین احمدؐ کے رستے
جان بیٹا خلافت پہ دیدو

Marfat.com

غیرمسلموں سے معاہدہ

مدینہ منورہ میں قیام کے بعد حضورؐ نے مہاجرین وانصار کی جانب سے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور نسل و مذہب کے اختلاف کے باوجود سب کو تمدن اور تہذیب کی بنیاد پر ایک جماعت قرار دیا۔ معاہدہ کا خلاصہ یہ تھا:۔

محمد رسول اللہؐ معاہدہ کرتے ہیں، قریشی اور مدنی مسلمانوں کی جانب سے اُن غیر مسلموں کے ساتھ جو مسلمانوں سے تعاون اور اشتراکِ عمل کے لئے تیار ہیں۔ معاہدین، مسلم وغیر مسلم، سب ایک جماعت سمجھے جائیں گے[1] اور معاہدین میں سے کسی پر اگر کوئی حملہ آور ہوگا تو اس کا سب مل کر دفاع کریں گے۔ معاہدین کے درمیان نیکی اور بہی خواہی کے تعلقات رہیں گے۔ بدی اور ایذارسانی کا برتاؤ ایک دوسرے سے نہیں کیا جائے گا۔ یہودیوں کے حلیفوں

---

[1] اَنَّهُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ یعنی یہ باہمی معاہدہ کرنے والے دوسروں کے مقابلے میں ایک جماعت ہوں گے۔

Marfat.com

کا بھی یہودیوں ہی کے برابر لحاظ رکھا جائے گا۔ مدینہ کے اندر کشت و خون سب حرام خیال کریں گے۔ آپس میں معاہدین کا کوئی جھگڑا قصہ اٹھے گا تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے کرایا جائے گا۔ یہودیوں کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کی جائے گی یہود کو اپنے مذہب پر چلنے کا اختیار ہوگا۔

اس معاہدہ پر مدینہ کے تمام سرداروں نے دستخط کئے تھے۔

حضورؐ مدینہ کے اردگرد کے قبائل کو بھی اس معاہدہ میں شریک فرمانا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضور ربیع الاول سنہ ۲ ہجری میں ودان تشریف لے گئے اور قبیلہ بنی حمزہ کو شریک کر لیا اور جمادی الآخر سنہ ۲ھ میں حضورؐ نے ذوالعشیرہ جا کر اس معاہدہ پر بنو مدلج کے دستخط کرائے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر

مسلمانوں کی پہلی جنگ

کفارِ مکہ کو حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اُن کے ساتھیوں کی ہجرت مطمئن نہ کر سکی۔ وہ برابر اسلام کے پیچھے پڑے رہے۔ چاروں طرف کے قبائل پر ایسا اثر ڈالا کہ حضورؐ تک کوئی سعید روح والا انسان جانا چاہتا تو قبائل اسے جانے نہ دیتے۔ ۶ھ تک یہ حال تھا کہ بحرین سے کچھ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنھوں نے بیان کیا کہ ان دنوں کے علاوہ (جن میں عرب خونریزی چھوڑ دیتے ہیں) حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا جان پر کھیلنا ہے۔

پہلے کفارِ مکہ جو کرتے تھے خود کرتے تھے۔ اب اُنھوں نے سارے عرب میں مخالفت کا جال بچھا دیا تھا۔ حضورؐ اور صحابہؓ کی جانیں مدینہ پہنچ کر بھی محفوظ نہیں تھیں۔ مدینہ میں حضورؐ کئی کئی رات مسلسل جاگتے رہتے

تھے۔ اور سوئے بغیر چارہ نہ رہتا تو فرماتے۔ آج کسی ہوشیار آدمی کو پہرہ دینا چاہیئے تاکہ میں سو جاؤں۔ تمام صحابہؓ ہتھیار باندھے سویا کرتے تھے۔ صرف مہاجرین ہی نہیں، انصار کی نیندیں حرام ہوگئی تھیں۔

حبش کی ہجرت کے وقت بھی کفارِ مکہ نے مسلمانوں کا پیچھا کیا تھا۔ مگر وہاں کے بادشاہ پر جتا دو نہ چلا۔ مدینہ میں انہیں مددگار ہاتھ آ گئے۔ اوّل اُنھوں نے مدینہ کے بُت پرست سردار عبداللہ بن ابی بن سلول سے خط و کتابت کی۔ لکھا کہ تم محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے ہاں مت رکھو۔ یہ لوگ اگر نہ نکلیں تو لڑ کر نکال دو۔ یا مار ڈالو۔ ورنہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ تم پر حملہ کریں گے اور تمہیں مار ڈالیں گے۔ اور تمہاری عورتوں پر قبضہ جما لیں گے۔

عبداللہ بن ابی نے حضورؐ سے اور مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو کفار مدینہ کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ تم قریش کی چال میں پھنس گئے ہو۔ کیا اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مارو گے۔ جن مسلمانوں سے لڑنے والے ہو وہ تمھارے بھائی اور بیٹے ہیں۔ اہلِ مکہ تمھارے ہاتھوں سے تمھارے بھائیوں اور بیٹوں کی خونریزی کرائیں گے۔

حضورؐ کے دو فقروں سے اس سازش کا تو خاتمہ ہو گیا۔ حملہ کی تیاری کرنے والے اپنے گھر چل دیئے۔ لیکن بُت پرستوں کے تجربہ کے بعد

Marfat.com

کفارِ مکّہ نے مدینہ کے یہودیوں کو گانٹھا اور انہیں چپکے چپکے راضی کر لیا۔

ربیع الاوّل سنہ ۲ھ میں کچھ لوگوں کے ساتھ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کا رُخ کیا اور مدینہ کے باہر جتنے مویشی چر رہے تھے، سب پکڑ کر لے گیا۔ دکھانا یہ تھا کہ اہلِ مکّہ اتنے بہادر ہیں کہ تین سو میل دور کے مویشی پکڑ لے جاتے ہیں۔

رمضان سنہ ۲ھ میں ابوجہل نے کفارِ مکّہ کو ابھارا اور کہا کہ شام سے ہمارا قافلۂ تجارت آرہا ہے۔ سردارِ قافلہ ابوسفیان نے اطلاع دی ہے کہ مسلمان قافلہ لوٹیں گے اور مویشی پکڑ لانے کا بدلہ لیں گے۔ قافلہ میں جن جن کا مال تھا اور جن جن کے عزیز تھے وہ بھڑک اٹھے۔ اور ایک ہزار کفارِ مکّہ ابوسفیان کے قافلہ کی حفاظت کے لیے عتبہ کی زیرِ قیادت روانہ ہوئے۔

ابوسفیان کا قافلہ بخیر و عافیت مدینہ سے گزر گیا۔ لیکن ابوجہل نے کہا۔ مسلمان آج نہیں تو کل سر اٹھائیں گے۔ ہم لوگ آ گئے ہیں تو ان کی سرکوبی کر ہی دینی چاہیئے۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے پوچھا۔ کیا قصد ہے۔ مہاجرین نے ہمت افزا جواب دیئے۔ لیکن انصارؓ سمجھے کہ جواب کوئی دے اگر اس سے اختلاف نہیں کیا جاتا تو وہ جواب سب کی طرف سے ہے۔ حضورؐ نے دوبارہ مشورہ مانگا۔ اور اتفاق سے پھر یہی صورت رہی کہ مہاجرین نے جواب دیا۔

Marfat.com

اور انصار خاموش رہے۔ حضورؐ نے سہ بارہ پوچھا تو انصار کو محسوس ہوا کہ حضورؐ ہمارا جواب سننے کے منتظر ہیں۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ! ہم اللہ اور اُس کے رسولؐ کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے۔ ہمارا مال و متاع حاضر ہے۔ حضورؐ ہمارے لئے کچھ چھوڑ دیں گے تو وہ ہمیں اتنا پسند نہ ہوگا، جتنا لے لینا۔ اور ہماری جان حاضر ہے۔ اگر حضورؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں گے تو ہم سمندر میں کود جائیں گے۔

حضرت مقدادؓ نے کہا۔ حضورؐ! ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہیں ہیں جنھوں نے کہہ دیا تھا۔ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ۔

مفہوم:۔ تم جاؤ اور تمہارا رب جائے اور دونوں قتال کرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

حضورؐ! ہم کفار سے آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے چاروں جانب ہو کر لڑیں گے۔

مہاجرین و انصار سے اطمینان بخش جواب پا کر حضورؐ نے لڑائی کے لئے خدا کی اجازت اور ہدایت کا انتظار کیا۔ اور جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضورؐ کفار مکہ کی مدافعت کرنے نکلے۔

Marfat.com

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا (حج-ع-۶)

مفہوم :- جو جنگ کرنا چاہتے ہیں اُنھیں جنگ کا اذن دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ (چودہ برس سے) ان پر مظالم ہو رہے ہیں (اب اللہ کا نام لیکر وہ میدان میں اُتر پڑیں) اللہ بلاشبہ اُن کی مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ محض اتنی بات پر کہ اُنھوں نے اللہ کو اپنا پروردگا تسلیم کر لیا ہے۔ اور (اب مسلمانوں کا عیسائیوں اور یہودیوں سے معاہدہ ہو چکا ہے) اگر اللہ حملہ آوروں کو مسلمانوں سے دفع نہیں کرتا تو عیسائیوں کے گرجا، یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مساجد جن میں اللہ کا نام بہت زیادہ لیا جاتا ہے، سب منہدم کر دی جاتیں۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ۔ (بقرہ-۲۴)

مفہوم :- جو تم سے لڑیں تم اللہ کے راستہ میں ان سے لڑو۔

معمولی قسم کی چھیڑ چھاڑ اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں مسلمانوں اور کفار مکّہ کے درمیان ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن کشت و خون کی نوبت اب تک

نہیں آئی تھی۔ یہ جھڑپیں "سرایہ" کہلاتی ہیں۔ سریۂ حمزہؓ۔ سریۂ عبیدہ بن حارثؓ۔ سریۂ سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضورؐ ان سرایا میں شرکت نہیں فرماتے تھے۔ صرف ابوا کی مہم میں حضورؐ گئے تھے۔ وہاں حضورؐ نے لڑنے کی بجائے قبیلۂ بنی ضمرہ سے جس کا ابوا میں زور تھا، معاہدہ کر لیا تھا۔ مدینہ آ کر حضورؐ نے مکّہ والوں کو بس اتنا ہی جواب دیا تھا کہ مکّہ والے جنھیں اسلام کے خلاف ورغلاتے تھے حضورؐ انھیں سنبھال لیتے تھے۔

ان جھڑپوں سے کفار کا مقصد تو صرف ستائے جانا تھا۔ اور مسلمان چاہتے تھے کہ مکّہ میں ہم رہ نہیں سکتے تو کم از کم حج اور عمرہ کا دروازہ تو ہمارے لئے کھلا رہے۔ یا پھر ہم سعد بن معاذؓ کی بات پوری کریں گے۔ شام کے راستہ پر پہرے بٹھائیں گے۔ اور کفار مکّہ کی تجارت میں روڑے اٹکائیں گے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعدؓ عمرہ کرنے مکّہ گئے تھے اور اُمیّہ بن خلف کے ہاں ٹھہرے تھے۔ اُمیّہ بن خلف اگرچہ کافر تھا لیکن حضرت سعد بن معاذؓ سے اُس کی دوستی تھی۔ اُس نے انھیں ٹھہرا لیا اور ساتھ لیکر کعبہ کا طواف کرانے چلا۔ ابوجہل نے حضرت سعدؓ کو دیکھا تو کہا۔ سعدؓ! میں تمھیں کعبہ میں نہیں گھسنے دوں گا۔ امیّہ تمھارے ہمراہ نہ ہوتے تو تم زندہ نہیں جا سکتے تھے۔ تم نے ہمارے

Marfat.com

دشمنوں کو پناہ دی ہے۔

حضرت سعدؓ بولے۔ تم ہمیں حج اور عمرہ سے روکو گے تو ہم تمہارا شام کا راستہ بند کر دیں گے۔ تم شام سے تجارت نہ کر سکو گے۔ شام کو مدینہ سے راستہ جاتا ہے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور بارہ اور مسلمان نخلہ بھیجے گئے تھے تاکہ کفّار کی ٹوہ لگائیں۔ اور اطلاع دیں۔ کفّار سے اُن کی لڑائی ہو گئی۔ اور اُس میں عمرو بن الحضرمی مکّہ کا ایک ممتاز کافر مارا گیا اور کافروں کے دو اور بڑے سرغنہ پکڑ لئے گئے۔ اور باقی مال چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ واپس آئے تو حضورؐ نے فرمایا۔ میں نے تم کو اس کام کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ صحابہ بھی بگڑے کہ تم نے وہ کام کیا جس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اور تم ماہِ حرام میں لڑے۔ اور مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ابھی لڑائی کی اجازت ہی نہیں دی ہے۔ غرضکہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے لڑنے کی سب مسلمانوں نے مذمّت کی۔

اُدھر عمرو بن الحضرمی کے قتل سے کفارِ مکّہ میں سخت اشتعال پیدا ہو گیا۔ اور ابو جہل ہجرت کے بعد سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی

Marfat.com

جو آگ سلگا رہا تھا وہ بھڑک اُٹھی۔

غرضکہ کفّارِ مکّہ نے مدینہ کا رُخ کیا۔ اور حضورؐ نے بدر کے مقام پر انھیں روکا۔ بدر ایک گاؤں کا نام ہے۔ مدینہ سے قریباً اسّی میل دور ہے، حضورؐ ۱۲ رمضان سنہ ۲ھ کو مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے اور ۱۷ رمضان کو بدر میں لڑائی چھڑ گئی۔ یہ پہلا رمضان تھا جس میں روزے فرض کئے گئے تھے۔

تین سو تیرہ صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے جن کا سامان ساٹھ اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ کفّار کی تعداد تگنی سے زیادہ تھی۔ اور گھوڑے، اونٹ اور دوسرا سامان کئی گنا زیادہ تھا۔ گھوڑوں کی تعداد سو تھی یعنی پچاس گنی زیادہ۔ کفار کے لشکر میں ایسے ایسے دولتمند موجود تھے جو باری باری تنہا پورے لشکر کو کھانا کھلا رہے تھے۔ برعکس اُن کے مسلمانوں کے ہاں ہر شے کا توڑا تھا۔ راشن بھی کم اور ہتھیار بھی برائے نام۔ مگر اللہ تعالیٰ کے وعدۂ نصرت نے مسلمانوں کے دل شیر کر رکھے تھے۔ کثرتِ تعداد اور کثرتِ سامان کی انھیں پرواہ نہیں تھی۔

بدر میں جہاں حضورؐ خیمے لگوا رہے تھے اُس جگہ کے متعلق حضرت خباب بن الارتؓ نے سوال کیا کہ یہ جگہ حضورؐ نے حکمِ الٰہی

Marfat.com

انتخاب کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں میرا اپنا انتخاب ہے۔ حضرت خبابؓ نے عرض کیا۔ اس جگہ کو حضورؐ بدل دیں تو اچھا ہے۔ یہاں ہم نقصان میں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت خبابؓ کا مشورہ قبول کیا گیا اور جگہ بدل دی گئی۔

جنگ سے ایک دن قبل حضورؐ نے میدان میں گشت لگایا اور پیشین گوئی کی کہ اس جگہ فلاں دشمن ہلاک ہوگا اور اس جگہ فلاں مسلمانوں کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ پھر جنگ شروع کرتے وقت حضورؐ نے بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ دُعا مانگی اور کہا یا رالٰہا! یہ مٹھی بھر مسلمان اگر جان سے جاتے رہے تو تیرے نام کی منادی کون کرے گا۔

قلّتِ تعداد اور قلّت سامان کے ابتلاء کے علاوہ مسلمان ایک اور امتحان و آزمائش سے بھی سُرخروئی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے ان کا ماموں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر اُن کے بیٹے عبدالرحمٰن چڑھ کر آئے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ پر اُن کے بھائی عقیل۔ اور حضرت حذیفہؓ کے سامنے اُن کا باپ، سردار لشکر کفّار عتبہ تھا۔ خود حضورؐ کے چچا عباسؓ اور داماد ابوالعاص حملہ آوروں میں شامل تھے۔ خون کے رشتوں پر اللہ کی خوشنودی کو فوقیت دینی تھی۔ سو ایمان جملہ تعلقات پر

غالب آیا۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا اتنا شوق تھا کہ بچے لڑنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک یعنی حضرت عمر بن ابی وقاص رض کو روکا گیا تو وہ اس قدر روئے کہ حضور نے انھیں واپس جانے پر مجبور نہیں کیا۔

کسی کسی مسلمان کا رجحان ادھر بھی تھا کہ ہمیں لیٹرا کہا جا رہا ہے تو ابو سفیان کے قافلہ کو لوٹ کر ہی دکھا دیں۔ لیکن حضور نے اس سے اختلاف فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی انھیں یہ ہدایت فرمائی۔ آیت کا مفہوم یہ ہے:۔

" اور جب اللہ قریش کے قافلہ اور قریش کی فوج میں سے ایک کا تم سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمھارے لئے ہے، تم چاہتے ہو کہ بے کھٹکے والا گروہ تم کو مل جائے، یعنی قافلہ۔ اور اللہ کا منشا یہ ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کر دے اور باطل کو مٹا دے۔ خواہ گنہگار اس سے رنجیدہ ہوا کریں۔"

(انفال۔۱۰)

حضور اور مسلمانوں کی اکثریت صرف اُن لوگوں سے نبرد آزما ہونا چاہتی تھی جو مکہ سے چڑھ کر آئے تھے۔ ابو سفیان کا قافلہ نکل گیا تو کفار میں سے بھی بعض نے کہا کہ اب لڑائی کی کیا ضرورت ہے قافلہ تو بچ گیا۔ خود سالارِ لشکر عتبہ، حکیم بن حزام کے مشورہ پر اس کے لئے آمادہ تھا کہ حضرمی

Marfat.com

کا خوں بہا اپنی جیب سے ادا کر دے۔

دو ہی چیزیں کفّار کو کھینچ کر لائی تھیں۔ ایک ابوسفیان کا قافلہ۔ دوسرے حضرمی کا خون۔ قافلہ جا چکا تھا اور حضرمی کا خوں بہا عتبہ اپنے ذمہ لے رہا تھا۔ مگر ابوجہل نہیں مانا۔

اَلَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (انفال۔۶)

جو اپنے گھروں سے غرور کی نمائش کرتے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہوئے نکلے تھے اُن کا اصلی سردار عتبہ نہیں ابوجہل تھا۔ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر کے نکلا تھا۔ اُس نے حضرمی کے بھائی عامر کو اُبھار دیا۔ عامر نے عرب کے رواج کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ننگا ہو گیا۔ اور واعمراہ۔ واعمراہ (ہائے عمر حضرمی۔ ہائے عمر حضرمی) کہہ کہہ کر وہ شور برپا کیا کہ عتبہ اور اس کے ہم خیالوں کو بھی غیرت آگئی اور بالآخر لڑائی ہو کر رہی۔

لڑائی میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے مسلمانوں نے فتح پائی۔ کفّار کے ستّر آدمی کام آئے اور ستّر پکڑے گئے۔ ابوجہل جو کفّار کو چڑھا کر لایا تھا قتل ہو گیا۔ اور کفّار نے اہلِ ایمان سے لڑ کر بھی دیکھ لیا۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ۔ (اے کفّار) تم اگر تحمیدی

کا ظہور ہی دیکھنا چاہتے ہو تو لو فتحمندی تمہارے سامنے آ گئی۔

عیدالفطر صرف روزوں کی تکمیل کی عید نہیں ہے، اس فتح کے جشن کی بھی یادگار ہے۔

اس زمانہ میں جنگ کے قیدیوں کو قتل کر دینے کا دستور تھا اور جوش میں بھرے ہوئے مسلمان قیدیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کی رائے تھی کہ ہر مسلمان اپنے رشتہ دار کافر کو قتل کرے۔ مگر حضورؐ نے تاوان ڈال کر تمام قیدیوں کی رہائی کر دی۔

قیدیوں میں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اُن پر یہ تاوان ڈالا گیا کہ دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ اور جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور تاوان بھی نہیں دے سکتے تھے انہیں یونہی چھوڑ دیا۔

مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے والے قیدی مسلمانوں میں تقسیم کر دئیے گئے تھے۔ حضورؐ کا حکم تھا کہ انہیں مہمانوں کی طرح رکھنا۔ مسلمانوں نے اُنھیں اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ کاٹ کر کھلایا۔ اُنھیں اتنا آرام دیا کہ وہ حیران رہ گئے کہ مسلمان ہو کر یہ لوگ کیا سے کیا بن گئے ہیں۔ اس برتاؤ اور سلوک کا قیدیوں پر بڑا اچھا اثر پڑا۔

قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمر تھا۔ یہ تقریر خوب کرتا تھا اور حضورؐ کے خلاف مجمعوں میں بولا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے کہا کہ اس

Marfat.com

کے نیچے کے دو دانت اُکھاڑ دینے چاہئیں تا کہ تقریر میں روانی باقی نہ رہے حضورؐ نے فرمایا۔ یہ ذاتی انتقام ہو جائے گا اور میں کسی کے اعضاء بگاڑوں گا تو اللہ میرے اعضاء بگاڑ دے گا۔

مثل ہے کہ جنگ میں ہر ناجائز حرکت جائز ہے۔ لیکن اسلام نے ناجائز کو جائز حالتِ جنگ میں بھی قرار نہیں دیا۔ دو صحابی حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور حضرت ابو حیلؓ کہیں باہر سے عین جنگ کے وقت واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں غنیم نے پکڑ لیا اور اس وعدہ پر چھوڑا کہ مسلمانوں کی طرف سے لڑنے نہیں آئیں گے۔

جنگِ بدر ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی جنگ نہیں تھی۔ بہادر خود لڑتے تھے۔ اور ۳۱۲ نفوس میں دو کے اضافہ کے کچھ معنی تھے۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ ایفائے عہد ضروری ہے تم جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے

حضورؐ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو ہر نوع کی ہدایتیں دیں لیکن اپنے ہاتھ خون سے رنگین نہیں کئے اور مسلمانوں سے بھی فرمایا کہ جب تک کفّار پیش قدمی نہ کریں تم حملہ سے باز رہو۔ چنانچہ سردار لشکر عتبہ نے جو ابوجہل کے طعنوں سے برانگیختہ تھا بھائی اور بیٹے کو لیکر جنگ کی ابتدا کی وہ میدان میں آیا اور چلّا کر بولا۔ آؤ، کون آتا ہے؟

حضرت معاذؓ، حضرت عوفؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ

Marfat.com

نکلے۔ یہ تینوں انصاری تھے۔ عتبہ نے کہا۔ ہمیں تم سے غرض نہیں ہے۔ اور ہمارا تمہارا کیا جوڑ۔ محمدؐ! ہماری حیثیت کے آدمی بھیجو۔

حضورؐ نے حضرت حمزہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو بھیج دیا۔ عتبہ نے کہا۔ ہاں تم سے لڑیں گے۔

عتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اُس کے بیٹے ولید کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ سے عتبہ کا بھائی شیبہ لڑ رہا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو شیبہ نے زخمی کر دیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کی بھی گردن اُتار لی۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو کندھے پر ڈال کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچا دیا۔

عتبہ وغیرہ کے بعد عبیدہ بن سعید بن العاص مبارزت طلب ہوا۔ اُس سے لڑنے حضرت زبیرؓ آئے۔ عبیدہ کا سارا جسم لوہے میں غرق تھا۔ سوائے آنکھوں کے کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ حضرت زبیر نے آنکھوں ہی کو نشانہ بنایا۔ آنکھوں میں ایسے زور سے برچھی بھونکی کہ گر کر رہ گئی۔ برچھی کا نکلنا مشکل ہو گیا۔ برچھی کے دونوں سرے مُڑ گئے۔ حضورؐ نے یہ برچھی اپنے پاس بطور یادگار رکھ لی تھی۔ جو پھر چاروں خلفاء کے پاس رہی اور بالآخر حضرت زبیرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو مل گئی۔

لڑائی میں حضرت زبیرؓ کے بھی متعدد زخم لگے تھے۔ ایک زخم اتنا

Marfat.com

گہرا تھا کہ خشک ہو جانے پر اُس میں انگلی ڈال کر حضرت زبیرؓ کے ایک بیٹے حضرت عروہؓ بچپن میں کھیلا کرتے تھے۔

حضرت عروہؓ سے خلیفہ عبدالملک نے کہا۔ میرے ہاں ایک تلوار ہے۔ مجھے شبہ ہوتا ہے تمھارے باپ کی نہ ہو۔ اُن کی تلوار لڑتے لڑتے گر گئی تھی۔ تم پہچان سکو تو میں تمہیں دیدوں۔ حضرت عروہؓ بولے پہچان لوں گا۔ خلیفہ نے پوچھا کیا پہچان ہے؟ حضرت عروہؓ نے فرمایا۔ عبیدہ کے زرہ بکتر پر مارتے مارتے تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے۔ خلیفہ عبدالملک نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ اور تلوار حضرت عروہؓ کو دیدی۔

آنکھ میں برچھی بھونکنے سے عبیدہ کے دماغ تک اثر پہنچا اور وہ مر گیا۔ اور پھر گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

حضرت معوذؓ اور حضرت معاذؓ دو بھائی تھے۔ دونوں نوعمر انصاری تھے۔ انھوں نے تہیّہ کیا کہ ابو جہل کو ختم کریں گے یا خود ختم ہو جائیں گے۔ ابو جہل کی صورت سے واقف نہیں تھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ ذرا ابو جہل کو بتا دیجئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے پوچھا۔ کیوں کیا کرو گے؟ بولے، ہم نے عہد کر لیا ہے کہ یا وہ نہیں یا ہم نہیں اُنھوں نے بتا دیا۔ بس فوراً دونوں ابو جہل پر ٹوٹ پڑے اور ابو جہل کا بُرا حال کر دیا۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے باپ کو زخمی ہوتے دیکھا تو معاذ کے بائیں شانہ پر تلوار ماری۔ شانہ کٹ کر الگ ہوگیا۔ صرف تسمہ لگا رہ گیا۔ ہاتھ کے لٹکنے سے لڑنے میں دقّت ہوتی تھی۔ حضرت معاذؓ نے ہاتھ کو پیر سے دبایا اور تسمہ توڑ دیا۔

عتبہ مر ہی چکا تھا۔ اب ابوجہل بھی مر گیا۔ کفّار نے ہتھیار ڈال دیئے اور گرفتاری کے لئے اپنے تئیں پیش کر دیا۔

اس کی اطلاع مکّہ پہونچی۔ مکّہ کا کوئی گھر نہیں تھا جس کے کسی نہ کسی فرد نے جنگ میں شرکت نہ کی ہو۔ شرکت کرنے والے یا مارے گئے یا گرفتار ہوگئے۔ صفِ ماتم بچھ گئی۔ ہر گھر سے آہ و بکا کی آوازیں اُٹھنے لگیں۔ سردارانِ مکّہ نے منادی کرائی۔ کہ روؤ مت، ورنہ ہوا اُکھڑ جائیگی۔ ایک شخص کے اکٹھے تین بیٹے قتل ہوئے تھے۔ وہ رونا چاہتا تھا مگر رو نہیں سکتا تھا۔

Marfat.com

پہلا منافق

مکہ میں نفاق کا کام نہیں تھا۔ بدر کی فتح سے مسلمان پنپنے تو منافق پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ یہ مصیبت کفر سے کم نہیں تھی بلکہ اس سے کہیں زیادہ تھی۔ کافر شمشیر برہنہ تھے اور منافق مارِ آستین۔

پہلا منافق عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ یہ مدینہ کے عمائدین سے تھا اور اُسے توقع تھی کہ ایک دن مدینہ کا قائد بن جائے گا۔ اوس اور خزرج دو اہم قبیلوں پر اُس کا خاص اثر تھا اور اُن ہی کی مدد سے وہ مزید طاقت اور عروج حاصل کر سکتا تھا۔ مگر اُس نے دیکھا کہ اوس اور خزرج کے لوگ مسلمان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا جنگِ بدر کے بعد وہ مسلمانوں میں آ ملا۔ وہ۔ اِدھر خود کو مسلمان ظاہر کرتا تھا اور اُدھر یہودیوں سے ساز باز کرتا رہتا تھا۔

مکہ خالص بُت پرستوں کی بستی تھی۔ لیکن مدینہ میں بُت پرست بھی تھے اور عیسائی اور یہودی بھی۔ یہودیوں کا مدینہ میں غلبہ تھا۔ اور یہودی حضورؐ کی طرف مائل تھے۔ تورات اور انجیل میں حضورؐ کے متعلق پیشین گوئیاں ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو بنو اسمٰعیل میں پیدا

Marfat.com

ہونے والے نبی کا انتظار تھا۔ اور بُت پرستوں کی طرح اُن کی آنکھیں بالکل بند نہیں تھیں۔ انھوں نے اوّل اوّل حضورؐ کو سمجھنا چاہا اور حضورؐ کی بابت اچھا گمان قائم کیا۔ مگر پھر عیسائی تو یوں منحرف ہو گئے کہ حضورؐ تثلیث، ابنیت، کفارہ اور رہبانیت کے قائل نہ تھے۔ اور یہودیوں کو یہ بات بُری لگی کہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانا جزِ اسلام ہے۔ لیکن چونکہ مدینہ میں اکثریت یہودیوں کی تھی، عیسائی تھوڑے تھے، عبداللہ بن اُبی بن سلول نے یہودیوں کو اپنایا۔ مسلمانوں میں آتا تو مسلمانوں کی سی کہتا اور یہودیوں میں جاتا تو مسلمانوں کو نقصان اور ضرر پہونچانے کی فکر میں مشغول ہو جاتا۔ یہودیوں میں اُس کا اثر قبول کرنے والے موجود تھے۔ اُس نے اور اُس کا اثر قبول کرنے والوں نے حضورؐ کو اور سچّے مسلمانوں کو بہت پریشان رکھا۔ یہود سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ مگر کچھ تو جنگِ بدر کی فتح نے اُن میں حسد پیدا کر دیا، کچھ عبداللہ بن اُبی بن سلول کے کہنے سُننے سے وہ پھر مسلمانوں کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔

ایک سازش

عمیر بن وہب کا لڑکا جنگ بدر میں پکڑا گیا تھا اور مسلمانوں کے ہاں قید تھا۔ اور صفوان بن اُمیّہ کا باپ جنگ بدر میں قتل ہوا تھا۔ مکّہ کے یہ دو کافر مکّہ سے دور جنگل بیابان میں بیٹھے تھے اور بیٹے اور باپ کو یاد کر رہے تھے۔ صفوان بولا۔ لطفِ حیات جاتا رہا۔ عمیر نے کہا۔ مجھ پر لوگوں کا قرض ہے۔ قرض نہ ہوتا اور بال بچے میرے بعد بے زر اور بے پر نہ رہ جاتے، تو میں مدینہ پہونچتا اور محمدؐ کو قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتا۔ صفوان نے کہا۔ تمہارا قرض میں چکا دوں گا اور جب تک زندہ ہوں، تمہارے بچوں کو بھوکا نہیں مرنے دوں گا۔ عمیر نے کہا۔ اچھا منظور۔ دیکھو راز کھلنے نہ پائے۔

عمیر نے تلوار کی دھار تیز کرائی۔ تلوار کو زہر میں بجھایا اور مدینہ کا راستہ لیا۔ عمیر کا اونٹ مسجدِ نبوی کے سامنے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اسے دیکھا اور پہچانا اور خیال کیا کہ ہو نہ ہو عمیر کی نیت خراب ہے۔ مسجد نبوی میں حضورؐ کو خبر کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ عمیر کو اندر لاؤ۔ حضرت عمرؓ نے عمیر سے تلوار لے لی

اور عمیر کو پیش کر دیا۔ حضورؐ نے پوچھا۔ عمیر کیسے آئے؟ عمیر نے کہا بیٹے کی خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا۔ یہ تلوار کیسی ہے؟ عمیر نے کہا۔ تلوار بیکار ہے۔ ہماری تلواریں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں ان تلواروں نے بدر میں کیا کر لیا جواب کچھ کر لیں گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ عمیر! سچ سچ بتا دو۔ عمیر نے پھر وہی جواب دوہرایا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم اور صفوان جنگل میں نہیں گئے تھے اور صفوان نے تمہارا قرض چکانے اور تمہارے بال بچوں کا خرچ اٹھانے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ تم مجھے قتل کرنے آئے ہو۔ عمیر! تم یہ نہیں سمجھے کہ اللہ میرا محافظ ہے۔

عمیر نے کہا۔ وحی کو تو ہم آپ کی جھٹلا سکتے تھے لیکن یہ جو آپ کو علم ہو گیا اسے کیونکر جھٹلائیں۔ صفوان تو آ کر کہنے سے رہا۔ اور تیسرا کوئی اللہ کے سوا وہاں تھا نہیں۔ خیر اللہ کا شکر ہے یہ سازش میرے اسلام کا بہانہ بن گئی۔ لآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ محمد رسول اللہ۔

حضورؐ نے مسلمانوں سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو قرآن اور اسلام سکھاؤ۔ اور ان کے بیٹے کو آزاد کر دو۔ حضرت عمیرؓ نے عرض کیا حضورؐ! مجھے اجازت دیجئے کہ مکہ واپس جاؤں اور وہاں اسلام پھیلاؤں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ایک دفعہ بت پرستوں کو اسی طرح دکھ دوں جس طرح مسلمانوں کو دیا کرتا تھا۔

Marfat.com

صفوان نے جب سنا کہ عمیرؓ مسلمان ہو گئے ہیں تو صفوان کو بڑا صدمہ ہوا[1]۔ اس نے قسم کھائی کہ مرتے دم تک عمیرؓ سے بات نہیں کروں گا اور کبھی اُس کے کام نہیں آؤں گا۔
حضرت عمیرؓ نے مکّہ میں بہت سے کافروں کو مسلمان کیا۔

---

[1] ۸ ہجری میں حضرت صفوانؓ بھی مسلمان ہو گئے تھے یہ مکہ کے سرداروں میں سے تھے۔

Marfat.com

حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کی شادی

سنہ ۲ھ میں حضرت فاطمہ رضؓ اٹھارواں سال ختم کر رہی تھیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کا پیام آیا۔ حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضؓ سے اُن کی مرضی دریافت فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضؓ منہ سے کچھ نہیں بولیں گردن جھکائے بیٹھی رہیں۔ حضورؐ نے اِسے منظوری قرار دیا اور حضرت علی رضؓ سے پوچھا۔ تمہارے پاس مہر کی ادائگی کے لئے کیا ہے؟ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا ایک گھوڑا ہے۔ ایک زرہ ہے۔ ایک بھیڑ کی کھال ہے اور ایک پُرانی چادر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ گھوڑا تو رہنے دو۔ صرف زرہ بیچ ڈالو۔ زرہ کی قیمت ہمارے موجودہ حساب سے کوئی سوا سو روپے ملی۔ خیر نکاح ہوگیا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ اب تک حضورؐ ہی کے ہاں رہتے تھے عقد کے بعد حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضؓ نے اپنا ایک مکان نذر کر دیا۔ اُس میں حضرت فاطمہ زہرا رضؓ اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ رہنے لگے۔

حضورؐ نے حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کو جو جہیز دیا تھا وہ یہ تھا۔ بان کا ایک پلنگ۔ چمڑہ کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے

تھے۔ دو چکیاں۔ دو مٹی کے گھڑے۔ ایک چھاگل اور ایک مشک
حضرت فاطمہ زہراؓ اپنے گھر میں پہونچ گئیں تو حضورؐ اُن کے
ہاں تشریف لائے۔ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آنے کی اجازت مانگی۔
پھر برتن میں پانی منگایا اور اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالے اور حضرت
علی مرتضیٰؓ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ اُن کے
بعد حضرت فاطمہ زہراؓ پر پانی چھڑکا اور فرمایا۔ میں نے جس سے تمہارا
عقد کیا ہے وہ میرے خاندان میں سب سے فائق ہے۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد
مسلمانوں کی دوسری جنگ

اسلام کے دو زبردست دشمنوں عتبہ اور ابوجہل کا بدر میں خاتمہ ہوگیا تھا۔ ان کی جگہ ابوسفیان نے سنبھال لی۔ ابوسفیان جنگِ بدر میں شریک نہیں تھے۔ لیکن اُنہیں بدر کی شکست کا بے حد صدمہ تھا۔ اُنہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا غسل نہیں کروں گا اور سر میں تیل نہیں ڈالوں گا۔ چنانچہ ابوسفیان دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ منورہ پہونچے مگر سواروں کو شہر کے اندر نہیں لے گئے۔ باہر ہی چھوڑا اور خود رات کے اندھیرے میں چھپکے اندر گئے اور اپنے یہودی دوست سلام بن مشکم سے ملے۔ رات بھر شراب کا دور چلتا رہا۔ مگر شراب کے نشہ میں بھی یہودی نے مشورہ ٹھیک دیا کہ حملہ کا موقع نہیں ہے۔ مقابلہ نہ کرسکوگے۔ ابوسفیان نے مشورہ مان لیا۔ اور رات ڈھلتے مکّہ کا راستہ لیا۔ تاہم چلتے چلتے راستہ میں مسلمانوں کے چند مکانوں اور باغوں کو آگ لگادی۔

Marfat.com

جو مدینہ سے تین میل دور عریض کے مقام پر واقع تھے۔ ایک مسلمان حضرت سعد بن عمرو رضؓ اور ان کے حلیف کو قتل بھی کر دیا تاکہ قسم پوری ہو جائے۔

مسلمانوں نے سُنا تو مقام قرقرۃ الکدر تک پیچھے دوڑے۔ اہل سیر نے اس واقعہ کا نام غزوۂ قرقرۃ الکدر رکھا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ راشن کے طور پر ستو کے بورے لایا تھا۔ وہ بورے بھاگتے وقت گر گئے۔ اس لئے اسے غزوۂ سویق بھی کہا جاتا ہے۔ سویق کے معنی ستو ہیں

ابوسفیان کی قسم تو غزوۂ سویق میں پوری ہو گئی تھی لیکن ابوسفیان اور کفار مکہ کا جذبۂ انتقام پورا نہیں ہوا تھا۔ جنگ بدر کے وقت جو سامانِ تجارت شام سے آیا تھا اس کا منافع انتقامی مہم کے لئے الگ کر دیا گیا تھا۔ پچاس ہزار مثقال سونا اور ایک ہزار اونٹ کسی اور تجارتی منافع کے موجود تھے۔ یہ سب بھی حصہ داروں نے بانٹنے کی بجائے جنگ کی نذر کر دیئے۔

پھر اور چندہ جمع ہوا اور ساتھ ساتھ جوش کو اُبھارا گیا۔ عمرو جمجی اور مسافع دو شاعر تمام قبائل میں گشت لگاتے پھرتے تاکہ انھیں زیادہ سے زیادہ مشتعل کر دیں۔ غرضکہ بڑی تیاری کی گئی۔ جنگ بدر سے بھی کئی گنی زیادہ تیاری تھی۔ شوال سنہ ۳ ہجری میں پانچ ہزار کفار جن میں سات سو زرہ پوش

Marfat.com

پیدل تھے۔ دو سو اسپ سوار اور تین ہزار شتر سوار ابو سفیان کی زیرِ قیادت مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ جنگِ بدر میں عورتیں نہیں تھیں۔ اس دفعہ عورتوں نے بھی شرکت کی۔

عورتوں کا غصّہ کے مارے بُرا حال تھا۔ کہتی تھیں فلاں مسلمان قتل ہوگا تو اُس کا ہم خون پئیں گے اور فلاں مسلمان قتل ہوگا تو اس کا ہم کلیجہ چبائیں گے۔ عتبہ جنگِ بدر میں کفّار کا سالار تھا اور حضرت حمزہ رضؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ وہ ابو سفیان کی بیوی ہندہ کا باپ تھا۔ جبیر بن مطعم کے چچا کو بھی حضرت حمزہ رضؓ نے قتل کیا تھا۔ ہندہ نے جبیر کے غلام وحشی سے کہا کہ اگر تم حمزہ رضؓ کو مار ڈالو تو میں تمہیں جبیر سے آزاد کرا دوں گی۔

حضرت عباس رضؓ جنگِ بدر کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لیکن مکّہ ہی میں موجود تھے۔ انھوں نے حضورؐ کو ان حالات کی اطلاع قاصد کے ذریعہ لشکرِ کفّار کے پہونچنے سے پہلے پہنچا دی۔ حضورؐ نے دو صحابیوں حضرت انس رضؓ اور حضرت مونس رضؓ سے فرمایا جاؤ پتہ لگاؤ لشکر کہاں تک آچکا۔ وہ خبر لائے کہ مدینہ کے بالکل قریب ہے۔ اور مدینہ کی چراگاہیں تباہ کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں کچھ اور نہ معلوم ہو سکا۔ اس لئے حضرت خباب بن الارت رضؓ (جنھوں نے جنگِ بدر میں مسلمانوں کا پڑاؤ ایک جگہ سے

Marfat.com

دوسری جگہ تبدیل کرایا تھا) بھیجے گئے۔ انھوں نے واپس آکر لشکر اور لشکر کے سامان کا تخمینہ بتا دیا۔

مدینہ منورّہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ اُحد ہے کفّار وہاں تھے۔ یہ جنگ اسی مقام پر ہوئی اسی لئے جنگِ اُحد کہلاتی ہے۔

حضورؐ چاہتے تھے اور سن رسیدہ صحابہ بھی حضورؐ سے متفق تھے کہ شہر میں رہ کر مدافعت کی جائے لیکن نوجوان صحابہ نے اصرار کیا کہ باہر نکل کر مقابلہ کریں گے۔ حضورؐ نے اُن کے اصرار کو منظور فرما لیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی تین سو آدمیوں کی جمعیت لئے ساتھ تھا۔ مگر راستہ میں اس نے دغا دی اور مع اپنے تین سو آدمیوں کے واپس چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ میں باہر نہیں جاتا مقابلہ شہر کے اندر کرنا چاہیئے۔

اب سات سو بے سروسامان مسلمانوں اور پانچ ہزار سامانِ جنگ سے لیس کفّار کا مقابلہ تھا اس کے باوجود مسلمانوں نے شکست دی۔ کفّار کے بارہ علمبردار کام آئے اور اُن میں بھگدڑ مچ گئی۔ لیکن مسلمانوں نے ایک غلطی کی۔ حضورؐ نے حضرت مصعب بن زبیرؓ کو علم۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کو رسالہ کی افسری اور حضرت حمزہؓ کو زرہ پوش فوج کی کمان اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر انداز دے کر تیر اندازوں سے فرمایا تھا کہ کفّار کو شکست دے دینے کے بعد بھی اس درہ سے مت ہٹنا جہاں میں تمھیں کھڑا کرتا ہوں۔

Marfat.com

لیکن بھاگتے ہوئے کفار کے مالِ غنیمت کا لالچ اُن پر غالب آ گیا اور دوسرے مسلمانوں کو مال پر قبضہ کرتے دیکھ کر اُن سے نہ رہا گیا اور وہ درہ سے ہٹ گئے۔ بھاگتے ہوئے کفار نے مسلمان تیراندازوں کا انتشار تاڑ لیا۔ اور چکر کاٹ کر پیچھے کی طرف سے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ مسلمان تو مالِ غنیمت سمیٹنے میں مصروف تھے۔ کوئی کہیں تھا، کوئی کہیں۔ اپنی اپنی جگہ بس حضور سردر کائنات حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت طلحہ بن عبداللہؓ۔ حضرت زبیر بن العوامؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح۔ حضرت ابودجانہؓ اور چند اور صحابہ تھے۔

کفّار نے حضورؐ کو نشانہ بنا لیا۔ ابن قمیہ نے تلوار ماری جو حضورؐ کی پیشانی پر لگی۔ ابن ہشام کی تلوار سے حضورؐ کا بازو زخمی ہو گیا۔ عتبہ کی تلوار سے حضورؐ کے چار دانت ٹوٹ گئے اور حضورؐ ایک غار میں جا گرے۔

اِدھر یہ ہو رہا تھا اُدھر مسلمان غیر متوقع حملہ سے ہڑبڑا کر بھاگے۔ پہلے کفّار میں بھگدڑ مچی تھی اب مسلمان سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگے حضرت فاطمہؓ حضورؐ کو تلاش کرتے گھر سے آ گئیں۔ حضرت علیؓ ڈھال میں پانی بھر کر لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے زخم دھوئے۔

اس جنگ میں مسلمانوں نے حضورؐ کا حکم نہ مان کر کافی نقصان اُٹھایا۔ ستر صحابیؓ شہید ہوئے۔ حضرت حمزہؓ کو وحشی نے شہید کر دیا۔ جنگ ختم ہوئی تو حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ اُنکی لاش

دیکھنے پہنچیں۔ حضرت حمزہؓ کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے اور ابوسفیان کی بیوی اُن کا کلیجہ چبا چکی تھی۔ حضرت صفیہؓ کے بیٹے حضرت زبیرؓ نے حضورؐ کے اشارہ پر حضرت صفیہؓ کو لاش دیکھنے سے منع کیا۔ حضرت صفیہؓ نے کہا۔ بیٹا! مجھے علم ہے کہ میرے بھائی کی لاش کا کیا حال بنا یا گیا ہے۔ مگر اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ مجھے رو کو نہیں میں صرف فاتحہ پڑھ کر آجاؤں گی۔

حضرت مصعب بن زبیرؓ نے بھی اسی جنگ میں جام شہادت پیا تھا۔ حضرت مصعبؓ وہ صحابی تھے جنہیں حضورؐ نے بیعت عقبۂ اولیٰ کرنے والے چھ یثربیوں کے ساتھ انکی تعلیم و تربیت کیلئے مدینہ روانہ کیا تھا اور جن کی تبلیغ سے یثرب کے دو قبیلے اوس اور خزرج مسلمان ہوئے تھے۔ اور یثرب اس قابل بنا تھا کہ حضورؐ وہاں تشریف لے جائیں اور اسے مدینۃ النبی بنائیں۔

حضرت مصعبؓ کی بیوی کے بھائی نے بھی اس جنگ میں شہادت پائی تھی۔ بہن کو بھائی کی شہادت کی خبر ملی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اور دعائے مغفرت کر کے چپ ہو گئیں۔ لیکن جب اُنھیں حضرت مصعبؓ کی شہادت کی اطلاع دی گئی تو بے اختیار چیخ اُٹھیں۔

حضرت انس رضؓ بن نضر بھی اِسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ دورانِ جنگ میں چند مسلمان ایک طرف مغموم بیٹھے تھے اور ان کے ہتھیار الگ پڑے تھے۔ حضرت انسؓ نے دیکھا تو سوال کیا کہ اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ وہ بولے حضورؐ کی شہادت ہوگئی (کفار نے یہ افواہ اُڑا دی تھی) اب ہم لڑ کر کیا کریں گے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا۔ اُٹھو، جس کام کی خاطر حضورؐ نے جان دی ہے اُسی کی خاطر ہم جان دیں گے۔ حضرت انسؓ کو شہادت کے بعد دیکھا گیا جسم پر ستر زخم تھے۔

اسی جنگ میں ایک صحابیہ کے باپ، بھائی اور شوہر اور تین اور عزیز شہید ہوئے تھے۔ لیکن وہ بار بار پوچھتی تھیں کہ مجھے حضورؐ کے متعلق بتاؤ حضورؐ تو زندہ ہیں۔ صحابہ نے کہا زندہ ہیں۔ وہ بولیں دکھا دو۔ صحابہ نے لے جا کر دکھا دیا۔ دیکھ کر کہا۔ اب میں ہر مصیبت برداشت کر لوں گی۔

اسی جنگ میں حضرت سعد بن ربیعؓ نے شہادت پائی تھی۔ حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ سعدؓ کو تلاش کرو۔ حضرت سعدؓ زخموں سے چور دم توڑ رہے تھے۔ تلاش کرنے والوں نے حال دریافت کیا۔ کہا کوئی گھڑی کا مہمان ہوں۔ حضورؐ کی خدمت میں میرا اسلام کہنا اور عرض

Marfat.com

کرنا کہ آپ نے جیسی اُمت کی ہدایت فرمائی ہے اللہ اس کی آپ کو ایسی جزا دے جو کسی نبی کو نہ ملی ہو۔ اور قوم کو میری طرف سے یہ پیغام کہہ دینا کہ اگر ایک شخص بھی تم میں سے باقی رہے اور دشمن حضورؐ تک پہنچ جائے تو اللہ کے سامنے تم کوئی عذر تقصیر پیش نہ کر سکو گے۔

اسی جنگ میں حضرت زیاد بن سکن شہید ہوئے تھے جس وقت اُن کی روح نکلی ہے وہ اپنی آنکھیں حضورؐ کے تلووں سے مل رہے تھے

حضرت طلحہؓ کا یہ واقعہ اسی جگہ کا ہے کہ جب کفار نے حضورؐ پر تیر اور پتھر برسائے تو حضرت طلحہؓ انہیں اپنے ہاتھوں پر روکتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس جنگ میں بھی غیر معمولی شجاعت کا اظہار کیا تھا۔ کفار کے بارہ علمبردار جو کام آئے تھے ان میں سے آٹھ کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔ حضورؐ بے حد زخمی ہو گئے تو بعض صحابہ نے عرض کیا۔ حضورؐ! کفار کے حق میں بددعا کیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں نبی اس لئے نہیں بنایا گیا ہوں کہ لعن طعن کروں۔ میری بعثت کی غرض لوگوں کو خدا کی طرف بلانا ہے اور لوگوں کے واسطے رحمت بننا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ الٰہی! میری قوم کو ہدایت فرما۔ یہ اس وجہ سے مخالفت کر رہے ہیں کہ مجھے جانتے نہیں۔ جنگ اس طرح شروع

Marfat.com

ہوئی کہ اوّل ابوسفیان کی بیوی اور چودہ اور کافر عورتیں بدر میں مرنے والے اپنے عزیزوں کا ماتم کرتی اور دف پر یہ رجز پڑھتی نکلیں۔

ہم آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی بیٹیاں ہیں۔ قالینوں پر چلنے کا ہمیں شرف حاصل ہے ہمارے ساتھیو! بڑھ کر لڑو۔ بڑھ کر لڑو گے تو ہم تمہیں گلے لگا لیں گے۔ اور تم نے اگر قدم پیچھے ہٹایا تو ہم تم سے علیحدگی اختیار کر لیں گے۔

پھر ابو عامر ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ ابو عامر، حضورؐ کی تشریف آوری سے پہلے یثرب میں رہتا تھا۔ اور یہاں اُس کی بڑی عزت و توقیر کی جاتی تھی۔ حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد مکّہ چلا گیا اور وہیں رہنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ اہل مدینہ اب بھی اس کا لحاظ کریں گے۔ جب اُسے دیکھیں گے تو اسلام کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ وہ میدان میں آ کر چلّایا مجھے پہچانتے ہو۔ میں ابو عامر ہوں۔ انصار نے جواب دیا۔ خوب پہچانتے ہیں اللہ تیری تمنّا بر نہ لائے۔ حضرت حنظلہؓ ابو عامر کے بیٹے تھے۔ انھوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے باپ کے مقابلہ کیلئے جانے دیجئے۔ حضورؐ نے یہ منظور نہیں فرمایا کہ بیٹا باپ کا مقابلہ کرے۔ حضرت حنظلہؓ سپہ سالارِ کفار ابوسفیان پر جھپٹ پڑے۔ اُن کی تلوار ابوسفیان کا کام تمام کرنے والی تھی کہ شداد بن الاسود نے بغل کی جانب سے اُن پر حملہ

Marfat.com

کیا اور اُن کو شہید کر دیا۔

طلحہ جو کفار کا علمبردار تھا آگے بڑھا اور پکارا۔ مسلمانو! تم میں کوئی ہے جو مجھے دوزخ میں پہنچا دے یا میرے ہاتھ سے خود جنت میں پہنچ جائے۔ حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا نے للکارا۔ میں تجھے دوزخ میں پہنچاؤں گا۔ اور آن کی آن میں طلحہ دوزخ میں پہنچ گیا۔

طلحہ کے گرتے ہی اُس کے بھائی عثمان نے جان کی بازی لگا دی۔ حضرت حمزہؓ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور شانہ پر ایسی تلوار ماری کہ کمر تک اُتر گئی۔

اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ حضورؐ نے دست مبارک سے ایک تلوار اُٹھائی اور پوچھا کہ اس کا حق کون ادا کریگا؟ بہت سے صحابہ تلوار لینے کے لئے لپکے۔ حضورؐ نے اُن میں سے حضرت ابو دجانہؓ کو تلوار عطا فرمائی۔ حضرت ابو دجانہؓ بے حد خوش ہوئے اور اکڑ کر سینہ تان کر چلنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ چال اللہ تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ لیکن اس وقت یہ اُسے پسند ہے۔

حضرت ابو دجانہؓ شوق و کیف میں لڑ رہے تھے کہ ابوسفیان کی بیوی ہند زد میں آگئی۔ حضرت ابو دجانہؓ اس کے سر تک تلوار لے آئے۔ مگر پھر سوچا کہ حضورؐ کی تلوار سے عورت کا قتل کرنا مناسب نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ اور حضرت حمزہ رضؓ جدھر بھی مڑ جاتے تھے کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے۔ لیکن جبیر بن مطعم کا حبشی غلام، وحشی حضرت حمزہ رضؓ کی تاک میں چھپا ہوا تھا۔ اُس نے اپنا چھوٹا سا نیزہ جو حبش کا خاص ہتھیار ہے اور جسے "حربہ" کہتے ہیں نکالا حضرت حمزہ رضؓ کافروں کو قتل کرتے ہوئے جب اِدھر سے گزرے تو اُس نے وہ حربہ حضرت حمزہ رضؓ پر پھینکا۔ حربہ حضرت حمزہ رضؓ کی ناف میں پیوست ہو گیا۔ اور حضرت حمزہ رضؓ شہید ہو گئے۔

کفّار ایک ایک کرکے گر رہے تھے۔ کافر عورتیں جو رجز پڑھ پڑھ کر اُنہیں اُبھار رہی تھیں گھبرا کر بھاگیں۔ اُن کے بھاگنے سے کافر مرد بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مسلمانوں نے اُن کی چھوڑی ہوئی چیزوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ تیر انداز جنھیں حضورؐ نے حکم فرمایا تھا کہ فتح کے بعد بھی اپنی جگہ پر جمے رہنا، اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مالِ غنیمت لوٹنے لگے۔

تیر اندازوں کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضؓ نے بہت روکنا چاہا مگر انھوں نے ایک نہ سُنی تیر اندازوں کو ہٹا ہوا دیکھ کر بھاگتے ہوئے کفار نے پیچھے سے آکر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضؓ اور چند مسلمان اُن سے لڑے اور شہید ہو گئے۔

مسلمانوں نے مالِ غنیمت کے لالچ میں جیتی ہوئی جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضورؐ کے ہم شبیہ تھے۔ ابن قمیہ نے انہیں شہید کر دیا۔ مسلمان سمجھے حضورؐ شہید ہو گئے۔ اس سے مسلمانوں کا رہا سہا حوصلہ بھی جاتا رہا۔ مسلمانوں نے حواس کھو دیئے۔ چنانچہ حضرت یمانؓ اسی اضطراب میں شہید ہوئے۔ حضرت یمانؓ کے بیٹے حضرت حذیفہؓ کہتے ہی رہے کہ یہ میرے باپ ہیں۔ تم کیسے مارے ڈالتے ہو۔ لیکن وہ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت یمانؓ۔ حضورؐ کے حکم سے مسلم خواتین کی حفاظت کر رہے تھے اور حضورؐ کی شہادت کا غل سُنکر یہاں آ گئے تھے۔ غرض اِس پریشانی میں مسلمانوں نے مسلمانوں ہی کو شہید کر دیا۔ حضورؐ کا چہرۂ مبارک مغفر سے چھپا ہوا تھا۔ لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ نے حضورؐ کو پہچانا اور بلند آواز سے کہا۔ مسلمانو! رسول اللہؐ یہ موجود ہیں لیکن مسلمانوں میں جہاں اس اطلاع سے جان پڑی دہیں کفار نے بھی حضورؐ پر تیروں اور تلواروں کی بارش کر دی۔ عبداللہ بن قمیہ نے چہرہ پر تلوار ماری۔ مغفر کی دو کڑیاں چہرہ میں گڑ گئیں۔ مسلمانوں نے حضورؐ کو حلقہ میں لے لیا۔ اور حضورؐ کے لئے ڈھال بن گئے۔ جو تلوار اُٹھتی اُسے حضرت طلحہؓ روکتے۔ جو تیر آتا اُسے حضرت ابودجانہؓ اپنے اوپر لیتے

Marfat.com

آنحضرت ؐ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے تعاقب کیا لیکن حضرت عمر فاروق رضؓ اور چند صحابہ نے پتھر برسا کر ابوسفیان کو بڑھنے نہیں دیا۔

ابوسفیان نے کہا۔ خیر بدلہ تو ہم لے چکے۔ میری فوج نے مُردوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں۔ گو یہ میرا حکم نہیں تھا لیکن مجھے اس کا افسوس بھی نہیں ہے۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے مسلمانوں کی ناکوں اور کانوں کا ہار بنایا اور اُسے پہنا۔ پھر ہندہ نے حضرت حمزہ رضؓ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور اُسے چبایا۔

ابوسفیان نے اُحد سے کوچ کر دیا۔ راستہ میں خیال آیا کہ وار ادھورا رہا۔ پھر چلنا چاہیئے۔ حضور ؐ کو بھی گمان تھا کہ اور حملہ ہو گا۔ حضور ؐ نے اعلان کیا کہ مسلمان مدینہ نہ جائیں بلکہ آگے چلیں۔ چنانچہ مدینہ سے آٹھ میل حمراالاسد تک پہونچ گئے۔ قبیلۂ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی حضور ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابوسفیان سے بھی ملا۔ اُس نے ابوسفیان سے کہا۔ اب محمد ؐ سے مقابلہ دشوار ہے۔ تم مکّہ ہی جاؤ۔ اور ابوسفیان نے معبد کے مشورہ پر عمل کیا۔

حضور ؐ مدینہ آئے تو خواتین حضرت حمزہ رضؓ کا ماتم کرنے کے لئے حضور ؐ کے ہاں جمع ہو گئیں۔ حضور ؐ نے انھیں دعا دی اور اُن کا شکریہ ادا کیا۔

مگر فرمایا کہ مرنے پر اس طرح بین و بکا کرنا مسلمانوں کی شان نہیں ہے اسلام اسے ناجائز قرار دیتا ہے۔

اس وقت تک مسلمانوں کے افلاس کا یہ عالم تھا کہ مسلمان شہدا کو پورا کفن نہیں دیا جا سکا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے کفن کا کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ منہ ڈھانکتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے۔ آخر پیروں کو گھاس سے چھپایا گیا۔ غزوۂ اُحد کے آٹھ برس بعد حضورؐ اُحد کے پاس سے گزرے تو حضورؐ پر رقت طاری ہو گئی اور حضورؐ نے مسلمانوں سے فرمایا۔ مجھے یہ تو اطمینان ہے کہ تم اب دوبارہ شرک نہیں کرو گے۔ لیکن اس سے میں ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

غزوۂ اُحد میں خواتین نے بھی حصہ لیا تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ حضرت انسؓ کی والدہ حضرت اُم سلیمؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی والدہ حضرت اُم سلیطؓ پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں۔

حضورؐ پر کفار نے جب یورش کی تو سینہ سپر ہونے والوں میں حضرت اُم عمارہؓ بھی تھیں کفار حضورؐ کی طرف بڑھتے تو یہ بھی ان کے وار کو تلوار سے روکتیں۔ حضرت اُم عمارہؓ کے شانہ پر زخم بھی آیا۔ جو

Marfat.com

کافی گہرا تھا۔

قرآن مجید میں غزوۂ اُحد کا مفصّل بیان ہے۔ چند آیتوں کا مفہوم درج ذیل کیا جاتا ہے :-

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اپنا وعدہ (نصرت) سچّا کر دکھایا تھا۔ تم اللہ کے حکم سے دشمنوں کا قلع قمع کئے ڈالتے تھے۔ لیکن جب تمھیں نصرت حاصل ہو گئی جس کے طلبگار تھے تو پھر تمھارے قدم ڈگمگا گئے۔ تم آپس میں جھگڑنے لگے (کچھ نے کہا کہ اب تیر اندازوں کی درّہ پر کیا ضرورت ہے) کچھ نے کہا۔ ہم تو اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کریں گے اور (حکم کی پرواہ نہ کرنے والے) نافرمانی کر ہی بیٹھے) تم میں بعض ایسے تھے جو دنیا کے خواہشمند تھے (انھوں نے مالِ غنیمت سمیٹا) اور تم میں بعض ایسے تھے جن کی نظر عقبیٰ پر تھی (وہ مورچہ سے نہیں ہٹے اور شہید ہو گئے) تب ہم نے تمھارا منہ غنیم کی طرف سے موڑ دیا۔ (اور تمھیں ایک حادثہ سے دوچار کیا) تاکہ تمھیں آزمائیں۔ (تمھاری فتح شکست سے بدل گئی) خیر اللہ نے تمھارا قصور معاف کر دیا ہے۔ اللہ مومنوں کے حق میں بڑا ہی فضل والا ہے۔"

Marfat.com

حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ

جنگِ اُحد میں پانسہ پلٹ جانے سے کفارِ مکّہ کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ جنگِ بدر کے بعد انتقام کا جذبہ تھا۔ جنگِ اُحد کے بعد شرارت کا حوصلہ از سرِ نو عود کر آیا۔ کفارِ مکّہ نے قبائل عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مدینہ جائیں اور کہیں کہ ہمارے قبیلے مسلمان ہونا چاہتے ہیں یا مسلمان ہو چکے ہیں۔ ہمارے ساتھ چند ایسے آدمی کر دیجیے جو ہمیں اسلام پوری طرح سکھا سکیں۔ حضورؐ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دس حضرات کا انتخاب فرمایا اور ساتھ بھیج دیا۔ حضرت عاصمؓ بن ثابت رضی اللہ عنہ ان معلّمین کے سردار تھے۔ صحابہ کی یہ جماعت جب اُن دھوکہ بازوں کی سرحد میں رجیع پہنچی تو دو سو آدمی اِدھر اُدھر سے نکل پڑے اور اُن دس حضرات کو انھوں نے گھیر لیا۔ یہ حضرات ایک ٹیکری پر چڑھ گئے۔ کفّار نے کہا نیچے اُتر آؤ ہم تمھیں پناہ دیتے ہیں۔ حضرت عاصمؓ نے فرمایا۔ کفّار کی پناہ ہم نہیں لیتے۔ چنانچہ مقابلہ ہوا اور آٹھ صحابہؓ نے شہادت پائی۔ دو صحابہ جو بچے

تھے ان کے نام ہیں حضرت خبیبؓ بن عدی - اور حضرت زیدؓ بن دثنہ - دونوں کو پکڑ کر مکّے کے کفّار کے ہاتھ بیچ دیا گیا -

اسی قسم کا فریب ایک اور شخص ابوالبراء کلابی نے کیا تھا - وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا کہ نجد کے واسطے مبلّغ اور معلّم چاہئیں - ابوالبراء کا بھتیجا نجد کا حاکم تھا - حضورؐ نے ستّر صحابہ دے دئیے جب وہ بیر معونہ پہنچے جو بنو عامر کا علاقہ تھا تو انھیں شہید کر دیا گیا - صرف ایک صحابی حضرت عمروؓ بن اُمیّہ کو عامر نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ میری ماں نے غلام آزاد کرنے کی منّت مان رکھی ہے - لہٰذا تمھیں آزاد کیا جاتا ہے -

حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کے لڑکوں نے خرید لیا - حارث جنگِ اُحد میں حضرت خبیبؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا - حارث کے لڑکے انھیں بھوکا پیاسا رکھتے تھے اور خوب ایذائیں پہنچاتے تھے -

ایک روز اتفاق سے حارث کی نواسی چھُری سے کھیلتی ہوئی حضرت خبیبؓ کے پاس چلی گئی - حضرت خبیبؓ نے چھُری اس سے لیکر الگ ڈال دی اور اُسے گود میں بٹھا لیا - بچّی کی ماں سمجھی کہ بچّی کی خیر نہیں ہے - وہ چیخی - حضرت خبیبؓ نے فرمایا -

Marfat.com

مسلمان ایسی رکیک حرکتیں نہیں کیا کرتے کہ معصوم بچوں کو قتل کر دیں
کفار پر حضرت خبیبؓ کی شرافت اور انسانیت کا اُلٹا اثر ہوا۔
حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو شہید کر دینے پر تل گئے۔ پہلے کہا کہ اسلام سے باز آجاؤ تو جان بچ سکتی ہے۔ دونوں نے فرمایا۔ اسلام نہ رہا تو جان کس کام کی۔ کفار نے پوچھا۔ کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ فرمایا دو رکعت نماز پڑھنی چاہتے ہیں۔ کفار نے کہا۔ اچھا پڑھ لو۔ دونوں حضرات نے نماز ادا کی۔ نماز ختم کرتے ہی نیزہ کی انی سے اُن کے جسموں کو چھیدنا شروع کیا۔ ایک بدبخت نے حضرت زیدؓ کے جگر پر چرکا دیا۔ ابوسفیان قریب کھڑے تھے۔ کہنے لگے۔ اب تو تم سوچتے ہوگے کہ تمھاری بجائے محمدؐ کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا تو اچھا ہوتا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ حضورؐ کے پیر میں کانٹا چبھنا میرے مر جانے سے کہیں زیادہ بُرا ہے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ اس مجمع میں موجود تھے۔ اُنھیں کے سامنے حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ حضرت سعیدؓ کبھی بیٹھے بیٹھے بیہوش ہو جایا کرتے تھے حضرت عمر فاروقؓ نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ تمہیں کیا مرض ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ مرض کچھ نہیں ہے۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت

Marfat.com

زیدؓ کی شہادت کے واقعات یاد آجاتے ہیں۔

حضرت خبیبؓ کس دل گردے کے انسان تھے اور اُن کے ایمان کی پختگی کا کیا حال تھا۔ شہادت سے پہلے اُنھوں نے فی البدیہہ کچھ اشعار کہے تھے۔ ان اشعار سے ان کے ایمان کا اندازہ ہوگا۔ اشعار کا مفہوم حسبِ ذیل ہے:۔

"لوگ جوق در جوق میرے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ جماعتیں کی جماعتیں میری شہادت کا تماشہ دکھانے کے لئے بلائی گئی ہیں۔ یہ سب مجھ سے عداوت نکال رہے ہیں اور میرے خلاف جوش کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ میں مقتل میں بندھا کھڑا ہوں۔ قبائل اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی لائے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کو چھوڑ دینے سے جان بچ سکتی ہے۔ مگر اسلام چھوڑنے کے بجائے موت کی تکلیف برداشت کرنا آسان ہے۔ میری آنکھیں نمناک ضرور ہیں۔ لیکن میں ضبط کو نہیں چھوڑوں گا۔ دشمن کے آگے رونا اور چلانا کیا معنی۔ میں جانتا ہوں کہ میں اللہ کے پاس جا رہا ہوں۔ موت کا ڈر مجھے نہیں ہے۔ میں تو دوزخ کی شعلہ بار آگ سے ڈرتا ہوں۔

عرش کے مالک نے مجھ سے خدمت لی اور مجھے صبر و ضبط کی ہدایت فرمائی۔ دشمنانِ اسلام نے مار مار کر میرا قیمہ کر دیا ہے۔

Marfat.com

اپنی اس بیکسی کی فریاد میں فقط اپنے اللہ سے کروں گا۔ اسلام پر جان دینی ہے تو اس کی کیا پرواہ کہ جان کیونکر جا رہی ہے۔ اللہ میں یہ قدرت ہے کہ میرے جسم کے ہر ہر حصہ کو برکت عطا کر دے۔

آخر میں حضرت خبیب رضؓ نے کہا:۔

"یا اللہ! ہم نے تیرے رسول ؐ کی رسالت کو ان لوگوں تک پہنچا دیا۔ تو اپنے رسول ؐ تک ہمارے حال کی خبر پہنچا دے۔

Marfat.com

غزوۂ مریسیع

غزوۂ احد کے بعد کفارِ مکہ برابر چھیڑ خانیاں کئے جاتے تھے کبھی ابو البراء کلابی کو بھڑکا دیا اور کبھی قبائل عضل اور قارہ کو ابھار دیا۔

محرم سنہ ۴ھ میں طلحہ اور خویلد کا قبیلہ جو کوہستانِ قطن میں رہتا تھا اور سفیان بن خالد کا قبیلہ جو کوہستانِ عرنہ میں رہتا تھا مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ ایک قبیلہ ایک طرف سے آیا اور دوسری طرف سے دوسرا۔ کوہستانِ قطن والوں کو حضرت ابو سلمہؓ اور ان کے ڈیڑھ سو ساتھیوں نے زک دی۔ اور کوہستانِ عرنہ والوں کو حضرت عبد اللہ بن انیسؓ نے نیچا دکھایا۔ اور سفیان بن خالد قتل کر دیا گیا۔

۱۰ محرم ۵ھ کو قبائل انمار و ثعلبہ نے چڑھائی کی۔ ان کے مقابلہ کے لئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چار سو صحابہ کو ساتھ لے کر نکلے اور ذات الرقاع تک پہونچ گئے۔ لیکن لڑائی نہیں ہوئی۔ کفار پہاڑوں میں جا چھپے۔

ربیع الاول ۵ھ میں کفار نے دومۃ الجندل میں فوج جمع کی۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حضورؐ ایک ہزار صحابہ کے

Marfat.com

ساتھ تشریف لے گئے۔ کفار پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان بنو المصطلق کہلاتا تھا۔ ۵ ؁ھ میں اُس کے سردار حارث بن ابی ضرار کو بھی جوش اُٹھا۔ بنو المصطلق کی تیاریوں کی اطلاع ملی تو حضورؐ نے حضرت زید بن خصیبؓ سے فرمایا: تم جاؤ اور دیکھو کہ اطلاع صحیح ہے یا غلط۔ اطلاع صحیح تھی۔

حضورؐ ۲ شعبان ۵ ؁ھ ہجری کو یہ فساد دبانے کیلئے روانہ ہوئے۔ مقام مریسیع بنو المصطلق کی تیاریوں کا مرکز تھا۔ مریسیع مدینہ سے نو منزل دور ہے۔ بنو المصطلق تو قبائل انمار اور ثعلبہ اور دومۃ الجندل والوں کی طرح غائب ہوگئے۔ لیکن مریسیع کے اصلی باشندوں نے ان کے پیچھے میں پاؤں دے دیا اور مسلمانوں پر خوب تیر برسائے۔

مسلمان تیروں کے وار سہتے آگے بڑھے اور کفار پر چھا گئے۔ دس کفار کو قتل کیا۔ اور چھ سو کو گرفتار کر لیا۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ اس غزوہ کو غزوۂ مریسیع بھی کہتے ہیں اور غزوۂ بنو مصطلق بھی۔

غزوہ کے دوران میں ایک واقعہ ایسا ہوگیا تھا کہ شاید غزوہ

مریسیع، غزوۂ اُحد بن جاتا یعنی مسلمان جیت کر ہار جاتے۔

ایک دن چشمہ پر پانی بھرتے بھرتے ایک مہاجر اور ایک انصاری کی لڑائی ہو گئی۔ انصاری نے پُرانی عادت کے مطابق آواز لگا دی "یا للانصار" مہاجر اُن کے جواب میں چلائے "یا معاشر المہاجرین" بس اتنی پکار اور اتنا نعرہ کافی تھا۔ مہاجرین اور انصار، کفّار کو چھوڑ کر آپس میں گتھنے پر آمادہ ہو گئے۔ تلواریں کھینچ لیں۔ عبداللہ بن اُبی منافق موجود تھا۔ اس نے انصار سے کہا۔ تم نے بلا خود خریدی ہے۔ آج مہاجرین اس قابل ہیں کہ تمہاری توہین کرتے ہیں۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ان کی سرپرستی سے ہاتھ اُٹھا لو۔ مگر خیر، عبداللہ بن اُبی کی بات چلی نہیں۔ بیچ بچاؤ کرا دیا گیا۔

عبداللہ بن اُبی کے الفاظ حضرت عمر فاروقؓ نے سنے تو انہیں بہت غصّہ آیا۔ حضورؐ سے عرض کیا کہ اس سانپ کا قصّہ پاک کیجئے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ لوگ میری بابت کہیں کہ اپنے ساتھیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں۔

عبداللہ بن اُبی کے بیٹے مسلمان تھے۔ ان کا نام بھی عبداللہؓ تھا۔ وہ حاضر ہوئے اور بولے کہ حضورؐ اگر میرے باپ کے قتل کا فیصلہ فرمائیں تو مجھے حکم کیجئے کہ میں قتل کر دوں گا۔ ایسا نہ ہو کہ حضورؐ کسی

Marfat.com

اور مجھے یہ کام لے لیں اور میں نسبی غیرت اور باپ کی محبت کی وجہ سے اُسے قتل کر دوں۔

حضورؐ نے فرمایا میں قتل کرانے کے بجائے تمہارے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔ سات سو کفار جو پکڑے گئے تھے ان میں جویریہ، بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بھی تھیں جنگ ختم ہو جانے کے بعد حارث حضورؐ کے پاس آیا اور بولا ——— کہ میری حیثیت کا خیال کر کے جویریہؓ کو آزاد کر دیجئے۔ میں زرِ فدیہ دیتا ہوں۔ حضورؐ نے حارث کی درخواست قبول فرما لی اور جویریہؓ کو آزاد کر دیا۔ بلکہ اُن سے نکاح کر لیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ نے بھی سب قیدی آزاد کر دیئے۔ بھلا مسلمان اُم المومنین حضرت جویریہؓ کے قبیلہ کے لوگوں کو قید کیسے رکھ سکتے تھے۔ قیدیوں کے آزاد کر دینے کا قبیلہ بنو مصطلق پر نہایت اچھا اثر پڑا۔

غزوۂ مریسیع غزوہ کے اعتبار سے تو معمولی سا غزوہ تھا۔ غزوۂ السویق سے ذرا بڑا۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد سے اُسے کوئی نسبت نہیں ہے۔ لیکن کئی واقعات اس غزوہ میں ایسے پیش آئے تھے کہ اسے خاص اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ دو واقعے اوپر لکھے جا چکے۔ ایک قصہ اور اس غزوہ سے وابستہ ہے۔

Marfat.com

حضورؐ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غزوۂ مریسیع سے فراغت پا کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں حضرت عائشہؓ بچھڑ گئیں۔ اور منافقین نے اُن پر بہتان باندھا۔ اور بعض مسلمان بھی منافقین کے دامِ فریب میں پھنس گئے۔ خود حضورؐ اس قدر متاثر ہوئے جس قدر حضورؐ جیسے شریف ترین انسان کو متاثر ہونا چاہیئے تھا۔ حضورؐ نے خود کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ فیصلہ کا انتظار خدا کی طرف سے کرتے رہے۔

حضرت عائشہؓ میکہ چلی گئی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سخت پریشان تھے۔ اور حضورؐ کے سامنے نہیں آتے تھے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی کی اور فرمایا:۔

"جنھوں نے یہ بہتان لگایا، وہ تم ہی میں کی ایک جماعت ہے، اس کو تم اپنے لئے برا مت سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہوا۔ ہر شخص ان میں سے گنہگار ہوا، اور ان میں سے جس شخص نے اس بات کو بڑھایا اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے یہ بہتان سنا تو کیوں مسلمان مرد اور عورتوں نے ان کے ساتھ اچھا خیال ظاہر نہیں کیا، اور کیوں اُنھوں نے نہیں کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے۔" (نور-۲)

وحی سے قبل حضورؐ ملول تھے۔ لیکن وحی آتے ہی رنج وغم کا بادل چھٹ گیا۔ اور حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہونچے اور فرمایا، اللہ نے عائشہؓ کی برأت کر دی ہے۔ اب حضرت عائشہؓ کی باری تھی۔ اُنھیں حضورؐ سے بے رُخ دیکھ کر اُن کی والدہ نے متوجہ کیا۔ تو اُنھوں نے کہا۔

"مجھ پر میرے اللہؐ نے کرم فرمایا ہے۔ اللہ نے میری عزت بڑھا دی۔ میں اُس کی شکرگزار ہوں۔"

Marfat.com

غزوۂ احزاب

مُسلمانوں کی تیسری بڑی جنگ

حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں جن قبیلوں اور گروہوں نے معاہدہ کیا تھا ان میں یہودی بہ ظاہر پیش پیش تھے۔ لیکن حقیقتاً یہودیوں کے دل کے اندر کھوٹ تھا۔ معاہدہ تو انہوں نے کرلیا۔ مگر رہے اس فکر میں کہ جو سلوک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا وہی حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں گے۔

حضورؐ کے آجانے سے یہودیوں کا اقتدار بگڑ رہا تھا۔ یہودیوں کی چودھراہٹ ختم ہو رہی تھی۔ مدینہ میں یہودیوں کا اتنا زور تھا کہ بُت پرست اپنے بیوی بچے اُن کے پاس گروِ کردیتے تھے۔

ڈیڑھ سال تک مواد پکتا رہا لیکن جنگ بدر کے موقع پر جب کفار قریش کی مدافعت کے لئے حضورؐ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے

Marfat.com

تھے، یہ مواد پھوٹ نکلا۔

ایک مسلمان عورت کی یہودیوں نے بے حرمتی کی۔ وہ اُن کے محلّے میں دودھ بیچنے گئی تھی۔ اُسے برہنہ کردیا اور اُس کا تماشا بنایا۔ ایک صحابی اس کی حمایت کو پہونچے تو اُن سے بھی یہودی اتنا لڑے کہ ایک یہودی مارا گیا اور وہ صحابی شہید ہوگئے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر سے فراغت پاکر مدینے واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے دریافتِ حال کی غرض سے یہودیوں کو طلب فرمایا۔ مگر یہودی نہیں آئے۔ آنے کی بجائے معاہدہ کا کاغذ بھیجدیا کہ معاہدہ ختم سمجھئے۔ اور جو جی چاہے کرلیجئے۔

یہ سارا فتنہ یہودیوں کے قبیلۂ بنو قینقاع کا اُٹھایا ہوا تھا۔ جب اُنھوں نے معاہدہ توڑ دیا تو حضورؐ نے صرف بنو قینقاع کا محاصرہ کیا۔ پندرہ دن محاصرہ رہا۔ بالآخر بنو قینقاع نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا کہ جو کہئے ہم کرنے کو تیار ہیں۔ عبداللہ بن اُبی (منافق) بیچ میں پڑا۔ اور اُس نے تجویز پیش کی کہ بنو قینقاع کو بس جلاوطن کردیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا۔ مجھے منظور ہے۔ چنانچہ بنو قینقاع جو تعداد میں سات سو تھے تمام چلے گئے۔

مورخین نے اس واقعے کا نام غزوۂ بنی قینقاع رکھا ہے۔ غزوۂ بنی قینقاع، غزوۂ احزاب کا پیش خیمہ تھا۔ غزوۂ بنی قینقاع ۳ سنہ ھ میں ہوا تھا۔

غزوۂ بنی قینقاع کے بعد کفارِ مکہ نے مدینہ کے باقی یہودیوں بنو نضیر اور بنو قریظہ کو غیرت دلانی شروع کی اور دھمکیاں دیں کہ تم سب مل کر محمدؐ کو مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے۔ مدینہ سے حضورؐ کو نکالنے کی تو اب کس میں ہمت تھی۔ البتہ یہودیوں نے حضورؐ کو شہید کرنے کی کوشش کی خوں بہا کی ایک رقم یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے ذمہ واجب الادا تھی اس کی وصولی اور کچھ اور گفتگو کی غرض سے حضورؐ اُن کے محلہ میں گئے تھے اور دیوار کے نیچے سائے میں بیٹھے تھے۔ یہودیوں نے ایک شخص عمرو بن جحاش کو چھت پر چڑھا دیا کہ اوپر سے وزنی پتھر آپ پر گرا دے۔ یہ سازش کھل گئی اور حضورؐ اُٹھ کر وہاں سے چلے آئے اور اس محلہ کے یہودیوں کو حکم دیا کہ تم بھی مدینہ سے جاؤ اور خیبر میں جا کر آباد ہو۔ یہ ۴ سنہ ھ کا واقعہ ہے۔ بنو نضیر نے اس حرکت کے علاوہ حضورؐ کے ساتھ طرح طرح سے دغا کرنی چاہی تھی۔ ایک دفعہ پیغام بھیجا کہ صرف تین آدمی آجائیے ہمارے بھی تین آدمی ہوں گے وہ اگر مطمئن ہو گئے تو سارا

Marfat.com

قبیلہ ایمان لے آئے گا۔ حضورؐ چل پڑے۔ راستہ میں اطلاع ملی کہ یہود تو تلواریں لیے کھڑے ہیں اور آپ کا نہیں، آپ کے قتل کا انتظار کر رہے ہیں۔ بنو نضیر کو عبداللہ بن اُبی نے اُکسایا تھا کہ گزرو۔ اِدھر سے میں دو ہزار آدمیوں کے ساتھ آتا ہوں اُدھر سے مکّہ والے یلغار کریں گے اور مدینہ کا تیسرا یہودی قبیلہ بنو قریظہ تو تمہاری مدد کرے گا ہی۔

خیر بنو نضیر نے مدینہ تو چھوڑ دیا اور خیبر جا بسایا۔ لیکن اُن کے بیس سردار عرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور تمام مخالفین اسلام سے ساز باز کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دس ہزار کفّار کا لشکر جرّار مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو گیا۔ لشکر میں یہودی۔ قریش مکّہ۔ اہل تہامہ۔ اہل نجد، بنو اشجع، بنو مرہ، بنو فزارہ وغیرہ وغیرہ سب ہی تھے۔

مدینہ کے تین رُخوں کی طرف سے اطمینان تھا کہ اُدھر سے دشمن چڑھائی نہیں کر سکتا۔ چوتھے رُخ کے لئے حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا کہ خندق کھود دی جائے۔

---

۵ چلتے وقت بنو نضیر نے غل مچایا کہ بُت پرستوں میں جنھوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا ہے، اُنھیں بھی ہم لے جائیں گے۔ انصار اُنھیں روکنا چاہتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔

Marfat.com

اس غزوہ کے دو نام ہیں۔ ایک غزوۂ احزاب اور دوسرا غزوۂ خندق۔ عرب میں غزوۂ خندق سے قبل خندق کھودنے کا رواج نہیں تھا۔ جانتے ہی نہ تھے کہ خندق بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ خندق کھودنے۔ پتھر توڑنے اور مٹی ڈھونے میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ عادت پورا حصّہ لیا۔ ایسی حالت میں کہ فاقوں کے مارے حضورؐ کے شکمِ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے[1] تھے اور حضورؐ کے سینہ کے بال مٹی سے اٹ گئے تھے۔

دس دس مسلمانوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی۔ مسلمان خندق کھودتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

نحن الذین بایعوا محمدا علی الاسلام ما بقینا ابدا

(ہم وہ ہیں جنھوں نے محمدؐ سے اسلام پر ہمیشہ کیلئے بیعت کی ہے)

اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے ؎

وَاللہِ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

---

[1] محاصرہ کی وجہ سے صحابہ کو کئی کئی وقت کھانا نہیں ملتا تھا۔ ایک دن صحابہ نے حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ حضورؐ نے شکمِ مبارک کھول کر فرمایا۔ تمھارے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہے۔ میرے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہیں۔

فَاَنْزِلْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا
اِنْ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہمیں ہدایت کیسے میسر آتی۔ نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے۔ اے اللہ ہم کو اطمینان قلب عطا فرما دے اور دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ۔ یہ ظالم خواہ مخواہ ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ یہ فتنہ انگیز ہیں اور ہمیں فتنہ پسند نہیں ہے۔

مدینے کے باہر دس ہزار فوج کفار تھی اور مدینہ کے اندر یہودیوں کا ایک قبیلہ بنو قریظہ ابھی باقی تھا۔ اس نے بنو قینقاع اور بنو نضیر کی طرح معاہدہ نہیں توڑا تھا۔ مگر وہ آج کل کی اصطلاح میں پانچویں کالم کا کام کر رہا تھا اور خوب گڑبڑ مچا رہا تھا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریظہ کے پاس آدمی بھیجے تو انہوں نے کہہ دیا کہ محمدؐ ہم سے کیوں اطاعت چاہتے ہیں ہم اُن کا حکم کیوں مانیں؟

حقیقت یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے کبھی بھی نہیں تھے۔ اُن کی ہمیشہ کچھ عجیب کیفیت رہی۔ سلام تک میں تو شرارت کر جاتے تھے۔ السلام علیکم کا لام چبا کر السام علیکم خاص حضورؐ کو کہتے تھے۔ یعنی سلامتی کی بجائے موت کی بددعا دیتے تھے۔ سام کے معنی

موت کے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے غصہ میں جواب بھی علیہم السلام دے دیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ عائشہؓ! ہمیں درگزر کرنی چاہیئے۔ اللہ کا حکم بھی درگزر کے حق میں ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (آلِ عمران - ۱۹)

مفہوم۔ اہل کتاب اور مشرکوں سے تمہیں بہت سے تکلیف دہ کلمات سننے پڑیں گے۔ تم اُن پر صبر کرو، اور اپنی پرہیزگاری برقرار رکھو تو یہ ہمت کی بات ہے۔

غرض کہ بنو قریظہ کی طرف سے کم پریشانی نہیں تھی اُن کے ہاتھوں مسلمانوں کے بچّوں اور عورتوں کو خطرہ تھا۔

مسلمان کل تین ہزار تھے۔ اور اُن میں بھی کچھ منافق تھے اور کچھ ان یہودیوں کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے تھے کہ یہودی مسلمان عورتوں اور بچّوں سے بول نہ سکیں اوّل تو دس ہزار کفار کے مقابلہ میں تین ہزار مسلمان تھوڑے تھے ہی۔ پھر اس اندرونی خرابی نے اور مشکلات کھڑی کر دی تھیں۔

محاصرے کے دوران میں ایک روز حضور سرورِ کائنات صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ حملہ آوروں میں سے غطفانی[۵] کے سردار لوٹنے کو تیار ہیں بشرطیکہ انہیں مدینہ کی ایک تہائی پیداوار دیتے رہنے کا یقین دلایا جائے۔ کیا رائے ہے۔ کیا اُن سے بات چیت کی جائے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے انصار کی طرف سے جواب دیا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو خیر ورنہ ہم نے تو بُت پرستی کے زمانہ میں بھی ایسا معاملہ نہیں کیا، اب تو بفضلہ تعالےٰ ہم مسلمان ہیں۔ اب کسی سے دب کر کیا صلح کریں گے۔ ہمارے پاس اُن کے لئے فقط تلوار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا حکم نہیں ہے۔

خندق کُھد جانے سے کفّار مدینہ کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ لیکن بیس دن انہوں نے محاصرہ بڑا سخت رکھا۔ اور خندق کا عرض چونکہ طویل نہ تھا۔ وہ تیر اور پتھر بھی پھینکتے رہے بالآخر مسلمانوں کے استقلال نے انہیں ہرا دیا۔ مسلمان باوجود بھوک پیاس کی شدت کے دبے نہیں اور کفار کو سوچنا پڑا کہ محاصرہ کا نتیجہ اچھا برآمد ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ ہمت کر کے آخر ایک

---

[۵] جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ اس غزوہ میں بہت سے قبیلے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر آئے تھے۔ اور اسی لئے اسے غزوہ احزاب کہا جاتا ہے حزب کے معنی جماعت کے ہیں۔ احزاب حزب کی جمع ہے۔ غزوہ خندق اس غزوہ کا نام یوں ہے کہ خندق کھودی گئی تھی۔ اور غزوہ احزاب اس کا کہ احزاب یعنی جماعتیں چڑھ کر آئی تھیں۔

دن صبح کے وقت انہوں نے ہلہ بول دیا خندق کا تھوڑا سا حصہ کچھ کم چوڑا تھا۔ اُسے پار کر کے کفار مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ دن بھر بڑی ہیبت ناک لڑائی ہوتی رہی۔

سب سے پہلے عمرو بن عبدود چلایا، کون میرے مقابلہ کو آتا ہے حضرت علیؓ نے جواب دیا میں آیا۔

عمرو بن عبدود نوّے برس کا بوڑھا تھا۔ لیکن اس بڑھاپے میں بھی اُس کی بہادری کی دھاک تھی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو روکا۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے۔ عمرو بن عبدود نے پھر آواز دی۔ کون میرا مقابلہ کریگا۔ اب کی بھی سوائے حضرت علیؓ کے کوئی نہیں بولا۔ تیسری آواز پر جب صرف حضرت علیؓ ہی نے اُس سے لڑنے کی ہمّت دکھائی تو حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا جاؤ۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ہاتھ سے تلوار دی اور حضرت علیؓ کے سر پر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا۔

عمرو بن عبدود کا قول تھا کہ تین باتوں میں سے ایک بات میں ہر شخص کی مان لیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کیا تیرا یہ قول ہے۔ اُس نے کہا۔ ہاں۔ حضرت علیؓ نے کہا تو پہلی بات میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ تو مسلمان ہو جا۔ اُس نے کہا یہ ناممکن ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا دوسری بات یہ ہے کہ تو لڑے نہیں اور واپس چلا جا۔ اس نے کہا کیا مجھے عورتوں سے طعنے دلوانے

Marfat.com

کی خواہش ہے۔ اسے بھی میں قبول نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا تو پھر مجھ سے لڑ۔ عمرو بن عبدود ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا اس آسمان کے نیچے ایسی درخواست بھی مجھ سے کی جا سکتی ہے۔

عمر بن عبدود گھوڑے پر سوار تھا اور حضرت علیؓ پیادہ تھے عمرو بن عبدود گھوڑے سے اتر پڑا اور بولا۔ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ سوار رہ کر پیادہ سے لڑوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے گھوڑے کے پیروں پر تلوار ماری اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر حضرت علیؓ سے سوال کیا۔ تم کون ہو۔ حضرت علیؓ نے بتایا۔ عمرو بن عبدود نے کہا۔ میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ مگر میں تو چاہتا ہوں۔ اس پر عمرو بن عبدود نے تلوار کا وار کیا۔ حضرت علیؓ نے سپر سے روکا۔ مگر حضرتؓ کی پیشانی زخمی ہو ہی گئی۔[۵] اس کے بعد حضرت علیؓ نے وار کیا۔ اور ذوالفقار حیدر کرار عمرو بن عبدود کا شانہ کاٹتی نیچے تک اتر گئی۔ اور حضرت علیؓ کی زبان اللہ اکبر کہتی ہوئی گونجی۔

اب حضرت علیؓ کے سامنے کون ٹھہر سکتا تھا۔ جیرہ بڑھا اور بھاگا ضرار آیا اور پیچھے ہٹا نوفل نے منہ کی کھائی اور وہ خندق میں جا گرا۔ صحابہ نے نوفل

---

۵ حضرت علیؓ پیشانی پر دو نشان لے کر دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ ایک نشان ابن ملجم کے ہاتھ کا تھا۔ اور ایک عمرو بن عبدود کے ہاتھ کا۔ ان ہی دو نشانوں کی وجہ سے حضرت علیؓ کو ذوالقرنین کہتے ہیں۔

Marfat.com

پر تیر برسانے شروع کئے۔ تو وہ بولا۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ میں تو شریفوں کی طرح مرنا چاہتا ہوں۔ حضرت علیؓ خندق میں کود پڑے اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

لڑائی ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ ہی نہیں لڑ رہے تھے۔ تمام صحابہ لڑ رہے تھے۔ مگر میدان کارزار میں ہمیشہ نمایاں حضرت علیؓ ہی رہا کرتے تھے۔ ورنہ اس غزوہ میں صحابہ کو اتنا انہماک تھا کہ صحابہ اور خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چار نمازیں قضا ہو گئیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جس جگہ پناہ گزیں تھی وہیں سعد بن معاذؓ کی والدہ بھی پناہ گزین تھیں۔ میں نے دیکھا کہ سعدؓ دوڑتے ہوئے جا رہے ہیں اور اُن کی زبان پر یہ شعر ہے ؎

لبث قلیلاً تدرك الهيجا حمل لا باس بالموت اذا الموت نزل

ٹھہرنا ذرا میدان جنگ میں اور ایک شخص پہنچ جائے وقت آ گیا ہے تو مرنے سے کیا ڈرنا۔

سعدؓ کی والدہ نے کہا۔ بیٹا تو نے دیر کر دی۔

اُدھر باہر کے کفار سے جنگ ہو رہی تھی۔ ادھر یہودیوں کے قبیلۂ بنی قریظہ اس قلعہ پر حملہ کرنے کی سوچنے لگا جس میں حضورؐ مسلمان خواتین کو چھوڑ گئے تھے۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ حضورؐ کی پھوپھی صفیہؓ نے اُسے دیکھ لیا۔ اور حضرت حسانؓ سے

Marfat.com

کہا کہ نکل کر اسے قتل کر دو۔ یہ واپس جائے گا تو اوروں کے علم میں قلعہ کا راستہ آ جائے گا۔ حضرت حسانؓ بولے میں تو عارضہ میں مبتلا ہوں میں قتل و خون نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں کیوں رہتا جنگ کے میدان میں جاتا۔ حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور اُس سے یہودی کا سر پھاڑ دیا۔ اور حضرت حسانؓ سے کہا اب اس کا سر تو کاٹ لو۔ اور باہر پھینک دو تاکہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔ لیکن حضرت حسانؓ نے پھر وہی عذر کیا۔ اور حضرت صفیہؓ نے سر کاٹ کر پھینکا۔ اور یہودیوں کو یقین دلایا کہ قلعے کے اندر فقط عورتیں نہیں ہیں۔

رات کے وقت لڑائی نے دم لیا تو بنو قریظہ کا پیغام آیا کہ جن یہودیوں (بنو نضیر) کو خیبر بھیجا گیا ہے اُنہیں معاف کر دیجئے اور مدینہ بلا لیجئے تو ہم پر اِس کا اچھا اثر ہوگا۔

قصّہ یہ تھا کہ بنو قریظہ اوّل اوّل مسلمانوں سے بگاڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ بنو نضیر وغیرہ اُنہیں ملانے کیلئے آئے تو بنو قریظہ کے سردار کعب نے برملا کہا تھا کہ محمدؐ وعدہ شکن نہیں ہیں۔ اُن سے ہم بھی وعدہ شکنی نہیں کر سکتے۔ بڑی گفت و شنید کے بعد کعب کو اِس شرط پر راضی کیا گیا کہ قریشِ مکہ جن کا سارے حملہ آوروں

پر اثر ہے اپنے چند ممتاز آدمی تمہارے پاس چھوڑ دیں گے بطور ضمانت تاکہ مسلمانوں کو ختم کئے بغیر اگر وہ واپس جانا چاہیں تو ان آدمیوں کی وجہ سے نہ جا سکیں اب کے لڑائی فیصلہ کن لڑی جائے گی۔ یہ مت خیال کرو کہ ہمارے جانے کے بعد تمہیں پھر مسلمانوں سے سابقہ پڑے گا۔
لیکن اس گفتگو نے عملی جامہ نہیں پہنا۔ ضمانت کے آدمی نہ آج پہونچے نہ کل۔ بنو قریظہ بدک گئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے از سرِ نو معاملہ سنوارنے کی طرف توجہ کی۔

حضرت نعیمؓ بن مسعود ایک صحابی تھے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اُن کے مسلمان ہونے کا کفار کو علم نہیں تھا۔ انہوں نے بنو قریظہ کے پیغام سلام کی خبر قریش سے جا کر کہہ دی اور قریش و بنو قریظہ میں افتراق ڈال دیا۔

دس ہزار حملہ آوروں کا خرچ صرف قریش اُٹھا رہے تھے اور خرچ اُٹھاتے اُٹھاتے تنگ آ گئے تھے۔ اب جو بنو قریظہ کے سازباز کی خبر سُنی تو دل برداشتہ ہو گئے۔ نیز اُسی رات اللہ تعالےٰ نے ایسی آندھی چلائی کہ خیمے اُڑنے لگے اور کھانے کے برتن لڑھکنے لگے۔ کفار گھبرا گئے اور ڈیرے خیمے سمیٹ اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ قرآن مجید میں ہے :۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ

مفہوم:- اے مسلمانو! اللہ کی وہ مہربانی یاد کرو جو تم پر اس وقت کی گئی تھی جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تھے ہم نے اُن کو بھگانے کے لئے آندھی بھیجدی۔ اور ایسی فوجیں بھیجدیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں۔ اور اس وقت کی تمہاری جدوجہد اللہ دیکھ رہا تھا۔ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ

مفہوم:- اللہ نے کفار کو غصہ میں بیچ وتاب کھلا کر لوٹا دیا۔ اُن کے دل کی دل میں رہ گئی میدان قتال میں اللہ مسلمانوں کے آڑے آگیا۔ اور اللہ قوت والا زبردست ہے۔

حملہ آوروں کے چلے جانے کے بعد مدینہ کے یہودیوں سے جواب طلب کرنے کا موقع آیا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے کل تک کفار نے مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اب مسلمانوں نے ان یہودیوں کا محاصرہ کیا۔ حیی بن اخطب جو یہودیوں کو ورغلانے

آیا ہوا تھا۔ وہ بھی محصور تھا۔ یہودی محاصرہ کی تاب نہ لا سکے۔ قبیلہ اوس سے ان یہودیوں (بنو قریظہ) کا میل جول تھا۔ انھوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو درمیان میں ڈالا۔ اور قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کا نام تجویز کیا کہ یہ حَکَم بنائے جائیں ہم بھی ان کا فیصلہ مان لیں گے۔ آپؐ بھی ان کا فیصلہ مان لیں۔ چنانچہ محاصرہ ہٹا لیا گیا اور مقدمہ حضرت سعدؓ بن معاذ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے بنو قریظہ کو وہی سزا دی جو ایسے موقع پر یہودی دیا کرتے تھے لیکن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا میں تخفیف فرمائی اور بعض یہودیوں کو سزا سے بالکل مستثنیٰ کر دیا۔ مثلاً ایک یہودی زبیر نامی کو مع اہل و عیال رہائی دے دی اور ایک یہودی رفاعہ بن شموئیل کی جان بخشی فرما دی۔ لبقیہ یہود بنی قریظہ جنھوں نے لڑائی میں حصہ لیا تھا یہودیوں کی شریعت کے مطابق ہی قتل کر دیئے گئے۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ

فتح مبین

مکّہ سے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکّہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ کفارِ مکّہ مدینہ پر چڑھ چڑھ کر آتے رہے۔ لیکن حضورؐ نے مکّہ پر چڑھائی بھی نہیں کی کہ اسی بہانے وطن دکھائی دے جاتا۔ ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں حضورؐ نے خواب میں دیکھا کہ مسلمانوں کے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس خواب کی وجہ سے حضورؐ کو خیال ہوا کہ مکے چلنا چاہیئے۔ صحابہ نے عرض کیا اسی سال چلئے۔ غرض ذی قعدہ سنہ ۶ھ میں چودہ سو مسلمانوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور قربانی کے واسطے اونٹ لئے اور مکّہ کی طرف کوچ کر دیا۔

حُدیبیہ ایک کنواں ہے۔ اس کنوئیں کے اردگرد کی

آبادی بھی حُدیبیہ کہلاتی ہے۔ یہاں سے مکہ اُنتیس میل رہ جاتا ہے۔ حُدیبیہ پہنچکر حضورؐ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کے ذریعہ کفّارِ مکّہ کو اپنے آنے کی اطلاع کرائی اور دریافت فرمایا کہ تمھیں ہمارے عمرہ کرنے پر کچھ اعتراض تو نہیں ہے۔ بدیل بن ورقہ کی معیت میں چند آدمی مکّہ سے آئے۔ اور اُنھوں نے پوچھا کہ مکّہ کا قصد کیوں کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ محض زیارت کعبہ کے لیئے۔ بدیل نے کہا کہ ہم یہ کیسے گوارا کر سکتے ہیں کہ دشمن ہمارے شہر میں گھس آئے اور عمرہ کر جائے۔ یہ تو بڑی بدنامی کی بات ہے۔ ہم تم لوگوں کو مکّہ میں قدم نہیں رکھنے دیں گے۔ مسلمان ابھی سوچ رہے تھے کہ کیا کریں کہ اتنے میں قبائل احابیش کا سردار جلیس بن علقمہ آگیا۔ اُس نے اہلِ مکّہ کو سمجھایا کہ قربانی کے اونٹ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور ذی قعدہ کے مہینہ میں ویسے بھی نیت لڑنے کی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کو عمرہ کرنے دو۔ مگر کفار نہیں مانے جلیس نے بگڑ کر کہا زیارت بیت اللہ سے روکنے کا تمھیں کوئی حق نہیں ہے تم نہ مانوگے تو میں تم سے لڑوں گا۔

قریش نے جلیس کے تو غصّہ کو ٹھنڈا کیا لیکن تھوڑے سے نوجوان حُدیبیہ بھیجدیئے کہ حضورؐ کو شہید کر آئیں۔ صحابہ

نے تاڑ لیا اور اُنھیں پکڑ لیا۔ مگر حضورؐ کے سامنے وہ نوجوان لائے گئے تو حضورؐ نے اُنھیں رہائی دے دی۔

چوتھے نمبر پر ایک اور صاحب تشریف لائے۔ اُن کا نام عُروہ بن مسعود تھا۔ اُنھوں نے کہا۔ آپ کے ہمراہ جو یہ جمعیت ہے یہ قریش مکّہ کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکے گی۔ اور آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلی جائے گی۔ عُروہ کی بات مسلمانوں کو بہت ناگوار گزری۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو ایسا جواب دیا کہ عروہ بولا۔ ابوبکرؓ تمھارا مجھ پر احسان ہے ورنہ میں بھی سخت کلامی کر سکتا ہوں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ گفتگو نہ فرماتے تھے۔ مکّہ سے جو آتا تھا اُس سے بس ایک جملہ کہہ دیتے تھے کہ ہم محض عمرہ کے ارادہ سے نکلے ہیں۔

عُروہ نے ابتداءً مسلمانوں کو مرعوب کرنا چاہا تھا۔ لیکن پھر جو مسلمانوں کا حال دیکھا تو خود مرعوب ہو گیا۔ اور کفارِ مکّہ سے جا کر بیان کیا کہ میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں جا چکا ہوں کوئی اپنے لوگوں میں اتنا عزیز نہیں ہے جتنے محمدؐ ہیں۔ محمدؐ کے متبع محمدؐ کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔ محمدؐ کے حکم کی تعمیل میں ہر مسلمان بازی لے جانا چاہتا ہے۔

مسلمان محمدؐ سے آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہیں کرتے۔ محمدؐ بولتے ہیں تو سب چُپ ہو جاتے ہیں۔

المختصر جب مکہ سے کئی آدمی آچکے تو حضورؐ نے خیال کیا کہ اب ہمارے یہاں سے عمر فاروقؓ جائیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا۔ حضورؐ! میرے خاندان کا تو مکہ میں ایک آدمی بھی نہیں ہے۔ میں کہاں ٹھہروں گا۔ علاوہ ازیں کفارِ مکہ مجھ سے خار کھائے ہوئے ہیں۔ عثمانؓ اس کام کے لئے زیادہ موزوں رہیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ گئے۔ اُن کے قبیلہ کے ایک سردار ابان بن سعید نے انہیں اپنی پناہ میں لے لیا۔ کفارِ مکہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ تمہیں کعبہ کا طواف کرنا ہے تو تم طواف کر لو اوروں کو ہم اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں تنہا طواف نہیں کروں گا۔ کفار نے حضرت عثمانؓ کو نظر بند کر دیا۔ مسلمانوں میں خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے۔ حضورؐ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم عثمانؓ کے خون کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے نہ ہلیں گے۔ حضورؐ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور مسلمانوں سے اس عزم کو پورا کرنے کی بیعت لی۔ اس

Marfat.com

بیعت میں حضورؐ نے اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا داہنا ہاتھ بنایا اور اُسے اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود بیعت کی۔ یہ بیعت بیعتِ رضوان کہلاتی ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات اسی بیعت کے متعلق ہیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(اللہ اُن مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔)

آخر کفارِ مکہ نے ایک اور شخص سہیل بن عمرو کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے کہا اس سال تو چلے جائیے اگلے سال عمرہ کر لیجئے گا۔ حضورؐ نے منظور فرما لیا۔ اور صلحنامہ لکھا جانے لگا۔ شرائطِ صلح حسبِ ذیل تھیں۔

۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲۔ مسلمان سالِ آئندہ آ سکتے ہیں۔ لیکن تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ لائیں۔ تلواریں بھی میان میں رکھنی ہونگی۔ تب اُنہیں تین دن حرم میں ٹھہرنے دیا جائے۔

۳۔ مکے میں جو مسلمان اس وقت موجود ہیں وہ مدینے جا کر نہیں بس سکتے۔ اور مدینے کا کوئی مسلمان مکے آ کر رہنا چاہے تو اُسے مسلمان نہیں روک سکتے۔

Marfat.com

۴- مکّے کا کوئی آدمی مدینے جا پہونچے تو مسلمان اُسے واپس کریں گے - لیکن اگر کوئی مسلمان مکّے آجائے تو واپس نہیں کیا جائے گا-

۵- قریش مکّہ کو اختیار ہے کہ جس قبیلہ سے چاہیں معاہدہ کرلیں اور جسے چاہیں حلیف بنالیں - مسلمان بھی جس قبیلہ سے چاہیں معاہدہ کرسکتے ہیں - مسلمان اور قریش دس سال تک ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے اور ایک دوسرے کی معمولی آمد ورفت میں مزاحم نہ ہوں گے-

معاہدہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھا - اور معاہدہ کی تیسری اور چوتھی شرطیں تو بالکل خلاف تھیں - سہیل جو کفّار مکّہ کی نمائندگی کر رہے تھے - اتفاق سے ان ہی کے بیٹے ابوجندلؓ اس دوران میں مسلمانوں سے آملے - وہ واپس جانے کے خیال سے پریشان تھے - حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل کو سمجھایا کہ صرف ابوجندلؓ کی واپسی کے لئے بضد نہ ہوں اور ان اذیتوں پر توجہ کریں جن سے ابوجندلؓ کفّار کے ہاتھوں دوچار ہوچکے ہیں لیکن سہیل نے قبول نہیں کیا - مجبوراً حضرت ابوجندلؓ شرط کے بموجب واپس کر دیئے گئے - مسلمانوں کی عقل میں ان شرطوں

کی منظوری نہیں آتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا سب مسلمانوں کو یہ شرطیں ناگوار تھیں مسلمان کہتے تھے کہ آئندہ اہلِ مکہ میں بھلا کوئی کیوں مسلمان ہونے لگا۔ حضرت ابوجندلؓ قیدِ کفار سے بیڑیاں پہنے نکلے تھے اور بیڑیاں پہنے مسلمانوں کے پاس پہونچے تھے اُن کے جسم پر مار کے نشان تھے۔ وہ نشان مسلمانوں کو دکھلاتے تھے اور پوچھتے تھے کہ مجھے کیا پھر یہی مصیبتیں اُٹھانے کے لئے واپس بھیجا جا رہا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضورؐ سے سوال کیا، کیا آپ نبی نہیں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں نبی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ تو پھر کیا ہم سب مسلمان نہیں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم سب مسلمان بھی ہو حضرت عمرؓ نے کہا۔ اور قریش مکہ مشرک نہیں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں قریش مکہ مشرک ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ نبیؐ کی موجودگی میں اور دین کے معاملہ میں مسلمان مشرکوں سے دباؤ کھا رہے ہیں اور ذلت اُٹھا رہے ہیں۔ اور آپ نے تو فرمایا تھا کہ کعبے کا طواف کرنا ہے۔ حضورؐ نے کہا۔ میں اللہ کے حکم کے آگے نہیں بول سکتا خدا میری مدد کرے گا۔

پھر حضورؐ نے حضرت ابوجندلؓ سے فرمایا صبر و ضبط سے کام لو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وہ کارساز ہے۔ ایک نہ ایک

صورت رہائی کی نکال ہی دے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ بڑا خطرناک موقع تھا۔ اور نبیؐ ہی کی اتنی ہمت ہو سکتی تھی کہ اُس کے تمام ساتھی (سوائے حضرت ابوبکرؓ کے) جس بات کو ناپسند کر رہے ہوں اُسے وہ کر گزرے اور اللہ کے آگے کسی کی پروا نہ کرے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ شرائط نامے کی کتابت فرما رہے تھے۔ اُنہوں نے اسلامی قاعدہ کے مطابق لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل بولے "باسمک اللّٰھم" لکھو۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا۔ "باسمک اللّٰھم" لکھ دو۔ پھر شرائط نامہ میں جہاں حضورؐ کا اسم گرامی آیا۔ حضرت علیؓ نے "محمد رسول اللہ" لکھا۔ سہیل نے کہا۔ ہم آپ کو رسول اللہؐ مانتے ہوتے تو جھگڑا کیا تھا۔ کسی شرائط نامہ کی ضرورت ہی نہ تھی "محمد بن عبداللہ" لکھوائیے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ علیؓ! رسول اللہؐ کاٹ کر ابن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ مجھ میں تو رسول اللہؐ کا لفظ کاٹنے کی طاقت نہیں ہے۔ حضورؐ نے خود قلم پھیر دیا۔ بہر حال شرائط نامہ کی تکمیل ہو گئی۔ مسلمانوں نے سر کے بال ترشوائے۔ احرام اُتارے۔ قربانیاں کیں اور مدینہ منورہ چل پڑے۔

Marfat.com

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے دو واقعے بہت خاص ہیں، جنھیں بظاہر کمزوری پر محمول کیا گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں دیباچہ فتح و کامرانی قرار دیا۔ ایک مکّے سے مدینے کی طرف ہجرت۔ دوسری صلح حدیبیہ۔ ہجرت کو فقط کفار مکّہ "سمجھتے تھے کہ مسلمان ہار کر چلے گئے۔ لیکن صلح حدیبیہ خود مسلمانوں کی نظر میں مسلمانوں کی شکست تھی۔ مسلمان بیحد رنجیدہ تھے اور ساری کارروائی کو بدترین شکست تصوّر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح نازل کی اور صلح حدیبیہ کو فتح قرار دیا۔ فرمایا:۔

(مفہوم) بلاشبہ ہم نے (صلح حدیبیہ کرا کر) تمھیں فتح مبین" بخشی ہے۔

اور فرمایا:۔

(مفہوم) اگر (مکّہ میں) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تمھیں (شرط کے ذکر سے پہلے) اطلاع نہیں تھی اور اُن مسلمانوں کے پس جانے

ؔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ط‎ یہ تو اللہ نے لکھ دیا ہے کہ (بالآخر) میں اور میرے رسول ضرور غالب آکر رہیں گے۔

Marfat.com

کا احتمال نہ ہوتا۔ اور اُن کی وجہ سے تمہیں بھی لاعلمی میں نقصان پہنچتا۔ تو تمہیں لڑنے دیا جاتا۔ (سارا جھگڑا طے کر دیا جاتا۔ لیکن ایسا اس لیئے نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرلے۔ اگر یہ (مکہ کے مسلمان کافروں سے) کہیں جُدا ہوتے تو (ہم) ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے۔ دردناک عذاب میں مبتلا کرتے۔

گویا ایک وجہ صلح کی یہ تھی کہ مکہ میں مسلمان موجود تھے۔ اور لڑائی کا نتیجہ خواہ کچھ رہتا۔ لیکن مکہ کے مسلمان بیٹھے بٹھائے پس جاتے۔ پھر اس صلح سے تبلیغ اسلام کے راستے کھُل گئے۔ جو لوگ اسلام کے نام سے بھڑکتے تھے وہ مسلمانوں سے ملنے جُلنے لگے اور حق ناحق پر غور کرنے لگے۔ اُدھر حضرت ابوجندل رض نے قید خانہ میں خوب تبلیغ کی۔ جو اُن کا نگراں مقرر ہوتا اُسے اللہ اور رسول ﷺ کی باتیں سناتے۔ دو سال میں مسلمانوں کی تعداد اتنی بڑھی کہ صلح حدیبیہ کے وقت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے اور فتح مکہ کے وقت دس ہزار۔ انیس برس میں جتنے مسلمان نہ ہوئے تھے اُتنے بلکہ اور زیادہ دو برس میں ہو گئے۔

Marfat.com

معاہدہ کی وجہ سے مکے کے مسلمان مدینہ نہیں بلائے جا سکتے تھے اور مکہ میں انھیں انتہائی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے مکہ سے بھاگ بھاگ کر سمندر کے کنارے ایک مقام ہے عیص وہاں بسنا شروع کر دیا۔[1]

کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ عیص دوسرا مدینہ بنا جاتا ہے اور حضرت ابوجندلؓ کی تبلیغ کا اثر ہو رہا ہے تو وہ چیخ اٹھے کہ ہم اس شرط سے باز آئے ابوجندلؓ اور جنھیں ابوجندلؓ نے مسلمان کیا ہے اور جو مسلمان عیص جا بسے ہیں۔ ان سب کو مدینہ بلا لیجئے۔ اب مسلمانوں کی عقل میں بھی آگیا کہ یہ شرط رسول اللہ صلعم نے کیوں قبول کی تھی۔

---

[1] عیص کے پہلے آباد کار حضرت عتبہ بن اُسیدؓ تھے۔ مکے کے مسلمان مکے کے کفار سے تنگ آ کر مدینہ آتے تھے مگر حضورؐ کہہ دیتے تھے کہ میں معاہدہ شکنی نہیں کر سکتا اور تمھیں مدینے میں نہیں ٹھہرا سکتا۔ چنانچہ حضرت عتبہ بن اُسیدؓ بھی اسی طرح آئے اور دو کافروں کے ساتھ واپس کر دیئے گئے۔ جو انہیں لینے آئے تھے۔ حضرت اُسیدؓ نے ایک کافر کو راستہ میں قتل کر دیا۔ دوسرا کافر شکایت کرتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اُسیدؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ اپنا فرض پورا کر چکے، مجھے واپس کر دیا۔ اب میں جاؤں اور میرے لیجانے والے جانیں۔ حضورؐ بری الذمہ ہیں۔ میں مدینہ میں اس قصہ کے بعد بھی نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت عتبہ بن اُسیدؓ واپس چلے گئے اور عیص میں تن تنہا وقت گزارنے لگے۔ آہستہ آہستہ مکے کے اور مسلمانوں نے اُن کی تقلید کی۔ اور عیص میں اتنے مسلمان جمع ہو گئے کہ کفارِ مکہ کو ہرا دیا۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ سے سکون ملا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بادشاہوں اور سرداروں اور پیشواؤں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے اور اسلام چاروں طرف پھیل گیا۔ فقط اُس خواب کی تعبیر باقی تھی جسے دیکھکر حضورؐ نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ سو ۷ھ میں پوری ہوگئی۔ ۷ھ میں حضورؐ دو ہزار صحابہ کے ساتھ مکّہ گئے۔ کفّار نے حسب وعدہ اُنہیں نہیں روکا۔ تین دن کے لئے کفار گھروں کو مقفّل کرکے کوہ بوقبیس کی چوٹی پر جا بیٹھے۔ اور وہاں سے مسلمانوں کی حرکات وسکنات دیکھتے رہے۔ مسلمانوں کے سادہ طریق عبادت کا اُن پر اچھا اثر پڑا۔ اور اس بات کا بھی کہ خالی شہر دیکھ کر ایک مسلمان کی بھی نیت ڈانواڈول نہیں ہوئی۔ اور کسی کا ایک تنکہ ادھر سے اُدھر نہ ہوا۔

پھر ۸ھ میں حضورؐ محض زیارت کعبہ کی غرض سے نہیں بلکہ مکّہ پر غلبہ اور تمکن حاصل کرنے کی غرض سے مکّہ پہونچے اور مسلمان مسجد حرام میں بے جھجک داخل ہوگئے۔ اس وقت حضورؐ کے ساتھ چودہ سو مسلمان نہیں تھے۔ دس ہزار مسلمان تھے۔

سفر حدیبیہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں منافقین شریک نہیں ہوئے تھے۔ اُنہیں یقین تھا کہ اہل مکّہ مسلمانوں کو

عمرہ نہیں کرنے دیں گے۔ اور ایسی جنگ ہو گی کہ مسلمان مدینہ واپس نہ آ سکیں گے۔ قرآن مجید میں آپؐ کے ساتھ جانے والوں کے متعلق بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

صلح حدیبیہ سے ہمیں بہت سے سبق ملتے ہیں۔ لڑائی پیچھے پڑ جاتی تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی پیچھے نہ ہٹتے۔ حضورؐ نے قبیلہ بنی خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقہ سے فرمایا تھا کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں۔ لڑنے نہیں آئے۔ قریش سے کہو کہ ہمیں لڑائی پر مجبور نہ کریں۔ ورنہ اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں ایسا لڑوں گا کہ جان کی پرواہ نہیں کروں گا۔ لیکن حضورؐ نے ہمیں بتا دیا کہ دشمن کی طرف اوّل صلح ہی

لہ سرورِ کائنات ﷺ کی شجاعت کا عنوان الگ قائم نہیں کیا گیا ہے۔ نبی شجاع ہوا ہی کرتے ہیں۔ اور حضورؐ نے تو شجاعت کے دونوں نمونے دکھا دیئے تھے۔ گاندھی جی کو اقرار تھا کہ میں آپ کے نبیؐ کی مدنی زندگی کا مقلد ہوں۔ البتہ مکّی زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ تیوری چڑھائے بغیر مصائب کی برداشت کرنا بھی بہادری ہے۔ اور اس بہادری کی تقلید کیلئے دنیا کی تاریخ میں حضورؐ کی مدنی زندگی کے سوا اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ مکّی زندگی میں حضورؐ کا عمل یہ رہا کہ جب لڑائی سر پڑ جاتی تو سب کے ساتھ خود بھی لڑائی کے میدان میں پہنچتے اور سب کی طرح لڑائی میں حصّہ لیتے زخم کھاتے اور جان لڑا دیتے۔ ہر جنگ کے واقعات سے ثابت ہے کہ حضورؐ واقعی ایسا لڑتے تھے کہ جان کی پروا نہیں فرماتے تھے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ حیاتِ انسانی کا ایک بھی ایسا شعبہ اور مرحلہ نہیں ہے جس کی حضورؐ نے رہنمائی نہ کر دی ہو۔ آپ کسی معاملہ کو پوچھ لیجئے۔ حضورؐ کی عملی زندگی اس کا جواب دے گی۔ تجارت، ملازمت، خرید و فروخت، لین دین، میل جول، شادی بیاہ، بیویوں سے محبت، بیویوں سے خفگی، دوستوں سے دوستی، دوستوں سے خفگی، دشمنوں سے جنگ، دشمنوں سے سلوک، اولاد کی محبت، اولاد کا صدمہ، ناکامیوں سے سبق، کامیابیوں پر شکر، فقیری میں بادشاہت، بادشاہت میں فقیری، بے سروسامانی اور مقصد کی تکمیل۔ الغرض سارے نمونے اتباع کرنے والے کے واسطے موجود ہیں۔ حضورؐ کا کردار ہی تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر صحابہ کا کردار بنا تھا۔ محض زبان سے صحابہ کی تعلیم و تربیت نہیں کی جاتی تھی۔

کا ہاتھ بڑھانا چاہئے - اور آستینیں سوچ سمجھ کر چڑھانی چاہئیں صلح لڑائی سے بہتر چیز ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے سوا اس صلح کو سب اپنی ذلت سمجھ رہے تھے اور اتنے متاثر تھے کہ صلح کر چکنے کے اور حضرت ابو جندل رضؓ کو واپس دے دینے کے بعد جب حضورؐ نے حکم فرمایا کہ اب قربانی کے جانور یہیں ذبح کر دو۔ تو چودہ سو کے چودہ سو صحابہ مبہوت بنے بیٹھے رہے۔ حضورؐ نے دوبارہ اور سہ بارہ کہا۔ لیکن کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ آخر حضورؐ نے خود قربانی کر دی اور احرام اُتار کر سر کے بال مُنڈوا دیئے۔ تب صحابہؓ نے آپؐ کی اتباع اور تعمیل حکم میں احرام اُتار کر سر کے بال مُنڈوائے اور قربانیاں کیں۔ حضرت ابو جندل رضؓ کی آمد اور واپسی قیامت خیز تھی۔ حضرت ابو جندل رضؓ بیڑیاں پہنے مسلمانوں کے پاس پہنچے تھے اور نڈھال ہو کر گر پڑے تھے۔ وہ واپسی کا فیصلہ سُن کر کہنے لگے۔ خدارا مجھے دوبارہ امتحان میں نہ ڈالو۔ اُن کی اپیلوں نے مسلمانوں کو بے تاب کر دیا تھا۔ اور مسلمان اس وقت صبر و ضبط کھو دیتے تو تعجب ہوتا۔ مگر ادھر حضورؐ کا صبر و استقلال اور یقین محکم، کہ چودہ سو نہیں، چودہ کروڑ انسان بگڑتے ہیں تو

بگڑیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ میں صلح کروں اور صلح کا پابند رہوں۔
اُدھر چودہ سو کا یہ حال کہ قربانی میں جلدی نہیں کی کہ شاید اب
بھی اللہ اور اللہ کا رسول ؐ اجازت دیدیں کہ مکہ میں گھس جاؤ۔
لڑو اور عمرہ کرو۔ مگر جب حضور ؐ نے قربانی کردی اور یہ معلوم ہو گیا
کہ فیصلہ بدلنا ممکن نہیں ہے تو پھر ایک شخص نہیں تھا جس نے
قربانی نہ کی ہو۔ اور ایک شخص نہ تھا جس نے سرِ تسلیم خم نہ کیا ہو
حتّٰی کہ حضرت ابو جندل رض جنھیں بھیڑیوں کے حوالے کر دیا گیا تھا
قید و بند میں حضور ؐ ہی کے پیغام کی اشاعت کرتے رہے۔ اِس
واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ رہنما کا نیک نیت ہونا۔ اور پیرؤں کا
اُس پر اعتماد قوم کی فلاح کے دروازے کھول دیتا ہے۔

بعض حضرات نے صلح حدیبیہ کو بھی جنگ حدیبیہ لکھا ہے۔
مگر جنگ ہمیں تو اِس میں کہیں نظر آتی نہیں۔ بے شک ذہنیتوں
اور فراستوں کا مقابلہ ہوا۔ اور نبی ؐ کی ذہنیت و فراست سے
کفّار کی ذہنیت و فراست شکست کھا گئی۔ ایک نبی ؐ کی صلح
جوئی ہزار ہا کفار کی جنگ جوئی پر غالب آ گئی۔ اور ہمارے
لئے صلح کا نمونہ چھوڑ گئی۔

غزوۂ خیبر
مسلمانوں کی چوتھی زبردست جنگ

مسلمانوں کی چوتھی اہم جنگ محرم ۷ھ میں ہوئی تھی۔ یہ جنگ "جنگِ خیبر" کہلاتی ہے۔ حدیبیہ سے واپسی کو خود مسلمانوں نے پسپائی تصور کیا تھا۔ لہٰذا یہودی اسے جو کچھ بھی سمجھتے اس پر تعجب نہیں ہے وہ یہ خیال کر کے کہ ابھی مسلمان کمزور ہیں جنگِ احزاب کا داغ مٹانے کی فکر میں مصروف ہو گئے۔

خیبر یہودیوں کا عرب میں سب سے بڑا مرکز تھا۔ اور یہاں انہیں کافی قوت حاصل تھی۔

خیبر کی بستی قلعوں کا ایک گچھا تھی۔ خیبر کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں۔ یہودِ خیبر نے اپنے پڑوسیوں بنو غطفان کے چار ہزار نوجوانوں کو یہ کہہ کر آمادہ جنگ کر لیا کہ ہماری مدد کرو۔ مدینہ کی فتح کے بعد خیبر کی نصف پیداوار تمہیں ملے گی اس طرح اسلام کے خلاف سازشوں کا ایک جال پھیلا دیا۔ مسلمان اب جنگِ احزاب کی

طرح محصور ہو کر لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ آگے بڑھ کر نبرد آزمائی کرنی چاہیئے۔ اور یہودیوں کو مدینے پہونچنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ خیبر مدینہ سے دو سو میل دور ہے)

اس غزوے میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن لوگوں کو شرکت کی اجازت نہیں دی جو حدیبیہ میں ساتھ نہ تھے۔ اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا:-

(مفہوم) جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ جب تم مالِ غنیمت لینے چلو گے تو کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجئے کہ آپ کے ساتھ چلیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل ڈالیں تم اُن سے کہہ دو کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے ۔ یہ منافق ایسے لوگ ہیں جو بہت ہی کم سمجھ ہیں۔

حدیبیہ کے ساتھیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

(مفہوم) اللہ اُن مومنوں سے خوش ہوا جو تم سے درخت کے نیچے بیعت (جاں نثاری) کر رہے تھے اللہ نے اُن کے دلوں کا حال جان لیا۔

پھر حدیبیہ کے ساتھیوں سے اللہ تعالیٰ نے کہا:-

(مفہوم) اللہ تعالیٰ نے تمھارے ہاتھوں سے بڑی بڑی

فتوحات کرانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ جو تم حاصل کر کے رہو گے۔

محض چودہ سو حضرات کو لے کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قریب پہونچ گئے۔ ان چودہ سو میں اسپ سوار دوسو تھے اور بیس خواتین زخمیوں کی خبر گیری کرنے آئی تھیں مقدمہ لشکر کے سردار حضرت عکاشہؓ ابن محصن تھے اور میمنہ لشکر کے سردار حضرت عمر فاروقؓ۔ رات کا وقت تھا۔ حضورؐ شب خون کے قائل نہیں تھے۔ اور رات کو لڑائی شروع کرنی ناپسند فرماتے تھے۔ اس لئے رات میں بس اتنا کیا گیا کہ اُس میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ جو اہل خیبر اور بنو غطفان کے درمیان تھا۔ تاکہ بنو غطفان اہل خیبر کی مدد کرنے نہ آسکیں۔ چنانچہ بنو غطفان راستہ رُکا دیکھ کر چپ چاپ گھروں میں بیٹھے رہے۔

حضورؐ نے دُعا کی۔ الٰہی! ہم تجھ سے خیبر کی اور خیبر والوں کی اور خیبر کی ہر چیز کی بھلائی چاہتے ہیں۔ الٰہی! تو ہمیں ان کی شرارت سے بچا۔ پھر حضورؐ نے حکم دیا۔ کیمپ یہیں رکھو۔ یہاں سے لڑنے والے دستے جاتے رہیں گے۔ حضرت عثمان غنیؓ اس دستہ کے نگراں مقرر کئے گئے۔ حضرت محمود بن مسلمہؓ کو حملہ آور دستے کا افسر بنایا گیا۔ اور پہلا حملہ خیبر کے قلعہ ناعم پر ہوا۔ حضورؐ خود اس

Marfat.com

حملہ میں شامل تھے۔ حضرت محمودؓ بن مسلمہ نے پانچ روز متواتر سعی کی مگر قلعہ فتح نہ کر سکے۔ پانچویں روز ذرا سستانے کے واسطے قلعہ کی دیوار کے سائے میں حضرت محمود بن مسلمہ جا لیٹے تھے۔ کنانہ بن الربیع نے چھت پر سے چکی کا پاٹ دے مارا۔ حضرت محمودؓ بن مسلمہ نے شہادت پائی۔

حضرت محمودؓ بن مسلمہ کی جگہ فوراً اُن کے بھائی حضرت محمد بن مسلمہؓ آ گئے۔ انھوں نے یہ سوچ کر نخلستان کے درخت یہودیوں کو محبوب ہوں گے۔ درختوں کو کاٹنا چاہا۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جتانے پر درخت کاٹنے سے منع فرمایا۔ خیر قلعہ ناعم فتح ہو گیا۔ حضرت حباب بن المنذرؓ تین روز سے خیبر کے قلعہ صعب کا محاصرہ کئے تھے وہ بھی قلعہ ناعم کے ساتھ فتح ہو گیا۔ قلعہ صعب میں مکھن، چربی، روغن زیتون اور کھجوریں، چھوارے، جَو اور کپڑے بہ کثرت سامان موجود تھا۔ مسلمانوں کے پاس رسد کی کمی تھی، وہ قلعہ صعب کے سامان سے جاتی رہی۔ قلعہ شکن آلات بھی کافی ہاتھ آئے۔

دوسرے دن قلعہ نطاۃ پر قبضہ ہو گیا۔ لیکن قلعہ نطاۃ کا ایک حصہ تھا جو پہاڑی پر واقع تھا اور اپنے بانی کے نام پر قلعۃ الزبیر کہلاتا تھا۔ اسے فتح کرنا باقی تھا۔ کہ ایک یہودی

Marfat.com

لشکرِ اسلام میں خود بخود آپہنچا اور بولا۔ میں اس کے فتح کرنے کی ترکیب بتاتا ہوں۔ زمین دوز نالے کے ذریعہ قلعہ میں پانی جاتا ہے۔ پانی جانا بند کر دو تو قلعۃ الزبیر کی فتح ممکن ہے۔ ورنہ مہینہ ختم ہو جائے گا اور قلعہ فتح نہ ہوگا۔ چنانچہ پانی بند کر دیا گیا۔ اور یہودیوں کو حصار سے باہر نکلنا پڑا۔ باہر آکر یہودی ہار گئے۔

اس کے بعد قلعہ شق کے ایک حصے قلوآبی پر عمل شروع ہوا۔ حضرت خبابؓ نے غزوان نامی ایک یہودی کو قتل کیا۔ اور حضرت ابودجانہؓ نے ایک دوسرے یہودی کو۔ پے در پے قتل سے یہودی گھبرا گئے۔ اور مقابلے کے لئے اُن میں نکلنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت ابودجانہؓ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ وہ آگے بڑھے اور مسلمان بھی آ گئے۔ اور تکبیر کہتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور قلعہ فتح کر لیا۔ اس قلعہ میں سے بھی بکریاں اور پارچہ جات اور بہت سا سامان ہاتھ لگا۔ قلعہ شق کا دوسرا حصہ "حصن البر" تھا۔ اُس حصہ کے لوگوں نے مسلمانوں پر بڑے تیر برسائے اور پتھر پھینکے۔ بالآخر مسلمانوں نے اُن منجنیقوں سے جو قلعہ صعب میں اُنہیں ملے تھے قلعہ حصن البر کی دیواریں توڑ ڈالیں اور حصن البر بھی فتح ہو گیا۔

Marfat.com

ایک قلعہ کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا۔ اس کا نام قموص تھا۔ بڑے بڑے صحابہ نے اُسے فتح کرنے کی کوشش کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی بیس دن محاصرہ کرتے گزر گئے۔ بیسویں دن شام کے وقت حضورؐ نے فرمایا۔ کل عَلَم اس شخص کے سپرد کیا جائے گا۔ جس سے اللہ اور اُس کا نبیؐ محبت کرتا ہے۔ اور کل اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ یہ خاص عَلَم تھا اور اسے حضرت عائشہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔

صحابہ منتظر تھے کہ دیکھیں وہ کون ہے جسے آج فوج کی سالاری ملتی ہے۔ حضور سرورِ کائنات نے حضرت علیؓ مرتضیٰ کو طلب فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ اُن کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں اور آنکھوں میں ٹیسیں ہو رہی ہیں۔ حضورؐ نے اپنا لعابِ دہن حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ آنکھیں کھُل گئیں اور ٹیسیں جاتی رہیں۔ ارشاد عالی ہوا۔ علیؓ! جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو اور پھر لڑو۔ علیؓ! ایک آدمی بھی اس وقت تمہارے ذریعہ سے ایمان لے آئے تو بے شمار مالِ غنیمت سے افضل ہے۔

قلعہ قموص کا مشہور سردار مرحب عرب میں ہزار بہادروں

پر بھاری سمجھا جاتا تھا۔ وہ مقابلہ کے لئے آیا۔ اور اُس نے یہ رجز پڑھا۔

(ترجمہ) سارا خیبر واقف ہے کہ میں ہتھیاروں سے اپنی زینت کرنے والا مرحب ہوں۔ جب لوگوں کی مت ماری جاتی ہے تو میں اُنھیں بہادری کے جوہر دکھاتا ہوں۔

اِدھر سے حضرت عامرؓ نکلے۔ مرحب نے اُن پر وار کیا۔ حضرت عامرؓ نے ڈھال پر روکا۔ اور مرحب کے نچلے حصّے کو تلوار سے زخمی کرنا چاہا۔ مگر تلوار چھوٹی تھی مرحب تک نہ پہنچ سکی اور حضرت عامرؓ ہی کے گھٹنوں پر لگی۔ اور حضرت عامرؓ شہید ہو گئے۔

حضرت عامرؓ کے گرتے ہی حضرت علیؓ آگئے اور فرمایا۔

(ترجمہ) میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام غضبناک شیر رکھا ہے۔ میں تجھے اپنی تلوار کی سخاوت سے بڑے بڑے پیمانے عطا کروں گا۔

حضرت علیؓ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ تلوار مرحب کے سنگی خود کو کاٹتی اور سر کے دو ٹکڑے کرتی گردن تک اُتر گئی۔ مرحب کا بھائی یاسر مدد کے لئے دوڑ پڑا۔ اُسے حضرت زبیرؓ بن عوام نے ختم کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے عام حملہ کا حکم دے دیا۔ اور قلعہ قموص پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

تمام یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور صلح کی درخواست کی حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کو منظور فرمالیا۔ یہودیوں کی زمینیں اُن ہی کے قبضہ میں چھوڑ دی گئیں۔ نصف بٹائی اُن سے لی جانے لگی عبداللہ بن رواحہؓ جاتے اور پیداوار کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہدیتے کہ جونسا حصّہ چاہو لے لو۔

جنگ کے دوران میں خیبر کے ایک صاحب جن کا نام اسود تھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہو کر یہودیوں سے لڑنا چاہتا ہوں۔ اسود بکریاں چرانے کا پیشہ کرتے تھے بکریاں اس وقت بھی اُن کے ساتھ تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن یہ بکریوں کا ریوڑ کس کا ہے۔ اسود نے کہا۔ سب یہودیوں کی بکریاں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اِنہیں واپس کر آؤ۔ چنانچہ وہ امانتیں مالکوں کو دینے کے بعد شریک جہاد ہوئے۔

فتح خیبر کے بعد مرحب سردار قموص کی بھاوج اور سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور چند صحابہ کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ حضورؐ نے

Marfat.com

ایک لقمہ کھاکر ہاتھ روک لیا۔ اور صحابہ نے بھی حضورؐ کی اتباع کی صرف حضرت بشر بن براءؓ کھاتے رہے۔ اُن پر زہر کا اثر ہوا اور وہ رحلت فرما گئے۔

حضورؐ نے زینب اور دوسرے یہودیوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا حرکت تھی۔ اُنھوں نے کہا۔ امتحان مقصود تھا۔ زہر اس لئے دیا تھا کہ آپ پیغمبر ہیں تو زہر آپ پر اثر نہیں کرے گا۔

حضورؐ نے زینب سے اپنا انتقام نہیں لیا۔ مگر جب تیسرے دن حضرت بشرؓ نے انتقال کیا تو زینب کو قصاص میں قتل کرا دیا گیا۔

کنانہ بن الربیع کو بھی حضرت محمود بن مسلمہؓ کے شہید کرنے کی پاداش میں قتل کرا دیا گیا۔ حضرت محمود بن مسلمہؓ پر کنانہ نے ایسی حالت میں چکی کا پاٹ پھینکا تھا کہ حضرت محمودؓ لڑ نہیں رہے تھے بلکہ دیوار کے نیچے سستا رہے تھے۔

خیبر سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے وادی القریٰ کا رُخ کیا۔ وادی القریٰ بھی یہودیوں کی اہم بستی تھی۔ اُن یہودیوں نے بھی معمولی سی مدافعت کے بعد ہار مان لی اور وہی شرائط مان لیں جن پر خیبر کے یہودیوں سے صلح ہوئی تھی۔

Marfat.com

خیبر کی جنگ میں جو مالِ غنیمت ملا تھا۔ اُسے اس طرح تقسیم کیا گیا کہ سواروں کو پیدلوں سے دوگنا حصّہ دیا گیا۔ حضورؐ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تھے۔ حضورؐ نے بھی عام لوگوں کی مثل ایک حصہ وصول کیا۔

Marfat.com

حضرت حمزہؓ کی صغیر السن صاحبزادی

صلح حدیبیہ ۶ھ ہجری میں ہوئی تھی اس کی رو سے مسلمانوں کو حق تھا کہ ۷ھ ہجری میں مکے جاکر عمرہ کر لیں چنانچہ ۷ھ میں اعلان کیا گیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے وقت حدیبیہ میں موجود تھے وہ عمرہ کرنے چلیں۔

صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ لہٰذا ہتھیار مکہ سے آٹھ میل ورے بطن یاجج میں چھوڑ دیئے گئے اور دو سو صحابہ ان کی حفاظت کے لئے وہیں ٹھہر گئے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ مسلمان مکہ میں صرف تین دن قیام کریں گے۔ تیسرے دن کفار مکہ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا۔ تین دن گزر گئے۔ اب محمدؐ کو مکہ سے جانا چاہیئے۔ سات سال کے بچھڑے ہوئے مسلمان اپنے وطن میں تین دن سے زیادہ نہ رہ سکے۔ کعبہ کا طواف بھی دل بھر کر نہ کرنے پائے تھے کہ حضورؐ نے حکم دے دیا کہ شرط کی پابندی کرو اور واپس چلو۔

Marfat.com

عین روانگی کے وقت حضرت حمزہؓ شہید اُحد کی صغیر السن صاحبزادی امامہ چچا چچا[۵] کہتی آئیں۔ یہ حضرت حمزہؓ کے ساتھ مدینہ نہ جا سکی تھیں اور مکہ میں رہتی تھیں۔ حضرت علیؓ نے اُنہیں گود میں اٹھا لیا۔ حضرت جعفرؓ نے کہا۔ امامہ کو میں رکھوں گا۔ حضرت زیدؓ نے کہا۔ .... نہیں میں رکھوں گا۔ حضرت علیؓ بولے۔ بچی گود میں تو میری ہے۔ اور میں بھی اس کا تمہاری برابر کا رشتہ دار ہوں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی نہ رکھو۔ اسما امامہ کی خالہ ہیں (ماں مرے موسی جیئے) امامہ کو اسما رکھیں گی۔

---

[۵] حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ میں امامہ کے چچازاد بھائی تھے۔ لیکن امامہ ادباً حضورؐ کو چچا کہتی تھیں۔ حضرت حمزہؓ حضورؐ کے رضاعی بھائی اور چچا تھے۔

فتحِ مکّہ

صلح حدیبیہ میں جہاں اور باتیں طے پائی تھیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ جو جس قبیلہ کے ساتھ ملنا چاہے مل سکتا ہے۔ مسلمانوں کے حلیفوں سے قریشِ مکّہ نہیں اُلجھیں گے۔ اور قریشِ مکّہ کے حلیفوں کو مسلمان کچھ نہیں کہیں گے۔ اور دس سال تک جنگ کا کسی صورت میں نام نہیں لیا جائے گا۔ دو سال اس عہد نامہ پر ٹھیک عمل ہوا۔ لیکن ۸ھ میں ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے قبیلہ بنو بکر کو ....

.... اُبھار دیا کہ مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ سے جا بھڑو۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اور کفارِ مکّہ نے بنو بکر کی ہتھیار وغیرہ سے مدد کی اور منہ پر نقاب ڈال ڈال کر لڑائی میں حصّہ لیا۔

بنو خزاعہ بھاگ کر اوّلیں پناہ گاہ سمجھ کر خانہ کعبہ میں آئے۔ مگر خانہ کعبہ میں بھی انہیں قتل کیا گیا۔ وہ خدا کا واسطہ دیتے۔ اِلٰھَکَ اِلٰھَکَ پکارتے اور امان مانگتے تو کہا جاتا لَا اِلٰہَ الْیَوْمَ آج خدا نہیں ہے۔

بنو خزاعہ کے چالیس آدمی کسی طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنہوں نے عرض کیا کہ قریش نے وعدہ شکنی کی ہے۔ معاہدہ توڑ دیا ہے اور ہمیں خشک گھاس کی مانند روند ڈالا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حلیف قبائل کی حفاظت اور معاہدہ کی پابندی کرانا میرا فرض ہے۔ میں تمہاری دادرسی کروں گا۔ حضورؐ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں ابوسفیان اور عبداللہ بن ابو اُمیہ ملے۔ یہ دونوں معافی مانگنے کے ارادہ سے آرہے تھے۔ اُنہیں خبر نہ تھی کہ حضورؐ اتنا بڑا لشکر لے کر چل چکے ہیں۔ حضورؐ نے ان دونوں کو دیکھا تو منہ پھیر لیا۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ نے سفارش کی کہ ابوسفیان آپ کے چچازاد اور عبداللہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ ان کے قصور سے درگزر فرمائیے۔ حضورؐ پر سفارش کا اثر نہیں ہوا۔ آخر حضرت علی مرتضیٰؓ کو ایک تدبیر سوجھی۔ اُنہوں نے ابوسفیان اور عبداللہ سے کہا کہ حضورؐ کے سامنے قرآن مجید کی وہ آیت پڑھو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے مجرم بھائیوں کی زبان سے نکلی تھی۔ یعنی تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ یہ تدبیر کارگر رہی اور حضورؐ نے جواب میں حضرت یوسفؑ ہی کا جواب پڑھا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ابوسفیان نے حضور صلعم

کا جواب سنتے ہی یہ اشعار پڑھے ؎

لعمرك انی حین احمل رایۃ — لتغلب خیل اللات خیل محمد
لکالمدلج الحیران اظلم لیلۃ — فھذا اوانی حین اھدی فاھتدی
ھدانی ھاد غیر نفسی دلنی — الی اللہ من طردتہ کل مطرد

یعنی جس زمانہ میں جنگ کا پرچم میں اس خیال سے اٹھاتا تھا کہ لات (بت) کی فوج محمدؐ کی فوج کو مغلوب کرے اُس زمانہ میں میری مثال اُس خارپشت کی سی تھی جو تاریک رات میں مارا مارا پھرتا ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا کہ مجھے ہدایت مل جائے اور میں سیدھا راستہ اختیار کر لوں۔ مجھے اللہ کا راستہ اُس شخص نے دکھایا ہے جس سے میں نے بے اعتنائی برتی تھی اور جسے میں نے چھوڑے رکھا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ واقعی تم نے مجھے بہت دن چھوڑے رکھا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ مکہ میں یوں خاموشی سے داخل ہوں کہ کسی کو داخلے سے پہلے آمد کا پتہ نہ چلے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی انتظام کر دیا۔ اہلِ مکہ بالکل بے خبر رہے اور مسلمان جب تک مکہ کی سرحد پر نہیں پہنچ گئے کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔

Marfat.com

رات بھر آرام کر کے صبح حضورؐ نے حکم فرمایا کہ مختلف اطراف سے مکّہ میں داخل ہو اور جو شخص تعارض نہ کرے اُسے مت چھیڑو۔ اور جو گھر میں بیٹھا ہے اُس کو ہاتھ مت لگاؤ۔ بھاگ جانے والے کا پیچھا نہ کرو اور جو خانہ کعبہ میں پناہ لے لے وہ پناہ میں ہے جو ابو سفیانؓ اور حکیم بن حزام کے گھر چلا جائے اُس سے بھی کچھ نہ کہو۔

مقابلہ کر کے کوئی زخمی ہو جائے یا قیدی ہو جائے تو بس اتنا کافی ہے کسی کو قتل مت کرنا۔[۵]

---

۵ صرف چار مرد اور دو عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ تھیں۔ انہیں سزا دینے کی اجازت تھی ایک عکرمہ بن ابو جہل۔ دوسرا عبداللہ بن ابی سرح۔ تیسرا ابن خنطل۔ چوتھا ہبار۔ لیکن پھر ان میں سے تین کو حضورؐ نے معاف فرما دیا۔ صرف ابن خنطل قتل ہوا۔ اور عورتوں میں سے ایک سے قصاص لیا گیا اور ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے معافی پائی جب وحشی جیسا شخص جس نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا تھا۔ اور اُن کی لاش کو بے حرمت کیا تھا آزاد چھوڑ دیا گیا تو ہندہ نے تو بس حضرت حمزہؓ کا کلیجہ ہی چبایا تھا اور ناک اور کان کاٹ کر ہار بنایا تھا۔

جن چار مردوں اور دو عورتوں سے قصاص لینے کا خیال آیا تھا وہ میدان جنگ کے نہیں عام قاتل تھے قتل جیسے جرائم کے مرتکب تھے اُن سے قصاص لینا واجب تھا۔ لیکن وہ بھی بجز ایک مرد اور ایک عورت کے معاف کر دیئے گئے۔ فتح مکہ کیا تھی صلح مکہ تھی۔ اس فتح کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ فتح کے بعد جو ہے معاف ہی کیا جا رہا ہے۔

ایک شخص فضالہ نامی فتح مکہ کے بعد حضورؐ کو شہید کرنے کے ارادہ سے آیا تھا۔ حضورؐ نے اُسے بھی معاف کر دیا۔ مسلمان جو مال و متاع ہجرت کے وقت مکہ میں چھوڑ گئے تھے وہ اُن کے پاس ہی رہنے دیا گیا۔ جنھوں نے ہجرت کے بعد ان پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسلمانوں سے کہہ دیا کہ تم نے ہجرت اللہ کے واسطے کی تھی ہجرت کے سلسلہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۳ پر)

اللہ کے فضل سے جدال وقتال کی نوبت نہیں آئی۔ ——— خالد بن ولیدؓ اور اُن کے ساتھیوں کو ..... کی ایک ٹولی نے روکا تھا۔ انہیں پسپا کر دیا گیا۔ دفاعی سیاست کی اس سے بہتر اور پاکیزہ تر مثال تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر سوار تھے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲) میں جو تکلیف اور نقصان تم اٹھا چکے ہو اُس کا اجر نہ کھوؤ۔ اور جائیدادوں کا خیال نہ کرو۔ اللہ تمھیں دُنیا میں بھی اس سے بہت زیادہ دیگا۔ اور آخرت کے دینے کا تو کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

اس طرز عمل اور اس عفو ودرگزر سے اہل مکہ کے قلوب فتح ہو گئے۔ لوگوں نے آ آکر اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ حضورؐ کوہ صفا پر بیٹھ گئے اور بیعت لینے لگے۔ بیعت کے الفاظ وہی تھے جو بیعت عقبہ اولیٰ کے وقت کہلوائے گئے تھے کہ اللہ کو اپنا معبود مانیں گے۔ اور کسی کو اللہ کی ذات وصفات میں شریک نہیں کریں گے۔ زندہ کو کی جان نہیں لیں گے۔ قتل وزنا۔ چوری اور بہتان تراشی سے باز رہیں گے۔ اور محمد رسول اللہ کی ہر بات میں اطاعت کریں گے۔

حالات کی تبدیلی نے مقصد میں فرق پیدا نہیں کیا۔ کمزوری کے وقت کی بیعت کے الفاظ اور غلبہ کے وقت کی بیعت کے الفاظ یکساں تھے۔

عورتوں سے اتنا اور اقرار کرایا گیا کہ سوگ میں منہ پر طمانچے نہیں ماریں گے۔ منہ اور سر کے بال نہیں نوچیں گے۔ کپڑے نہیں پھاڑیں گے۔ اور سیاہ لباس نہیں پہنیں گے۔

عورتوں سے حضورؐ اس طرح بیعت لیے رہے تھے کہ ایک برتن میں پانی بھر ارکھا تھا۔ پہلے حضورؐ پانی میں ہاتھ ڈالتے اور نکال لیتے تھے اور پھر عورت پانی میں ہاتھ ڈالتی تھی۔

ایسا بھی ہوا کہ برتن بھی نہیں ہے اور پانی بھی نہیں ہے۔ فقط زبانی اقرار کرا لیا گیا۔ عورت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر حضورؐ نے کبھی بیعت نہیں لی۔ ہاتھ صرف مرد کا چھوتے تھے۔

Marfat.com

حضورؐ کے ساتھ حضورؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے فرزند حضرت اسامہؓ بیٹھے تھے۔ حضورؐ کا سر جھکا ہوا تھا۔ اور حضورؐ سورۂ فتح کی تلاوت کر رہے تھے

اِس شانِ عبودیت سے حضورؐ مکّہ میں تشریف لائے۔ اور اِدھر اُدھر کہیں نہیں رُکے اور سیدھے خانہ کعبہ پہنچے اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔

اللہ کے اس گھر کو جسے بہت بڑے بُت شکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا تین سو ساٹھ بتوں نے چاروں جانب سے گھیر رکھا تھا۔ حضورؐ نے کمان کی نوک سے ایک ایک بُت کو گرا دیا۔ گراتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

(حق ثابت ہو گیا اور باطل مٹنے ہی کے لئے ہوتا ہے)

جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ

(حق آگیا اور باطل کی تو نہ کبھی کوئی حقیقت تھی اور نہ کبھی کوئی حقیقت ہوگی)

بُت گرائے جا چکے تو کعبے کے کلید بردار کو بُلوایا گیا۔ اُن کا نام عثمان بن طلحہ تھا۔ کنجی لے کر حضورؐ نے کعبے کا دروازہ کھولا۔ اور کونہ کونہ میں پھر کر اللہ اکبر کہا اور پیشانی زمین پر رکھ دی اور نمازِ شکر ادا کی

حضرت عباسؓ نے کہا۔ کنجی کسی ہاشمی کے سپرد کر دیجئے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الیوم یوم البر والوفا آج کا دن اچھا برتاؤ کرنے اور انعام دینے کا ہے۔ کنجی حضورؐ نے عثمان ہی کو عطا کر دی اور فرمایا تم سے کنجی وہ لے جو ظالم ہو۔ ۵

اس دوران میں وہ تمام عمائد مکہ جو اکیس برس مسلسل حضورؐ کو اور مسلمانوں کو ایذائیں دیتے رہے اور دلواتے رہے تھے کعبے کے باہر جمع ہو گئے۔ حضورؐ نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا:۔

یا معشر القریش! اللہ تعالیٰ نے تمھاری جاہلانہ نخوت پر فخر کرنے کو مٹا دیا۔

یاد رکھو۔ سب انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ خاندان اور قبیلے تو پہچان کی خاطر ہیں۔ خاندان اور قبیلے پر اترانا بے معنی حرکت ہے۔ اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہی جو

---

۵ عثمان بن طلحہ سے ایک مرتبہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے نبوت میں یہ خواہش کی تھی کہ ذرا کعبہ کو کھول دو۔ عثمان نے صاف انکار کر دیا تھا اور کعبہ نہیں کھولا تھا۔۔۔ اس وقت حضورؐ نے فرمایا تھا کہ یہ کنجی کبھی میرے ہاتھ میں ہو گی۔ اور میں جس کو چاہوں گا کلید بردار بنا دوں گا۔ عثمان نے اس پر کہا تھا۔ کیا قریش کبھی اتنے بے جان اور ذلیل ہو جائیں گے۔

Marfat.com

زیادہ متقی ہے۔

آج تم آزاد ہو۔ تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

مکّہ پر قبضہ ہوتے ہی اور قریش کے راہ راست پر آتے ہی وہ قبائل بھی جنھوں نے قریش کے ساتھ پیمانِ وفا باندھ رکھا تھا۔ اور جو قریش سے مرعوب تھے راہ راست پر آ گئے۔ قبائل کہا کرتے تھے۔ محمدؐ کو اپنے بھائی بندوں سے فیصلہ کر لینے دو۔ وہ اگر غالب ہو گئے تو سچے نبی ہیں۔

فَیَقُوْلُوْنَ اتْرُکُوْہُ وَقَوْمَہٗ فَاِنْ ظَہَرَ عَلَیْہِمْ فَہُوَ نَبِیٌّ صَادِقٌ

جس کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں ہے وہ مکّہ فتح نہیں کر سکتا۔

ایسے لوگ ابھی زندہ تھے جو ابرہہ اور اس کی چالیس ہزار فوج کو مکّے پر حملہ[۵] کرتے اور تباہ ہوتے دیکھ چکے تھے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اب مبلغین اسلام بے روک ٹوک اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور کوئی اسلام پھیلانے میں اب مانع نہیں تھا۔

---

۵ ابرہہ کے حملہ مکّہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ الخ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے پروردگار نے اصحاب فیل کے ساتھ کیا کیا۔ اصحاب فیل سے یہی ابرہہ اور اس کی فوج مراد ہے۔ یہ لوگ زبردست قسم کے ہاتھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ اسی لئے انہیں اصحاب فیل کہا گیا۔

Marfat.com

غزوۂ حنین

فتحِ مکّہ کا پورے عرب پر اچھا اثر پڑا تھا۔ جو مسلمان نہیں تھے اُنھوں نے کم از کم اطاعت قبول کر لی تھی ملک بھر میں کسی قسم کا اختلاف باقی نہیں رہا تھا۔ لیکن دو قبیلوں ہوازن اور ثقیف[1] کو نہ جانے کیا سوجھی کہ مکّے پر چڑھ دوڑے اور دو اور قبیلوں بنو مضر اور بنو ہلال کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اُن کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو اور جنھوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی ہے سزا دینی چاہیئے اور قریش کے جتنے باغ اور مکان طائف میں ہیں اُنہیں تو چھین ہی لینا چاہیئے۔ بڑے جوش میں تھے اور بیوی بچّوں سمیت آئے تھے تاکہ جان پر بن جائے تو بھاگ نہ سکیں۔

یہ چار ہزار کا لشکر وادیٔ حنین تک پہنچا تھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں روک لیا۔

حضورؐ کے ساتھ مدینے سے آئے ہوئے صحابہؓ کے علاوہ اب مکّہ کے دو ہزار آدمی بھی تھے۔ اِن دو ہزار میں بُت پرست بھی تھے جن سے معاہدہ ہو گیا تھا۔

---

[1] یہ دونوں قبیلے اہلِ مکّہ کے پڑوسی تھے۔

Marfat.com

مسلمان اپنی کثرت تعداد پر کچھ نازاں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تھوڑی دیر کے لئے پانسہ پلٹتا ہوا معلوم دیا۔ غرور و تکبر نے مسلمانوں کو بے پروا کر دیا تھا۔ جو لوگ آگے تھے ان میں سے اکثر نے ہتھیار نہیں لئے تھے۔ لشکرِ کفار ایک درے میں چھپ کر بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا یہ اگلا دستہ زد میں آیا تو تیر برسانے لگا۔ مسلمان حواس باختہ ہو کر بھاگے۔ حتیٰ کہ صرف سو صحابی حضورؐ کے گرد کھڑے رہ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب

فتح ہو یا شکست۔ اللہ کی صداقت میں فرق نہیں آسکتا

کہ میں نبی ہوں جس طرح یہ بات سچی ہے کہ میں عبدالمطلب

کا پوتا ہوں اسی طرح میری نبوت سچی ہے۔

حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کو نام لے کر پکارا۔ آخر مسلمان واپس آ گئے۔ وہ تو ذرا غرور کی سزا ملنی تھی۔ مسلمانوں کے پلٹتے ہی کفار نے راہ فرار اختیار کی۔ ان کا سردار مالک بن عوف اپنی فوج سمیت طائف کے قلعہ میں جا گھسا اور اس نے دروازے بند کر لئے۔ اس کی عورتیں اور بچے اور مویشی سب اوطاس کی گھاٹی میں رہ گیا۔

قلعہ طائف کا مسلمانوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن اوطاس کی

Marfat.com

گھاٹی سے چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار عورتیں اور بچے پکڑے گئے۔ تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لوگوں کو اہل وعیال کے چھوٹ جانے کی اذیت کافی ہے۔ قلعۂ طائف کا محاصرہ اٹھالو۔

محاصرہ اٹھتے ہی کفار کے چھ سردار حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رحم کی درخواست کی۔ ان میں وہ سردار بھی تھے۔ جنھوں نے طائف میں حضورؐ پر پتھر برسوائے تھے اور حضورؐ کو پتھر مار مار کر بے ہوش کر دیا تھا حضورؐ نے فرمایا۔ میں تمھارا منتظر تھا۔ اسی وجہ سے مکّہ نہیں گیا۔ یہیں میدانِ جنگ میں ٹھہرا رہا۔ اور مال غنیمت کی تقسیم ابھی نہیں کی۔ میں اپنا اور اپنے خاندان کا حصّہ بخوشی چھوڑتا ہوں۔ اور مہاجر و انصار سے کہوں گا تو وہ بھی اپنے حصّے چھوڑ دیں گے۔ لیکن میرے ساتھ غیر مسلم بھی ہیں۔ اُن کا معاملہ کیوں کر طے ہو۔ اچھا تم کل صبح آؤ۔ اور مجمع عام میں اپنی خواہش بیان کرو۔ شاید اللہ کوئی صورت نکال دے۔ اتنا بتلاتے جاؤ کہ مال لوگے یا اہل وعیال۔ دونوں چیزیں ملنی مشکل ہیں۔ لشکر کو دونوں چیزوں سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے دن ان سرداروں نے سب کے سامنے درخواست پیش کی حضورؐ نے فرمایا میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے حصّے کے قیدیوں کو بغیر معاوضے کے آزاد کرتا ہوں۔ مسلمانوں نے جب حضورؐ کا اعلان سنا تو وہ بھی فوراً اپنے اپنے

Marfat.com

حصّے کے قیدیوں سے دست بردار ہو گئے لیکن غیر مسلموں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ قبضہ میں آئی ہوئی عورتوں اور بچّوں کو محض ان سرداروں کی درخواست پر کیسے چھوڑ دیا جائے۔

حضورؐ نے فی قیدی چھ اونٹ معاوضہ مقرر کر دیا۔ اور یہ معاوضہ اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ جب ایک ایک قیدی رہا ہو گیا تو حضورؐ کی طرف سے جب کو لباس پہنایا گیا اور قیدی رخصت ہوئے۔

ان رہا ہونے والے قیدیوں میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انّا، بی بی حلیمہؓ کی بیٹی شیما بنت الحارث بھی تھیں۔ حضورؐ نے انہیں پہچان لیا اور ان کے لئے اپنا چادرہ بچھا دیا اور فرمایا۔ تم میرے ہاں رہنا چاہو تو میرے ہاں رہو ورنہ جانے کی اجازت ہے۔

قیدیوں کے جانے کے بعد حضورؐ مالِ غنیمت تقسیم کرنے بیٹھے نئے مسلمانوں کا حصّہ پرانے مسلمانوں کی نسبت زیادہ لگایا۔ پرانے مسلمانوں میں انصار کی اکثریت تھی۔ جو جتنا مخلص تھا اتنا ہی اُسے کم مال دیا۔ اور بعض مخلصین کو کچھ نہیں دیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ انصار کا حصّہ میں خود ہوں۔ جو لوگ مال لے جا رہے ہیں وہ مال لے جائیں۔ انصار مجھے لے جائیں گے۔ چنانچہ حضورؐ مکّہ فتح کر کے بھی مکّہ میں نہیں رہے۔ آخر دم تک مدینہ میں انصار کے ساتھ رہے۔ جن انصار کو تھوڑا بہت دے دیا گیا تھا وہ اس بات پر آمادہ تھے کہ یہ بھی ترک کر دیجئے۔ لیکن اسے کسی طرح قبول نہ کرتے تھے کہ حضورؐ مدینے نہ چلیں۔

غزوۂ موتہ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جتنے پیغمبر آئے تھے اُن کا حلقہ محدود رہتا تھا۔ ساری دنیا سے انہیں بحث نہیں ہوتی تھی وہ ایک خاص خطے اور حلقے میں خدا کا پیغام پہنچاتے تھے۔ لیکن حضورؐ کے سپرد ساری دُنیا کی گتھی کی گئی تھی۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝

ہم نے تمہیں کل انسانوں کے لئے بشیر (بشارت دینے والا) اور نذیر (خوف دلانے والا) بنا کر بھیجا ہے۔

جس زمانہ میں حضورؐ کے مخاطب مکّہ والے تھے اُس زمانہ میں بھی موقع ملتا تھا تو دور دور کے لوگوں کو تبلیغ فرما دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت صہیب رومیؓ۔ حضرت عداسؓ نینوائی اور حضرت بلالؓ حبشی کو شروع ہی میں اسلام پہنچایا گیا تھا۔ لیکن نبوت کے آخری پانچ سال میں حضورؐ نے دوسری قوموں کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کی بہت زیادہ کوشش کی۔ اور بادشاہوں اور ممتاز لوگوں کو پیغام بھیجے کہ تم نے اسلام قبول نہ کیا تو اس کا اثر تمہاری قوم پر پڑے گا۔ تمہاری قوم بھی مسلمان نہیں ہوگی۔ اور تم اللہ کے ہاں صرف

Marfat.com

اپنے اسلام نہ لانے کے جواب دہ نہیں ہو گے بلکہ اپنی قوم کے مسلمان نہ ہونے کے ذمہ دار بھی قرار پاؤ گے۔

ان پیغاموں میں ایک پیغام حاکم غسان شرجیل بن عمرو غسانی کو بھی گیا تھا۔ لیکن شرجیل نے حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کو جو پیغام لے کر گئے تھے شہید کرا دیا۔

پیغام لے جانے والوں سفیروں اور ایلچیوں سے بُرا برتاؤ ہمیشہ بُرا سمجھا جاتا تھا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین ہزار مسلمان روانہ کیے کہ جاؤ۔ حارثؓ کا انتقام لو۔

شرجیل کے علاقہ میں اتفاق سے ہرقل قیصرِ روم اترا ہوا تھا۔ اس کے ہمراہ ایک لاکھ کی جمعیت تھی اور چاروں طرف کے عیسائی جو ہرقل کو دیکھنے آئے تھے وہ بھی ایک لاکھ سے کم نہ تھے۔ شرجیل تین ہزار مسلمانوں کو کیا خاطر میں لا سکتا تھا اس نے حضرت حارثؓ کے واقعہ پر اظہارِ افسوس تک نہیں کیا اور لڑنے کو تیار ہو گیا۔ عیسائیوں میں عورتیں، بچے اور بوڑھے نکال دینے کے بعد بھی ایک لاکھ جنگجو نکل آئے۔ مگر تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ عیسائیوں سے مقابلہ کیا اور اللہ کے فضل سے انہیں بھگا دیا۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ مسلمانوں کے سالار تھے۔ وہ شہید ہو گئے تو حضرت جعفر طیار نے کمان سنبھالی۔ حضرت جعفر طیارؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ حضرت

Marfat.com

جعفر طیارؓ نے اس لڑائی میں نوّے زخم کھائے۔ گھوڑا گر پڑا تو پیدل لڑتے رہے دایاں بازو کٹ گیا تو پرچم بائیں بازو میں لے لیا۔ بایاں بازو کٹ گیا تو پرچم دانتوں سے پکڑ لیا اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا حضرت جعفر طیارؓ کو ذوالجناحین اسی واسطے کہتے ہیں کہ اُن کے دونوں بازو کٹ گئے تھے[1]۔

حضرت جعفر طیارؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آئے۔ وہ جب شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولیدؓ سالار بنے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ وہی ہیں کہ مسلمانوں کے داخلہ مکہ کے وقت (سنہ ہجری) کسی نے مسلمانوں کو داخلہ سے نہیں روکا تھا۔ لیکن قریش کی ایک ٹولی اُن سے مزاحم ہوئی تھی اور خالد اُس ٹولی کے سردار ۹۹
تھے۔ اللہ کی شان ہے اب اُن کی قیادت میں چھتیس گھنٹے کے اندر تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ عیسائی فوجوں پر فتح حاصل کر لی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں لڑتے لڑتے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ جس جگہ یہ جنگ لڑی گئی تھی اُس کا نام موتہ ہے۔ اسی لئے یہ لڑائی غزوہ موتہ یا جنگ موتہ کہلاتی ہے۔ موتہ شام کا ایک قصبہ ہے۔

---

[1] مولانا! دونوں بازو کٹ جانے کی وجہ سے ذوالجناحین نہیں کہلاتے بلکہ ان کے دونوں بازو کٹنے پر اللہ نے انہیں جنت میں دو بازوؤں کی بجائے دو پر عطا فرمائے۔ جن سے وہ اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی لئے انہیں جعفر طیارؓ بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ تبوک

غزوۂ موتہ میں شکست شرجیل کو ہوئی تھی۔ لیکن شرجیل ہرقل قیصرِ روم کا ماتحت حاکم تھا اور شرجیل نے ہرقل کی فوج استعمال کی تھی۔ اس لئے قیصر نے اسے اپنی شکست تصوّر کیا۔

اطلاع آئی کہ ہرقل یہ دھبّہ دھونے کی کوشش کر رہا ہے۔

اوّل تو ہرقل ہی کی طاقت کیا تھوڑی تھی۔ پھر اس نے عرب کے عیسائی قبائل جذام، لخم۔ غسّان اور عاملہ کو ملا لیا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ہرقل کو عرب میں داخل ہونے کا موقع نہیں دینا چاہئیے۔ لڑائی ہو تو عرب سے باہر ہو۔ اس طرح عرب بالکل امن میں رہیں گے لیکن عرب سے باہر فوجیں لے جانے کے لئے روپیہ درکار تھا۔ اور قیصر سے مقابلہ اب تک جتنے مقابلے ہو چکے تھے اُن سے کہیں زیادہ اہم تھا۔ قیصر اس وقت کا سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ اُس سے مقابلے کے لئے روپے کی ضرورت تو ضرور تھی۔ لیکن حضورؐ کے ساتھی بھی حضورؐ کے ساتھی تھے۔

حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ چندہ دو۔ صحابہ تو جان نذر کر چکے تھے مال کیا شے ہے۔ یہ کیفیت کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو اُس سے

Marfat.com

کوئی کیا جیت سکتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت یوں ہی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے لئے رہنما اور پیشوا کو دکھانا پڑتا ہے کہ میں جو چاہ رہا ہوں اپنے لئے نہیں چاہ رہا۔ خلق اللہ کے چاہ رہا ہوں۔

حضورؐ کا چندہ مانگنا تھا کہ جو جس کے پاس تھا وہ اس نے حضورؐ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ حضرت ابو عقیلؓ انصاری کو ایک کھنت کے سیراب کرنے کی اُجرت چار سیر کھجوریں ملی تھیں دو سیر کھجوریں انھوں نے بیوی بچّوں کے حوالہ کیں اور باقی حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عمرؓ لے آدھا اثاث البیت پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے چالیس ہزار درہم دیئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے دس ہزار فوج کا پورا خرچہ اپنے اوپر لے لیا۔ دس ہزار فوج کا ایک ایک تسمہ حضرت عثمانؓ کے روپے سے خریدا گیا! اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار الگ پیش کئے حضرت عثمانؓ ملک عرب کے ملک التجار تھے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تو سارا مال و متاع دے ڈالا۔ اور گھر میں اللہ کے نام کے سوا ایک حبّہ تک نہ چھوڑا۔

المختصر مسلمانوں نے روپیے کا مینھ برسا دیا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار صحابیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مدینے کا انتظام حضرت علی مرتضےٰؓ کے سپرد کیا۔ اور اہل بیت کی نگرانی بھی حضرت علی مرتضیٰؓ ہی کے ذمہ لگائی۔

سواری کی قلت تھی۔ اٹھارہ آدمیوں میں ایک اونٹ تھا۔ اور راستے میں اونٹ اور گھٹتے جاتے تھے۔ اکثر جگہ دانا پانی میسر نہ آتا تھا۔ عرب کی گرمی شباب پر تھی۔ کھانے کو تو درختوں کے پتے کھا کر پیٹ بھر لیتے تھا۔ مگر پانی کی خاطر اونٹوں کو ذبح کرنا پڑتا تھا۔ اور اُس کے اندر جو پانی کا ذخیرہ ہوتا تھا مجبوراً اُسے پیتے تھے۔

غرض کہ سواری اور کھانے پینے کی تکالیف سہتے اور خوش ہوتے تبوک پہنچ گئے اور تبوک میں ڈیرے ڈال دیئے۔

قیصرِ روم کو پل پل کی خبر مل رہی تھی۔ اُس نے خیال کیا یہ لوگ آدمی نہیں ہیں جن ہیں۔ محمدؐ کی زندگی میں ان سے مقابلہ محال ہے۔ محمدؐ کے بعد بدلہ لیا جاسکے گا۔[له] فی الحال بدلہ ملتوی۔

جنگ نہیں ہوئی ایک صحابی نے البتہ شہادت پائی۔

اُن صحابی کا حال یاد رکھنے کے لائق ہے۔ اُن کا نام مسلمان ہونے سے قبل عبدالعزیٰ تھا۔ حضورؐ نے عبداللہ نام رکھا اور ذوالبجادین لقب عطا فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ کے والد اُنہیں چھوٹا سا چھوڑ کر مر گئے تھے۔ چچا نے پال پوس کر بڑا کیا تھا اور اونٹ بکریاں اور غلام دیکر خاصا مال دار بنا دیا تھا۔ چچا کے زیرِ احسان تھے اسلام کی طرف دل کھنچتا تھا۔ لیکن چچا کی وجہ سے زبان پر مُہر لگا رکھی تھی ایک روز

له یہ قیصر غالباً ہرقل نہیں تھا۔ اس وقت کوئی اور شخص قیصر ہوگا

بڑی ہمت کر کے چچا سے کہا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ چچا نے ڈانٹ بتائی کہ اگر اسلام قبول کیا تو ننگا کر کے نکال دوں گا۔ تہہ بند تک چھین لوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا مجھے منظور ہے۔ خوشی سے اجازت نہیں دیتے تو یوں ہی سہی۔ چچا نے واقعی بالکل ننگا کر دیا۔ اور کہا جاؤ۔ حضرت عبداللہ اپنی ماں کے پاس پہنچے ماں نے ایک کمبل دیا۔ اسے پھاڑ کر آدھے کا تہہ بند بنایا اور آدھا اوپر ڈال لیا۔ اور مدینہ منورہ جا کر مسجد نبوی میں بیٹھ گئے۔ حضور سرورِ کائنات صبح کی نماز کو تشریف لائے تو پوچھا۔ تم کون ہو۔ حضرت عبداللہؓ نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔

حضرت عبداللہؓ اصحابِ صفّہ میں شامل ہو گئے۔ حضورؐ سے قرآن مجید سیکھتے اور مزے لے لے کر پڑھتے۔ ایک دفعہ صحابہ نماز میں مشغول تھے۔ حضرت عبداللہ کی قرآن خوانی سے اُن کی نماز میں خلل پڑنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ شخص دوسروں کی نماز کا خیال نہیں کرتا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عمرؓ! اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر افلاس قبول کیا ہے۔ اسے مت چھیڑو۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جانے لگے تو حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ دعا کیجئے کہ میں شہید ہو جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کسی درخت کی ذرا سی چھال لے آؤ۔ حضرت عبداللہؓ چھال لائے تو حضورؐ نے وہ چھال حضرت عبداللہ کے بازو پر باندھ دی اور کہا۔ یا اللہ! کفار پر میں اس

Marfat.com

کا خون حرام کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ! میں نے شہادت کی خواہش کی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جہاد کی نیت سے تم چلو اور تمھیں بخار آ جائے اور تم مر جاؤ تو یہ بھی شہادت ہے۔

تبوک میں حضرت عبداللہؓ کو بخار آیا۔ اور اسی میں اُنھوں نے وفات پائی یہ غزوہ تبوک کے اکیلے شہید تھے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبر کے اندر کھڑے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ حضرت عبداللہؓ کی لاش قبر میں اُتار رہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا اَدِّبَا اِلیٰ اَخَاکُمَا۔ اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔ لاش ادب سے اُتارو۔

حضورؐ نے قبر کا پٹاو دستِ مبارک سے ڈھکا اور دُعا مانگی۔ بار الہا! آج شام تک میں اس سے خوش رہا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ یہ نصیب! اللہ اکبر!

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ کاش عبداللہؓ کی جگہ میں اس قبر میں دفن ہوا ہوتا۔

Marfat.com

تین صحابیوں کو تنبیہ

غزوۂ تبوک میں چند آدمیوں نے شرکت کرنے سے پہلو تہی کی تھی۔ زیادہ تر تو اُن میں منافق تھے۔ لیکن تین نہایت پکے اور مخلص مسلمانوں سے بھی تساہل ہو گیا۔ ایک حضرت ہلال بن اُمیہؓ دوسرے حضرت مرارہ بن ربیعؓ، تیسرے حضرت کعب بن مالکؓ۔

حضرت کعبؓ ان بہتر بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے عقبہ میں بیعت ثانی کی تھی۔ حضرت کعبؓ کا بیان ہے کہ میری نیت ہرگز جنگ سے گریز کی نہیں تھی۔ میں نے لشکرِ اسلام کے ساتھ جانے کا پورا اہتمام کر لیا تھا۔ میرے پاس دو اونٹ کبھی نہیں ہوئے۔ جنگ کے لئے میں نے دو اونٹ خریدے تھے۔ میں اس زمانہ میں خوش حال تھا، سامان مہیا کرنا میرے لئے مشکل نہ تھا۔ لیکن اتفاق کی بات کہ جس دن لشکرِ اسلام نے کوچ کیا۔ اُسی دن ایک ضروری کام پیش آ گیا میں نے سوچا لشکر جاتا ہے تو جانے کل اُسے پکڑ لوں گا۔ دوسرا دن بھی لیت و لعل میں گزر گیا۔ اور تیسرا دن بھی۔

تین دن میں لشکر کہیں کا کہیں پہنچ چکا تھا اور اب میں اُسے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ چاروں طرف نظر ڈالی تو منافق دکھائی دیئے۔ مسلمان تھے

Marfat.com

بھی تو وہ جنھیں حضورؐ سرورکائنات کسی ضرورت سے یا معذور سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ ورنہ جہاد ہو اور مسلمان گھر بیٹھا رہے۔

کچھ ایسا لگا کہ کعبؓ! تم اور منافق ایک سطح پر آگئے۔ سر چکرانے اور دل ڈوبنے لگا۔ حیران تھا۔ کیا کروں۔ منافقوں نے مشورے دیئے۔ یوں کہہ دینا اور یوں کہہ دینا۔ یہ بہانہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ سے کہیں بہانہ بازی کی جا سکتی ہے؟

حضور سرورکائناتؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں حاضر خدمت ہوا۔ حضورؐ نے مسکرا کر پوچھا۔ کعبؓ! کہاں رہے

پوچھنے اور تبسم کا انداز ایسا تھا کہ میں لرز گیا۔ میں نے عرض کیا حضورؐ کاہلی اور غفلت نے ہم رکابی کی سعادت سے محروم رکھا۔ اور برائی میں مبتلا کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا گھر جاؤ۔ اور اللہ کے فیصلے کے منتظر رہو۔

منافقین نے پھر کہا۔ یہ سچ بولنے کا نتیجہ ہے۔ ہماری طرح بہانہ بناتے تو عتاب سے بچ جاتے۔ میں نے کہا۔ دیوانے ہو۔ معاملہ اللہ کے رسولؐ سے ہے۔ جھوٹ چھپا نہیں رہ سکتا۔

میں نے معلوم کرایا۔ جو کچھ حکم میرے لئے صادر کیا گیا ہے وہ کسی اور کو بھی دیا گیا ہے یا نہیں معلوم ہوا کہ مرارہؓ اور ہلالؓ دو اور میری طرح ہی جواب پا چکے ہیں یہ اطمینان بخش بات تھی حضورؐ نے جن پر خصوصی توجہ نہیں کی تھی۔

Marfat.com

اُنہیں حضورؐ جانتے تھے کہ منافق ہیں۔ منافقوں کی گرفت سے کیا حاصل تھا۔ جن کے ساتھ مجھے شامل کیا گیا تھا وہ سچے مسلمان تھے۔

حضورؐ نے پہلے حکم کے بعد دوسرا حکم نافذ فرمایا کہ مسلمان کعبؓ مرارہؓ اور ہلال سے بول چال بند کر دیں۔ مرارہ اور ہلال بوڑھے تھے۔ وہ تو گھر میں گھس کر بیٹھ گئے۔ لیکن میں نے مسجد نبویؐ کا جانا نہیں چھوڑا۔ جاتا اور حضورؐ کی نگاہیں دیکھتا رہتا۔ مسلمان میرے سلام تک کے روادار نہیں تھے۔ ایک دن میں اپنے چچازاد بھائی ابو قتادہؓ کے باغ میں گیا۔ ابو قتادہؓ باغ میں مکان تعمیر کرا رہے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ اُنہوں نے جواب نہیں دیا اور مُنہ پھیر لیا۔ میں نے کہا۔ ابو قتادہؓ! تم خوب واقف ہو میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو محبوب رکھتا ہوں اور منافق نہیں ہوں۔ تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے۔ ابو قتادہؓ نے ہوں ہاں نہیں کی۔ جب میں نے از حد اصرار کیا تو بس اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ہی حقیقت حال جانتا ہے۔

میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ابو قتادہؓ علاوہ بھائی ہونے کے میرے دوست بھی تھے۔ روتا ہوا گھر آ رہا تھا۔ راستے میں ایک عیسائی ملا۔ اُس نے کہا۔ میں تو تمھیں تلاش کرتا پھرتا ہوں۔ یہ شرجیل حاکم غسان کا خط لایا ہوں۔ شرجیل نے لکھا تھا:۔

تمھارا آقا تم سے خفا ہو گیا ہے۔ اور سب تم سے عدم تعاون کر رہے ہے

Marfat.com

ہیں۔ ہمیں تمھاری حیثیت کا علم ہے، تم سے اس قسم کا سلوک زیادتی ہے۔ تم یہاں آجاؤ، یہاں تمھارے ساتھ عزت کا برتاؤ کیا جائے گا۔

میں نے خط قاصد کے سامنے ہی آگ میں ڈال دیا۔ اور کہا شرجیل کی مہربانی سے میرے آقا کی یہ خفگی بہتر ہے۔

میرا غم اور بڑھ گیا کہ ایک عیسائی نے مجھے کفر کی دعوت دی۔ نہ میں ایسی غلطی کرتا۔ اور نہ اُسے یہ جُرات ہوتی۔

گھر پہنچا تو حضورؐ کا تیسرا حکم موجود تھا کہ بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے دریافت کیا طلاق کے لئے فرمایا ہے۔ کہا۔ نہیں فقط علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔

میں نے بیوی کو اُن کے میکے بھیجدیا۔

ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہ حکم گیا تھا۔ ہلال کی بیوی نے جاکر عرض کیا۔ یا رسولُ اللہ! ہلال ضعیف ہیں اور اُن کی خدمت کرنے والا سوائے میرے اور کوئی نہیں ہے۔ حضورؐ نے اجازت دے دی کہ اُن کی ضروری خدمت کردیا کرو۔

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمھاری بیوی بھی ضرور خدمت انجام دے سکتی ہے۔ تم بھی اجازت لے لو۔ میں نے کہا نہیں میں اپنا کام آپ کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔

Marfat.com

المختصر پچاس دن اسی حالت میں بیت گئے۔

ایک شب میں چھت پر لیٹا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کوہ سلع پر چڑھ کر آواز لگائی۔ کعب ؓ کو مبارک ہو کہ اُس کی توبہ اللہ تعالےٰ نے قبول کر لی۔

مُسلمان اعلان سُن کر مبارکباد دینے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میں سجدۂ شکر بجا لایا اور حضور ؐ کی خدمت میں پہنچا۔ حضور ؐ مہاجرین و انصار میں گھرے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر حضور ؐ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ حضور ؐ نے بھی مبارکباد دی اور فرمایا۔ آج سے بہتر دن تمہیں اب تک میسّر نہیں آیا تھا۔ میں نے عرض کیا توبہ کی قبولیت کا شکر میں کیوں کر ادا کروں۔ میں سارا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ حضور ؐ نے فرمایا نہیں سارا مال مت دو۔ میں نے عرض کیا آدھا سہی۔ فرمایا یہ بھی زیادہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ تہائی دیدوں۔ فرمایا۔ خیر، تہائی دے دو۔ اگرچہ تہائی بھی بہت ہے۔

Marfat.com

وہ مسجد جسے سرورِ کائناتؐ نے آگ لگوا دی تھی

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب غزوۂ تبوک کے لئے جانے والے تھے اُس وقت کچھ منافقین نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ہم نے ایسے لوگوں کی خاطر جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے مسجد قبا میں نہ پہونچ سکیں ایک مسجد اور بنائی ہے تاکہ معذور حضرات قریب کے قریب نماز پڑھ لیا کریں۔ آپ اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھ لیجیے تو گویا افتتاح ہو جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تبوک ہو آؤں۔ پھر جواب دوں گا۔

منافقین کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے اجتماع کو کسی طرح توڑ دیں۔ حضورؐ نے تبوک سے واپس آکر حضرت معن بن عدیؓ کو حکم فرمایا۔ جاؤ اس مسجد میں آگ لگا دو۔ مندرجہ ذیل آیتیں اسی مسجد کی نسبت ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ
قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ
عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ
رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

Marfat.com

جنھوں نے مسجد ضرار بنائی اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور کفر پھیلانے کی سوچی اور چاہا کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے رہتے ہیں اُن کے لئے ایک کمین گاہ مل جائے۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ بھلائی کا تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ تم اس مسجد میں جا کر کھڑے بھی نہ ہونا۔ جس مسجد کی نیو روزِ اوّل سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم وہاں نماز پڑھو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو صفائی اور پاکی سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ صفائی رکھنے والوں کو بہت زیادہ چاہتا ہے۔

Marfat.com

پہلا اسلامی حج

فتح مکّہ کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو مکّے کا امیر بنا کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ ۸سنہ ہجری میں حج کا زمانہ آیا تو مسلمانوں نے حضرت معاذ رضؓ کی قیادت میں حج کیا۔ لیکن یہ حج قدیم دستور کے مطابق تھا۔ اسلامی حج ۹سنہ ہجری میں فرض ہوا تھا۔ ۹سنہ میں حضورؐ نے تین سو صحابہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ سے مکّہ معظمہ بھیجی اور حضرت ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ تم انھیں حج کراؤ۔ حضرت ابوبکر رضؓ ان تین سو صحابہ رضؓ کے قافلہ سالار تھے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ حاضرینِ حج کو سورۂ برأت سُنا دیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر بیت اللہ کا داخلہ بند فرمایا ہے اور اعلان کر دیں کہ آئندہ کوئی شخص برہنہ ہو کر طواف نہیں کرے گا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (اے مسلمانو! یقیناً مشرک نجس ہیں۔ پس وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں)

حضرت علی رضؓ نے سورہ برأت کی چالیس آیتیں سنائی تھیں یہ سورۂ برأت کا نچوڑ ہے۔

Marfat.com

بادشاہوں کو دعوتِ اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ۷ھ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دی تھی۔ جو صحابی جس بادشاہ کی زبان جانتے[1] ہوتے تھے وہ اس کے پاس حضورؐ کا نامۂ مبارک لیجاتے تھے۔ تاکہ مزید سمجھانے بجھانے کی ضرورت پڑے تو سمجھا بجھا سکیں۔

بادشاہ حبش نجاشی بادشاہ حبش کے پاس حضرت عمرو بن امیہ الضمری خط لے کر گئے تھے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

اس خط کو اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو نہایت مہربان اور بڑا رحم والا ہے

---

[1] مذہبی خدمات انجام دینے کا کام اسلام میں مخصوص اشخاص، مخصوص خاندان اور مخصوص طبقے کے ذمہ نہیں ہے۔ جو بھی انجام دے سکتا ہو اُسے انجام دینے کی اجازت ہے۔ لیکن ڈاکٹری اور انجنیری وغیرہ کی طرح مذہب کی تفصیلات بھی سیکھنے سے آتی ہیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے ہاتھ دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجتے تھے اُن میں مخاطب کی زبان جاننے کے علاوہ مذہب دانی بھی دیکھ لیتے تھے۔ یا جو حضرات باہر سے آتے تھے اور وطن واپس جاکر خدمتِ اسلام کرتے تھے اُنھیں کچھ دن حضورؐ سے دین کا سبق پڑھنا پڑتا تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ "سارے کے سارے مومن تو سفر کر کے (ہمارے رسول کے پاس) پہنچ نہیں سکتے۔ لہٰذا ہر قبیلے سے ایک جماعت آنی چاہئے تاکہ دین میں تفقہ حاصل کرے اور واپس جاکر اپنی قوم کو اللہ کا خوف دلائے۔ شاید اُن کی قوم برائیوں سے بچ جائے۔"

Marfat.com

یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے ہے نجاشی الاصحم شاہ حبش کے نام۔

اما بعد۔

سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

میں اس خدا کی تعریف تمہیں لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو بادشاہ، مقدس، سلامتی والا، امان دہندہ اور سلامت رکھنے والا ہے۔ اور میں اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ جن کو پاک اور برائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا گیا تو وہ خدا کی روح اور پھونک سے حاملہ ہوئیں۔ جیسا کہ خدا نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔

میں تجھے خدا وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں تاکہ تو میری اتباع کرے اور مجھ پر نازل شدہ چیز پر ایمان لائے۔ کیونکہ میں خدا کا رسول ہوں۔

میں تجھے اور تیرے لشکر کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پیام پہنچا دیا اور بہی خواہی کی ہے۔

اب میری بہی خواہانہ نصیحت کو قبول کر۔

سلام اس پر جو راہِ ہدایت پر چلے۔

بادشاہ حبش کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی الاصحم کی طرف سے یا نبی اللہ! آپ کو اللہ سلامت رکھے اور اپنی رحمت و برکت سے

Marfat.com

سرفراز فرمائے وہ ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے مجھے اسلام کا راستہ دکھایا ہے۔

یا رسول اللہ! آپ کا خط مجھے ملا جس میں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر تھا۔ زمین و آسمان کے مالک کی قسم آپ کی بیانِ کردہ چیز سے حضرت عیسیٰؑ رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں وہ ویسے ہی تھے جیسا آپؐ نے فرمایا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسول ہیں۔ میں نے رب العالمین کے سامنے سرِ اطاعت تسلیم کیا۔ میرا لڑکا ارہا بن الاصحم بن ابجر حاضر خدمت ہوتا ہے۔ میرا اپنے اوپر ہی قابو ہے۔ حاضری کا حکم ہوگا تو میں بھی حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ آپ جو حکم دیں گے ٹھیک دیں گے۔

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔

شاہ عمّان

جیفر شاہ عمّان کے نام کا خط حضرت عمرو بن عاصؓ لے کر گئے تھے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلے شاہ عمان کے چھوٹے بھائی عبد سے ملا اور اُسے بتایا کہ میں اللہ کے رسولؐ کا سفیر ہوں اور تمہارے اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔ عبد نے کہا میں بھائی تک تمہیں پہنچا دوں گا۔ لیکن تم کس کام کو آئے ہو۔ میں نے کہا کہ اللہ کی وحدانیت اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا پیغام دینے آیا ہوں۔ عبد بولا۔ عمرو! تو سردارِ قوم کا بیٹا ہے۔ یہ تو بتا۔ اس پیغام کو تیرے باپ نے بھی مانا ہے

تیرے باپ کے عمل کو نمونہ بنائیں گے۔

میں نے کہا۔ میرا باپ تو مر گیا۔ کاش وہ ایمان لاتا۔

عبد نے پوچھا۔ تم نے محمدؐ کی پیروی کب اختیار کی۔

میں نے کہا۔ کچھ ہی زمانہ گزرا ہے۔

عبد نے پوچھا۔ کہاں مسلمان ہوئے تھے۔

میں نے کہا۔ نجاشی کے دربار میں مسلمان ہوا تھا۔ نجاشی بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

عبد نے پوچھا۔ نجاشی کے درباریوں نے نجاشی کو بادشاہ رہنے دیا یا بادشاہت سے ہٹا دیا۔

میں نے کہا۔ نجاشی کے درباریوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور نجاشی کو بادشاہ رکھا۔

عبد نے پوچھا۔ کیا پادری بھی مسلمان ہو گئے؟

میں نے کہا۔ پادری بھی مسلمان ہو گئے۔

عبد گھبرا کر بولا۔ دیکھو کیا کہہ رہے ہو۔

میں نے کہا۔ جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں۔ اسلام میں جھوٹ بولنا شدید ترین گناہ ہے۔

عبد نے پوچھا۔ اچھا ہرقل نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا ہرقل کو نجاشی کے اسلام کا علم ہے۔

Marfat.com

میں نے کہا۔ ہاں علم ہے۔

عبد نے پوچھا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ علم ہے۔

میں نے کہا۔ نجاشی ہرقل کا باج گزار تھا۔ جب مسلمان ہو گیا تو اس نے ہرقل کو لکھ بھیجا کہ اب مجھ سے ایک پیسے کی توقع مت رکھو۔ ہرقل کے بھائی نباق نے ہرقل کو بھڑکایا کہ نجاشی تیرا ماتحت ہے۔ اُس کی یہ جرأت کہ تیرے دین سے منحرف ہو جائے اور تجھے خراج دینے سے انکار کر دے۔ ہرقل نے کہا۔ مجھے اپنی بادشاہی کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی یہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبد نے پھر کہا۔ عمرو کیا کہہ رہے ہو۔

میں نے کہا۔ واللہ سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد نے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارے پیشوا تمہیں کن کن باتوں کا حکم دیتے ہیں اور کن کن سے روکتے ہیں۔

میں نے کہا۔ وہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین فرماتے ہیں اور بتوں اور صلیب کی پرستش سے روکتے ہیں۔

عبد نے کہا۔ یہ تو ٹھیک احکام ہیں۔ میں بھائی کو مشورہ دوں گا کہ انھیں قبول کرے اور میرے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں چلے۔ اگر اُس نے نہ مانا اور حکومت کا لالچ کیا تو لالچ اُسے اور اُس کے ملک کو ڈبو دے گا۔

میں نے کہا۔ حکومت کہاں جاتی ہے۔ وہ مسلمان ہو جائے تو حضورؐ

اُس کی حکومت کو تھوڑا ہی چھیڑیں گے صرف اتنا کرنا پڑے گا کہ یہاں کے
مالداروں سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی جو یہیں کے غریبوں میں تقسیم ہو گی۔
عبد نے کہا۔ اس میں کیا مضائقہ ہے۔ لیکن زکوٰۃ سے کیا مطلب ہے۔
ذرا وضاحت سے بیان کرو۔
میں نے زکوٰۃ کے مسائل بیان کئے۔
عبد نے کہا۔ ہمارے اونٹوں پر بھی زکوٰۃ لی جائے گی۔ اونٹ تو درختوں
کے پتے کھا کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ میری قوم دیکھئے اس حکم کو تسلیم کرتی ہے یا نہیں۔
حضرت عمروؓ بن عاص سے عبد کی جو باتیں ہوتی تھیں وہ عبد اپنے بھائی
شاہ عمان کو سنا دیتا تھا۔
کئی دن کے بعد شاہ عمان نے حضرت عمروؓ بن عاص کو دربار میں بلایا
اور کہا کیا کہنا چاہتے ہو۔
حضرت عمروؓ بن عاص نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کا خط دے دیا۔ شاہ عمان نے خط پڑھا اور پڑھ کر عبد کی طرف بڑھا دیا۔ عبد
نے بھی پڑھ لیا تو شاہ عمان نے سوال کیا۔ قریش کس رنگ میں ہیں۔ حضرت
عمروؓ بن عاص نے کہا۔ سب آہستہ آہستہ راہِ راست پر آ گئے ہیں۔ شاہ عمان
نے پوچھا تمہارے پیشوا کے گرد جمع کے لوگ کون ہیں۔ حضرت عمروؓ بن عاص
نے کہا۔ جو نبوت کے دعوے سے پہلے ہی حضورؐ کی بابت اچھی رائے رکھتے تھے

اور دعوی سنتے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اور جنھوں نے اسلام کی خاطر سب کچھ تج دیا تھا۔ شاہ عمان نے کہا۔ اچھا تم کل پھر آنا۔

دوسرے دن عمرؓو بن عاص پہلے عبد سے ملے۔ عبد نے کہا۔ حکومت کو ٹھیس نہ پہنچے تو بادشاہ غالباً اسلام قبول کر لے گا۔ بادشاہ کے پاس گئے تو اُس نے کہا۔ اِسلام قبول کرنے سے میں سارے عرب میں کمزور مشہور ہو جاؤں گا۔ حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے تمہاری فوج آتی تو تم دیکھ لیتے کس سے سابقہ پڑا تھا۔

حضرت عمرؓو بن عاص نے فرمایا۔ بہتر ہے تو میں واپس جاتا ہوں۔ شاہ عمان نے کہا۔ ایک دن اور ٹھہرو۔ دوسرے دن شاہ عمان اور عبد اور بہت سے عمانی مسلمان ہو گئے۔

گورنر شام منذر بن حارث گورنر شام کو حضرت شجاع بن وہبؓ نے نامہ مبارک بھیجا تھا وہ مسلمان نہیں ہوا۔ اور کہنے لگا۔ میں مدینے پر حملہ کروں گا۔

حاکم یمامہ ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کو نامہ مبارک حضرت سلیطؓ بن عمرو نے پہنچایا۔ ہوذہ نے کہا۔ اسلامی حکومت میں مجھے آدھے کا شریک بنایا جائے تو میں مسلمان ہوتا ہوں ورنہ نہیں۔

شاہ مصر مقوقس شاہ مصر کے پاس نامہ مبارک حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ لے کر گئے تھے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

بادشاہوں اور حاکموں کو اس طرف ضرور متوجہ فرمادیا کرتے تھے کہ تمہارے مسلمان ہونے نہ ہونے کا اثر تمہاری رعایا اور قوم پر ہوگا۔ چنانچہ مقوقس کو بھی یہی لکھا تھا کہ تم مسلمان نہ ہوئے تو مصریوں کی پوری قوم کے اسلام نہ قبول کرنے کا باعث بنو گے۔ حضرت حاطب رضؓ نے زبانی جتایا کہ تم سے پہلے اس ملک میں ایک بادشاہ گزرا ہے۔ جو لوگوں سے کہا کرتا ہے کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اُس کا انجام بُرا ہوا تھا۔ تم دوسروں کے انجام سے عبرت پکڑو۔ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کا انجام تمہارے لئے عبرت ہو جائے۔

شاہ مصر عیسائی تھا۔ اُس نے کہا ہم ایک دین کی پیروی کر رہے ہیں حضرت حاطب رضؓ نے فرمایا۔ میں اسلام کی دعوت آپ کو اسی طرح دیتا ہوں جس طرح عیسائی یہودیوں کو عیسائیت کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی جو قوم جس زمانہ کا نبی پالے اُس قوم پر اُس نبی کی اطاعت لازم ہے۔ لہٰذا تم اپنے زمانہ کے نبی کی اطاعت کرو۔ ہم تمہیں حضرت عیسیٰؑ ہی کے مذہب کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے مذہب سے برگشتہ نہیں کرتے۔ اب تک عیسائیوں کا رویہ ہمارے ساتھ بہت اچھا رہا ہے۔ انھوں نے یہودیوں اور بُت پرستوں کی طرح ہماری مخالفت نہیں کی۔

مقوقس نے کہا۔ ایک خبر یہ ہے کہ وہ گروہ شاید ملک شام میں آئے گا

تمہارے نبی میں بھی علامت نبوّت موجود ہیں۔ مگر ابھی میرا دل تمہارے نبی کی طرف نہیں کھنچتا۔ خیر میں سوچوں گا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک مقوقس نے ہاتھی دانت کے ڈبّے میں بند کر کے اور اُس پر مہر لگا کر خزانے میں رکھوا دیا۔ اور حضورؐ کے واسطے تحفے بھیجے۔

قیصرِ روم

ہرقل قیصر روم کے نام کا خط حضرت وحیہ کلبیؓ لے گئے تھے۔ حضرت وحیہؓ ہرقل سے بیت المقدس میں ملے۔ ہرقل نے وحیہؓ کے پہنچنے پر دربار کیا۔ اور درباریوں کی موجودگی میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت حضرت وحیہؓ سے سوالات کرتا رہا۔

ہرقل نے حضرت وحیہؓ سے جو کچھ سُنا اُس کی وہ مزید تصدیق چاہتا تھا اِس لئے اُس نے حکم دیا کہ یہاں مکّہ کا کوئی اور آدمی موجود ہے تو اُسے لاؤ۔ ابوسفیان اور بہت سے اہل مکہ بسلسلۂ تجارت .... آئے ہوئے تھے۔ اُنھیں پیش کیا گیا۔ ابوسفیان اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اور حضورؐ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ ہرقل نے ابوسفیان کے ہمراہیوں سے کہا۔ میں ابوسفیان سے چند باتیں پوچھتا ہوں۔ یہ جواب دینے میں غلط بیانی کریں تو تم بتا دینا۔

ہرقل نے پوچھا۔ محمدؐ خاندان اور نسب کے اعتبار سے کیسے ہیں؟

Marfat.com

ابوسفیان نے جواب دیا۔ شریف و نجیب۔

ہرقل بولا۔ نبی کو شریف و نجیب ہونا چاہیئے تاکہ اُس کی اطاعت میں انسان کو عار نہ آئے۔

پھر ہرقل نے سوال کیا۔ تم لوگوں میں اور کوئی بھی مدعیٔ نبوّت ہوا ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا۔ نہیں۔

ہرقل بولا۔ تو محمدؐ کسی کی دیکھا دیکھی یہ دعویٰ نہیں کر رہے؟

پھر ہرقل نے پوچھا۔ دعوے سے قبل محمدؐ کا شمار جھوٹوں میں تھا یا سچوں میں۔ جھوٹ بولنے کا الزام کبھی پہلے بھی ان پر لگایا گیا؟

ابوسفیان نے جواب دیا۔ نبوّت کے دعوے سے پہلے محمدؐ پر جھوٹ بولنے کا الزام کبھی نہیں لگا۔[1]

ہرقل بولا۔ جو شخص آپس میں ایک دوسرے کے متعلق جھوٹ بات زبان سے نہیں نکالتا وہ اللہ پر کیسے بہتان باندھے گا کہ اُس نے مجھے نبی بنایا ہے

پھر ہرقل نے سوال کیا۔ محمدؐ کے باپ دادا بادشاہ تو نہیں تھے؟

---

[1] یہ عجیب ذہنیت ہے کہ حق گو ہونے کا اعتراف ہے لیکن حق پر ایمان نہیں لایا جاتا۔ خیر ابوسفیان تو بالآخر ایمان لے آئے تھے مگر اب تو نرگیوں میں ایسے محقق موجود ہیں جو لکھنے بیٹھتے ہیں تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک ایک بات کی مدح کرتے ہیں اور رہتے منکر کے منکر ہیں۔

Marfat.com

ابوسفیان نے جواب دیا۔ نہیں۔

ہرقل بولا۔ تو نبوت منوا کر بادشاہت حاصل کرنی مقصود نہیں ہے؟

پھر ہرقل نے پوچھا۔ محمدؐ کے پیرو امیر زیادہ ہیں یا غریب؟

ابوسفیان نے جواب دیا۔ غریب ہی غریب ہیں۔

ہرقل بولا۔ نبیوں کے ابتدائی پیرو غربا ہی ہوتے ہیں۔

پھر ہرقل نے سوال کیا۔ پیرووں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے۔

ابوسفیان نے کہا۔ بڑھ رہی ہے۔

ہرقل بولا۔ یہ بھی محمدؐ کی صداقت کی علامت ہے۔

پھر ہرقل نے پوچھا۔ محمدؐ کے دین میں شامل ہونے والے محمدؐ کا دین چھوڑ تو نہیں دیتے۔

ابوسفیان نے جواب دیا، نہیں، چھوڑتے نہیں۔

ہرقل بولا۔ ایمان کی یہی تعریف ہے کہ دل میں جگہ کر لیتا ہے تو انسان پھر ڈگمگاتا نہیں۔

پھر ہرقل نے سوال کیا۔ عہد و پیمان محمدؐ کے کیسے ہیں؟

ابوسفیان نے کہا۔ عہد و پیمان توڑنے کا کوئی واقعہ میرے علم میں نہیں ہے البتہ اس سال ہمارا اُن کا بڑا اہم معاہدہ ہوا ہے۔ اُسے دیکھئے نبھاتے ہیں یا نہیں۔ یہ صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ تھا۔

Marfat.com

ہرقل بولا۔ نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی طالبِ دنیا کا کام ہے۔
پھر ہرقل بولا۔ تم میں اور محمدؐ میں کبھی جنگ بھی ہوئی ہے؟
ابوسفیان نے جواب دیا۔ کئی دفعہ ہو چکی ہے۔
ہرقل نے پوچھا۔ جنگ میں کون جیتا۔
ابوسفیان نے جواب دیا۔ کبھی ہم۔ کبھی وہ۔
ہرقل بولا۔ ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہوا کرتا ہے لیکن بالآخر کامیابی نبی کو ہی رہتی ہے۔
پھر ہرقل نے سوال کیا۔ محمدؐ ہدایت کیا کرتے ہیں؟
ابوسفیان نے کہا۔ وہ کہتے ہیں بزرگوں کی پیروی چھوڑ دو۔ میری پیروی کرو۔ بت پرستی چھوڑ دو۔ اور نماز پڑھو۔ روزے رکھو۔ اللہ کو ایک مانو سچائی اور صلہ رحمی کی بھی تعلیم دیتے ہیں اور بدکاری اور زنا وغیرہ سے روکتے ہیں۔
ہرقل بولا جس نبی کی حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی۔ محمدؐ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان! تمہارے جواب اگر واقعی صحیح ہیں۔ تو جہاں میں بیٹھا ہوں وہاں کے محمدؐ مالک بننے والے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اُن کے پاؤں دھو دھو کر پیوں۔
اِس سوال وجواب کے بعد جو نامۂ مبارک حضرت دحیہؓ لائے تھے پڑھا گیا۔ ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ میرے دل پر اسی روز سے حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قایم ہوئی تھی۔ قیصر نے اتنا تو مانا مگر حکومت کے لالچ میں دولتِ ایمان سے محروم رہا۔ کیونکہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو آئینِ سلطنت کے مطابق پادری اُسے معزول کر دیتے۔

کسرائے ایران خسرو پرویز کسرائے ایران کے نام نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ لے کر گئے تھے۔ نامہ مبارک کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — منجانب محمد رسول اللہ بنام عظیم فارس کسریٰ۔ سلام اُس پر جو راہ مستقیم اختیار کرے اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور اس امر کی گواہی دے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے۔ اور محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

اے عظیم فارس! میں تجھے اللہ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں۔ میں کُل دُنیا کے لئے رسول بنایا گیا ہوں۔ تاکہ اہلِ حیات مستعار کو دوسرے عالم کے عذاب سے خوف دلاؤں اور اہلِ کفر تک اللہ کی بات پہنچا دوں۔

تو اسلام لے آ۔ سلامت رہے گا۔ ورنہ تیری پوری قوم مجوس کا گناہ تجھ پر پڑیگا۔

کسرائے ایران نے نامۂ مبارک کو پڑھ کر پُرزے پُرزے کر ڈالا۔ اور کہا۔ رعایا کا

---

[۱] مکے مدینے میں کسریٰ کی حکومت نہیں تھی۔ لیکن عرب کے اور بہت سے حصوں (یمن۔ عمان۔ بحرین) پر اُس کا قبضہ تھا اور وہ سارے عرب میں پاؤں پھیلانا چاہتا تھا اور اُسے عرب کے جملہ باشندے اپنی رعایا نظر آتے تھے۔

ایک ادنیٰ فرد ہمیں خط لکھنے کی جرأت کرتا ہے اور ہمارے نام سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے۔ اِس حرکت کی اطلاع حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی، تو حضورؐ نے فرمایا۔ مَزَّقَ مُلْکَہٗ، اُس نے میرا خط چاک نہیں کیا اپنی قوم کی سلطنت کا فرمان چاک کر دیا۔

کسریٰ نے باذان کو حکم بھیجا کہ محمدؐ کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ باذان یمن میں کسریٰ کا نائب تھا اور عرب کے اوپر اُسے اقتدار حاصل تھا۔ باذان نے بانویہ نامی ایک شخص کی سرکردگی میں تھوڑی سی فوج روانہ کر دی۔ جب وہ طائف سے گزری تو طائف کے لوگ بہت خوش ہوئے کہ محمدؐ کی تباہی کا وقت آگیا۔

بانویہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا۔ کل ملنا دوسرے دن حضورؐ نے اُسے بتایا۔ تمہارا بادشاہ تو رات مارا گیا۔ بانویہ یمن واپس پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ خسرو کے بیٹے شیرویہ نے خسرو کو قتل کر دیا ہے۔ اور اب شیرویہ تخت پر قابض ہے باذان نے حضورؐ کے حالات کی تحقیق کی اور حضورؐ کی تعلیم کو پرکھا اور اسلام قبول کر لیا۔ باذان کے درباریوں اور باذان کی رعایا میں سے بہت سوں نے باذان کی پیروی کی۔

مندرجہ بالا حکمرانوں کے علاوہ حسبِ ذیل حکمرانوں کے پاس

Marfat.com

منادِ اسلام تشریف لے گئے اور یہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔

(۱) ثمامہ ابن اثال، حاکم نجد سنہ ۶ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔

(۲) جبلہ، حاکم غسان سنہ ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔

(۳) فردہ بن عمرو خزاعی، گورنر شام۔ اِن کے اسلام لانے کا سنہ کسی نے بیان نہیں کیا جب اسلام لائے تو اُس وقت جو قیصر روم تھا۔ اور جس کی طرف سے یہ شام کے گورنر تھے۔ اُس نے کہا کہ اسلام چھوڑ دو۔ اُنھوں نے نہ مانا۔ قیصر نے پہلے زنداں میں بند کیا اور پھر شہید کرا دیا۔

(۴) اکیدر۔ حاکم دومۃ الجندل۔ سنہ ۹ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔

(۵) ذوالکلاع حمیری۔ سردار قبیلہ حمیر و حاکم اضلاع یمن و طائف۔ اِن کے اسلام لانے کا سنہ بھی بیان نہیں کیا جاتا۔ اسلام لانے سے قبل اپنے تئیں خدا کہلواتے تھے اور خلق اللہ سے اپنے آگے سجدہ کراتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں سلطنت ترک کر کے مدینہ منوّرہ آ گئے اور تا دمِ مرگ عبادت میں مصروف رہے۔

عدی بن حاتم طائی

۹ سنہ ہجری میں عدی بن حاتم طائی مسلمان ہوئے۔ یہ اپنی قوم کے سب سے بڑے سردار تھے۔ قوم پیداوار اور مالِ غنیمت کا چوتھائی حصّہ اُن کی نذر کیا کرتی تھی۔ انہیں مسلمانوں سے کامل عناد تھا۔ عیسائی تھے اور اسلام کو عیسائیت کا رقیب سمجھتے تھے۔ اور سردار ہونے کی وجہ سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار اُن کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔ اُن کی سازش سے یمن کے قبیلہ طے نے بغاوت کی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ یمن کے گورنر تھے۔ اُنھوں نے بغاوت کو فرو کیا اور بغاوت کے لیڈروں کو گرفتار کر کے مدینے بھیج دیا۔ اُن میں عدی کی بہن بھی تھی وہ بھی حضورؐ کے سامنے پیش ہوئی تو اُس نے کہا۔ میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا۔ اور غریبوں پر رحم کرتا تھا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ تیرے باپ میں مسلمانوں کی سی خوبیاں تھیں۔

حاتم طائی کی بیٹی کو چھوڑ دیا گیا اور سفر خرچ اور لباس دے کر واپس روانہ کر دیا گیا۔

Marfat.com

عدی مسلمانوں سے ڈر کر شام میں جا بیٹھے تھے۔ بہن وہیں پہنچ کر بھائی سے ملی۔ رہائی کی روئیداد سن کر عدی نے پوچھا۔ بہن! تمھاری اب کیا رائے ہے۔ بہن نے کہا۔ میری صلاح یہ ہے کہ تم محمدؐ کے پاس چلے جاؤ۔ کیونکہ وہ اگر واقعی رسول ہیں تو دیر لگانے سے کیا فائدہ۔ ایمان لانے میں تو سبقت کرنی چاہیئے اور رسول نہیں ہیں محض بادشاہ ہیں تو بھی اُن کے پاس تم جیسے قابل آدمی کا جانا ضروری ہے۔

چنانچہ عدی بن حاتم طائی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ عدی نے سلام کیا۔ حضورؐ نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ عدی نے کہا میرا نام عدی بن حاتم طائی ہے حضورؐ عدی کو اپنے گھر لے چلے۔ راستہ میں ایک بڑھیا نے حضورؐ سے باتیں شروع کر دیں۔ حضورؐ کھڑے رہے جب تک بڑھیا کی داستان ختم نہ ہو گئی۔ عدی بیان کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ بادشاہ تو اس طرح بڑھیاؤں کے روکنے سے نہیں رُکا کرتے۔ محمدؐ بادشاہ نہیں ہیں۔

گھر میں داخل ہو کر حضورؐ نے چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پٹھے بھرے تھے عدی کے آگے سرکا دیا۔ گدا ایک ہی تھا۔ عدی نے کہا۔ گدے پر آپ بیٹھئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نہیں۔ تم بیٹھو۔ حضورؐ خود زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی کہتے ہیں کہ اب مجھے اور یقین ہو گیا کہ محمدؐ بادشاہ ہرگز نہیں ہیں

Marfat.com

بیٹھنے کے بعد حضور ؐ نے کہا۔ عدی تم رکوسی ہو (رکوسی عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے) عدی نے جواب دیا۔ ہاں۔ پھر فرمایا۔ تم اپنی قوم سے پیدا وار اور مال غنیمت کی چوتھائی لے لیتے ہو۔ عدی نے کہا جی ہاں۔ حضور ؐ نے فرمایا۔ یہ تمہارے دین کے خلاف ہے۔ عدی نے کہا۔ بیشک۔ عدی کہتے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا۔ ہو نہ ہو۔ یہ نبی ہیں۔ حضور ؐ نے سوال کیا۔ تمہیں اسلام قبول کرنے میں کیا اس لئے تامل ہے کہ اسلام کے ماننے والے عموماً غریب ہیں۔ سنو۔ ان کے پاس اتنا روپیہ آنے والا ہے کہ یہ لیتے ہوئے گھبرائیں گے۔

پھر فرمایا۔ تم شاید یوں بھی مسلمان نہیں ہوتے کہ مسلمانوں کی تعداد ابھی تھوڑی ہے۔ اور مسلمانوں کے مخالف زیادہ ہیں۔ خدا کی قسم وہ وقت نزدیک ہے کہ جب تم دیکھو گے کہ عورت قادسیہ سے مکے کا حج کرنے تنہا آئے گی اور اُسے کسی طرح کا اندیشہ ضرر نہ ہوگا۔

پھر فرمایا۔ عدی! تم غالباً اس لئے بھی اس دین میں شامل نہیں ہو کہ حکومت اور سلطنت غیروں کے قبضہ میں بہت ہے۔ خدا کی قسم وہ وقت بھی بہت قریب ہے جو تم دیکھو گے کہ نوشیرواں کے سفید محل پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

عدی! تمہاری نظر میں کیا اللہ سے کوئی بڑا ہے جو تمہیں لا الٰہ

کہنے میں جھجک ہے۔

عدی کہتے ہیں۔ اس گفتگو کا مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ میں نے بے اختیار کہا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میرے مسلمان ہو جانے سے حضورؐ کا چہرہ مبارک کھل گیا۔

حضرت عدی بیان کرتے ہیں۔ تین سال کے اندر میں نے دیکھا کہ نوشیرواں کا محل فتح ہو گیا ہے۔ اور قادسیہ سے مکے تک عورتیں تنہا آنے لگی ہیں۔ اور میرا ایمان ہے کہ تیسری بات بھی پوری ہو کر رہے گی۔

Marfat.com

چراغ سے چراغ روشن ہوتا چلا گیا

دوس اور حبش میں اشاعت اسلام

حضرت طفیلؓ بن عمر دوسی مسلمان ہو کر جب دوس جانے لگے تو اُنہوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ دُعا کیجئے کہ میری قوم بھی مسلمان ہو جائے۔ حضورؐ نے دعا کی کہ الٰہی طفیلؓ کو ایک نشان شناخت بنا دے۔

حضرت طفیلؓ گھر پہنچے اور باپ سے بولے اب میرا اور آپ کا تعلق ختم۔ بوڑھے باپ نے پوچھا کیوں۔ کیا ہوا؟ حضرت طفیلؓ نے کہا۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ باپ نے کہا۔ جو تیرا دین ہے وہ میرا دین ہے۔ بیوی سے بھی اسی نوعیت کی گفتگو رہی۔ اور وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ لیکن کوشش کے باوجود حضرت طفیلؓ کے ہاتھ پر قوم کے اور لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ حضرتِ طفیلؓ حضورؐ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا میری قوم میں زنا کا بڑا زور ہے اور اسلام زنا سے روکتا ہے۔ اس لئے لوگ اسلام سے گھبراتے ہیں۔ حضورؐ نے دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ دُوْسًا (الٰہی دوسیوں کو ہدایت دے) اور حضرت طفیلؓ سے فرمایا محبت اور آشتی

سے تبلیغ کرد۔

اس کے بعد ۵ سنہ ہجری تک حضرت طفیلؓ نے اسّی خاندان مسلمان کئے۔ اور انھیں لے کر مدینہ منورہ آ گئے۔ حضورؐ اس وقت خیبر میں تھے۔ یہ لوگ وہیں پہنچے۔

حضرت جعفرؓ جو حبش میں تبلیغ کر رہے تھے۔ وہ بھی اسی وقت حبش کے مسلمانوں کو لے کر خیبر آئے تھے۔

صدائین اشاعتِ اسلام

صداء کے رہنے والوں میں حضرت زیاد بن حارثؓ صدائی سب سے پہلے مسلمان تھے۔ وہ خود حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ پھر انھوں نے صداء میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اور ۸ سنہ ہجری میں بنو زیاد کے پندرہ سرداروں کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائے۔ ان سرداروں نے واپس جا کر اسلام خوب پھیلایا۔

حضرت زیادؓ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ ہمارے یہاں فقط ایک کنواں ہے۔ وہ جاڑے میں تو کافی ہوتا ہے۔ لیکن گرمی میں پانی مطلق نہیں رہتا۔ ہمارے قبیلے کو پانی کے لئے متفرق مقامات پر بٹ جانا۔

Marfat.com

اور بسنا پڑتا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ دُعا کیجئے کہ اس کنویں کا پانی خشک نہ ہوا کرے تاکہ مسلمان یک جا رہ سکیں اور اسلام کی تعلیم مسلسل پا سکیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ سات کنکریاں لاؤ۔ کنکریاں آگئیں تو حضورؐ نے اُنہیں اپنے دستِ مبارک پر رکھا اور پھر حضرت زیادؓ کو دیا۔ اور کہا۔ ایک ایک کر کے یہ کنکریاں کنویں میں ڈال دینا۔ کنکری ڈالتے جانا اور اللہ کا نام لیتے جانا۔ اس طرح اس کنویں میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ پانی کی تہہ کا پتہ نہ چلتا تھا۔

ثقیف میں اشاعتِ اسلام

ثقیف کے پہلے مسلمان حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ ہیں۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ اور صلح حدیبیہ کے موقع پر کفارِ مکہ کی جانب سے حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قائل کرنے آئے تھے۔ غزوۂ ہوازن کے بعد اللہ نے فضل کیا۔ مسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہو کر ثقیف جانے لگے تو حضورؐ نے فرمایا۔ کہاں جاتے ہو۔ تمہاری قوم تمہیں شہید کر دے گی۔ حضرت عروہؓ بولے میری قوم مجھ سے بڑی محبت کرتی ہے۔ اجازت دیجئے۔ قوم کو اسلام کی دعوت دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا جاؤ۔ حضرت عروہؓ نے قوم میں تبلیغ شروع کی۔ اور حضورؐ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ بالاخانے پر نماز پڑھ رہے

تھے کہ ایک تیر نے کام تمام کر دیا۔ لیکن تبلیغ کا تیر بھی نشانہ پر لگ چکا تھا۔ حضرت عروہ کی شہادت کے بعد ۹ھ میں حضرت عروہؓ کی قوم نے چند سرداروں کو منتخب کیا۔ اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اُن سرداروں کا سردار عبدیالیل تھا۔ جس نے ۱۰ نبوت میں حضورؐ کو بہت ستایا تھا۔ حضورؐ طائف تشریف لے گئے تو وہاں خاص طور سے اسی نے چھوکروں کو مقرر کیا تھا کہ حضورؐ کا مذاق اڑائیں۔ اور حضورؐ پر پتھر برسائیں۔

یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے حضورؐ سے کہا کہ اہل ثقیف میرے قرابت دار ہیں۔ حکم ہو تو میں اُنہیں اپنا مہمان بنا لوں حضورؐ نے فرمایا۔ اپنی قوم کا اکرام کرنے سے میں تمھیں نہیں روکتا۔ لَا اُمْنَعُکَ اَنْ تُکْرِمَ قَوْمَکَ۔ لیکن اُنہیں ایسی جگہ ٹھیرانا کہ اُن کے کانوں میں کلام اللہ کی آواز جائے۔ چنانچہ اُن کے خیمے مسجدوں میں نصب کیے گئے۔ یہ لوگ قرآن بھی سنتے تھے اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھتے تھے۔ لیکن خدا معلوم کیا اثر پڑا کہ اُنھوں نے کہا ہم مسلمان ہوتے ہیں بشرطیکہ ہمیں نماز سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جس دین میں رکوع و سجود نہیں ہوتا اُس دین میں کوئی خوبی نہیں رہتی۔ لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع۔ اُنھوں نے عرض کیا۔ اچھا جہاد اور زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیجیے۔

Marfat.com

حضورؐ نے فرمایا۔ تمہیں جہاد کے لئے طلب نہیں کیا جائے گا اور نہ تم سے زکوٰۃ مانگی جائے گی۔ حضورؐ نے صحابہ سے کہا۔ اسلام میں یہ لوگ شامل ہو کر خود بخود جہاد کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔

عبدیالیل نے پوچھا۔ زنا کی بابت کیا ارشاد ہے۔ ہم لوگ بیشتر وقت سفر میں گزارتے ہیں اور مہینوں گھروں سے دور رہتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر مجرد بھی رہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ زنا تو قطعی حرام ہے۔ اللہ کا حکم ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّمَقْتًا وَّ سَآءَ سَبِیْلًا (زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔ زنا بے حیائی اور بدراہی کی بات ہے۔ اور خدا کے غضب و غصہ کا سبب ہے۔

عبدیالیل نے سوال کیا۔ سود کی بابت کیا حکم ہے اپنے مال پر کیا ہمیں اختیار حاصل نہیں ہے کہ جس طرح چاہیں اُس سے فائدہ اُٹھائیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالٰی کہتا ہے یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور سود جس قدر کسی کے ذمہ رہ گیا ہو اُسے چھوڑ دو)

عبدیالیل نے پوچھا شراب کے بارے میں کیا حکم ہے۔ شراب تو ہمارے ملک کا تیار کردہ عرق ہے۔ اور اُس کے بغیر گزارہ دشوار ہے۔ حضورؐ نے کہا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ

وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(اے مسلمانو! شراب، جُوا اور انصاب و ازلام نجس اور شیطانی چیزیں ہیں
ان سے اجتناب کرو۔ فلاح پاؤ گے)

عبدیالیل یہ جوابات سُن کر چلا گیا اور دوسرے روز پھر آیا اور
کہنے لگا۔ سب باتیں ہمیں منظور ہیں۔ لیکن ربّہ بُت کا کیا بنے گا۔
حضورؐ نے فرمایا۔ اُسے اُٹھا کر پھینک دو۔ عبدیالیل اور اُس کے تمام
ساتھی چلّائے۔ ہیں۔ ہیں! آپ کیا کہتے ہیں۔ ربّہ کو خبر ہوگئی تو ہمیں
تباہ کر دے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے کہا۔ ارے بھائی!
وہ تو پتھر کا ٹکڑا ہے۔ پتھر کیا تباہ کرے گا۔ عبدیالیل نے کہا۔ ہم تم سے
بات کرنے نہیں آئے ہیں۔ پھر حضورؐ سے عرض کیا۔ ربّہ کے پھینکنے کی
ذمہ داری آپ لے لیجئے۔ ہم سے یہ جرأت ممکن نہیں ہے۔ حضورؐ نے
فرمایا۔ میں انتظام کر دوں گا۔ کسی کو بھیج دوں گا۔ اہلِ وفد نے کہا۔
ہمارے ساتھ اُسے نہ بھیجا جائے۔ ہمارے پیچھے بھیجئے گا۔

غرضیکہ پورا وفد مسلمان ہو گیا۔ لیکن یہ لوگ اپنی قوم سے خائف تھے۔
واپسی میں راستے میں طے کیا کہ یک لخت اظہارِ اسلام نہیں کریں گے۔
چنانچہ جب قوم نے حال پوچھا تو کہا۔ بڑے سخت آدمی سے پالا پڑا ہے۔

مسلمان ہونے کے معنی ہیں لات دعزّے سے بغاوت، سودی روپے سے دستبرداری اور زنا سے بیزاری۔ قوم نے کہا۔ ہم مسلمان ہونے سے باز آئے۔ ان احکام کی تکمیل ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔

اہل وفد نے کہا۔ تو لڑنے کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ ہتھیار وغیرہ ٹھیک کر لو۔ قلعوں کو دیکھو مرمت طلب تو نہیں ہیں۔

دو دن یہ رنگ جاری رہا۔ ہتھیار وغیرہ ٹھیک ہوتے رہے۔ قلعوں کی دیکھ بھال ہوتی رہی تیسرے دن سب کا جی چھوٹ گیا۔ اہل وفد سے کہا۔ جاؤ محمدؐ جو کہیں ہمیں منظور ہے۔ سارا عرب اُن کا مطیع ہو چکا۔ ہم بگاڑ کر کیا لے لیں گے۔

اہل وفد نے کہا تو سنو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل انسان ہیں۔ نہایت سچے، رحمدل باوفا اور متقی۔ اُن کی ملاقات نے ہمیں موہ لیا۔ قوم نے کہا۔ یہ بات پہلے کیوں چھپائی تھی۔ دو دن خواہ مخواہ پریشان رکھا۔ اہل وفد نے کہا ہم چاہتے تھے کہ اللہ ہی تمہارے دلوں کو حق کی طرف راغب کر دے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ اور چند اور اصحاب ثقیف تشریف لائے اور بتوں کو توڑ ڈالا اور اکھاڑ کر پھینک دیا۔

ثقیف والے مسلمان تو ہو گئے تھے۔ لیکن ابھی اُن کے قلوب میں لات کی عظمت باقی تھی۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے لات کے اوپر تیر پھینکا۔ اتفاق سے اپنے زور میں وہ آپ گر پڑے۔ ثقیف والوں نے غل مچادیا کہ لات کا گرانا کھیل نہیں ہے۔ لیجئے۔ لات نے مغیرہؓ ہی کو گرادیا۔ دیکھیں مغیرہؓ کو لات سے اب کون بچا سکتا ہے۔

حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے۔ تم پتھر کے ٹکڑوں کے متعلق کیا کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور اُسی کی عبادت کرو۔

حضرت مغیرہؓ نے بُت خانہ کا دروازہ بند کردیا۔ اور اطمینان سے بُتوں کو توڑا۔ پھر وہ اور اُن کے ساتھی بُت خانہ کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور بُت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

بُت خانہ کے پجاری کا گمان یہ تھا کہ یہ لوگ بنیاد کے قریب آئیں گے تو بنیاد انہیں لے بیٹھے گی۔ اُنھوں نے بنیاد کو بھی کھود ڈالا۔ اور ثقیف والوں کے توہمات کی بنیاد ہلادی۔ سب کا ایمان پختہ ہو گیا۔

قبیلہ عبدالقیس میں اشاعتِ اسلام

قبیلہ عبدالقیس کے چند نمائندے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنھوں نے عرض کیا کہ ہمارے اور آپ کے

Marfat.com

درمیان ایسے لوگ آباد ہیں کہ ہم صرف اُن ہی مہینوں میں آپ تک پہنچ سکتے ہیں جن میں لڑائی حرام ہے۔ دوسرے مہینوں میں سفر ممکن نہیں ہے لہٰذا ہمیں ایک ہی دفعہ اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ کن باتوں پر عمل کریں اور کن باتوں سے محترز رہیں۔ حضورؐ نے پوچھا تم کس قوم سے ہو۔ انھوں نے کہا۔ قوم ربیعہ سے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ پانچ باتوں پر عمل کرو۔ (۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا زبان و دل سے اقرار کرو (۲) نماز پڑھو (۳) رمضان میں روزے رکھو (۴) جہاد کے ذریعہ جو مال حاصل ہو اُس میں سے خمس نکالو (۵) زکوٰۃ ادا کرو۔ اور چار چیزوں سے بچو۔ ایک دُبا۔ دوسرے حنتم۔ تیسرے نقیر اور چوتھے مزفت۔[۱] انھوں نے سوال کیا۔ حضورؐ جانتے بھی ہیں نقیر کسے کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا ہاں جانتا ہوں اُس میں تم کھجور کے درخت کا رس نچوڑتے ہو اور رس میں کھجوریں ڈبوتے ہو اور پھر پانی ڈالتے ہو۔ رس اور پانی ملکر جوش کھاتا ہے۔ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد تم اُسے پیتے ہو۔ اور پھر اُس کے نشے میں اپنے چچازاد بھائی کا خون کر دیتے ہو۔[۲]

---

[۱] دُبا۔ نقیر حنتم اور مزفت برتنوں کے نام ہیں۔ کسی میں شراب بنائی جاتی تھی۔ کسی میں رکھی جاتی تھی اور کسی میں پی جاتی تھی۔ قوم ربیعہ میں شراب کا غیر معمولی زور تھا۔ اس لئے حضورؐ نے اُن برتنوں کو ہی چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ جنہیں دیکھ کر شراب یاد آئے۔

[۲] اس وفد میں ایک صاحب ایسے موجود تھے جو شراب پی کر چچازاد بھائی کی جان لے چکے تھے۔

Marfat.com

اُنھوں نے کہا تو حضورؐ جب تک شراب کی یاد دوں سے نہ جائے پانی کس برتن میں پئیں۔ حضورؐ نے فرمایا مشکیزے سے پیو۔ اُنھوں نے کہا ہمارے ہاں چوہے بہت ہیں سو وہ مشکیزے کا چمڑا کتر یں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کترا کریں۔ شراب سے احتراز ضروری ہے۔

اس وفد میں جارود بن العلاء ایک عیسائی بھی تھے۔ اُنھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا میرا بھی مسلمان ہونا ضروری ہے۔ میں تو آسمانی مذہب کا پابند ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا عیسائیت کافی نہیں ہے مسلمان ہونا چاہئیے۔

وفد کی واپسی پر قبیلہ عبد القیس مسلمان ہو گیا۔ اور جارود بن العلا کی وجہ سے قبیلے کے عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

بنی حنیفہ میں اشاعتِ اسلام

اس قبیلہ میں اسلام حضرت ثمامہ بن اثال رضؓ کے ذریعہ پہنچا تھا۔ حضرت ثمامہؓ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد لیکر حاضر ہوئے۔ سارے وفد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وفد میں مسیلمہ بھی شامل تھا جو مسیلمہ کذاب کہلاتا ہے۔ اُس نے حضورؐ کو رسول تسلیم کیا لیکن کہا کہ محمدؐ مجھے اپنا جانشین بنانے کا وعدہ کریں تو بیعت کروں گا ورنہ نہیں۔

Marfat.com

حضورؐ نے فرمایا۔ یہ چھڑی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے دینے کی بھی کوئی شرط لگائی تو ایسی بیعت بیعت نہ ہوگی۔ اور مسیلمہ کا نام تو مجھے دکھایا گیا ہے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن تھے۔ وہ مجھے ناگوار گزر رہے تھے حکم ہوا کہ انہیں پھونک مار کر اُڑا دو۔ چنانچہ پھونک سے وہ کنگن اُڑ گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کنگن مسیلمہ اور عنسی[۵] ہیں۔

مسیلمہ نے سنہ ہجری میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر لکھا کہ "آدھا ملک ہمارا اور آدھا قریش کا"۔

حضور نے جواب دیا:۔ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ

"زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ سونپ دیتا ہے"۔

قبیلہ اشعریہ میں اشاعت اسلام

اشعریہ یمن کا قبیلہ تھا۔ اُس کے چند آدمی مدینہ منورہ پہونچے اور بلند آواز سے پڑھنے لگے۔

غدًا نلاقی الاحبۃ محمدًا وحزبہ

کل ہم اپنے دوستوں سے ملیں گے۔ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے۔

---

۵ عنسی بھی مسیلمہ کی سی طبیعت کا شخص تھا۔

Marfat.com

حضور سرورِ کائنات ؐ نے فرمایا۔ اہل یمن آئے ہیں جن کے دل نرم اور کمزور ہیں۔ یہ حدیث بھی غالباً اسی موقع کی ہے کہ

" ایمان یمنیوں کا۔ اور حکمت یمنیوں کی۔ مسکنت بکریوں والوں کی۔ اور فخر و غرور اونٹ والوں کا جو مشرق کی سمت رہتے ہیں۔

اُزد میں اشاعتِ اسلام

اُزد سے سات مسلمانوں کا وفد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ؐ نے اُن کی وضع قطع کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا۔ تم کون لوگ ہو۔ اُنھوں نے کہا۔ ہم مومن ہیں۔ حضور ؐ نے پوچھا۔ کس کس بات پر ایمان ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا۔ حضور ؐ کے مبلّغین نے ہمیں پانچ باتوں پر ایمان رکھنے کی ہدایت کی ہے (۱) اللہ پر اور اُس کے رسول ؐ پر (۲) اللہ کے دوسرے تمام رسولوں پر (۳) اللہ کے فرشتوں پر (۴) اللہ کی کتابوں پر (۵) اس بات پر کہ مرنے کے بعد پھر زندگی ملے گی۔ اور اُس میں اللہ موجودہ زندگی کے اعمال کی بازپرس کرے گا اور جزا دے گا۔

پانچ باتیں حضور ؐ کے مبلّغین نے عمل کے لئے بتائی ہیں :۔

(۱) کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا (۲) نماز ادا کرنا۔

Marfat.com

(۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔ پانچ باتوں کے ہم پہلے سے پابند ہیں (۱) خوش حالی میں شکر کرنا (۲) مصیبت پر صبر کرنا (۳) راضی برضائے الٰہی رہنا۔ (۴) امتحان کے وقت راستبازی پر قایم رہنا (۵) دشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

بس ان پندرہ باتوں کو ہم نے دانتوں سے پکڑ رکھا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ آخری پانچ باتیں بھی انبیا ہی کی تعلیم سے ماخوذ ہیں اچھا ان پندرہ کو بیس کر لو۔ میں تمھیں پانچ باتیں اور سکھاتا ہوں۔ (۱) جو چیز تمھارے کام نہ آئے اُس کا اتنا ذخیرہ کبھی نہ رکھنا کہ وہ تمھارے کام بھی نہ آئے اور دوسرے بھی اُس سے محروم رہ جائیں (۲) ایسے مکان نہ بنانا جن میں تم کو ہمیشہ رہنا نہ ہو (۳) اُن چیزوں کے لئے مقابلے نہ کرنا جنھیں کل چھوڑ دینا ہے۔ (۴) اللہ سے ڈرنا جس کے سامنے جواب دہی کرنی ہے۔ (۵) اُن چیزوں سے رغبت رکھنا جو آخرت میں کام آنے والی ہیں

قسطنطنیہ کے مقبوضہ عرب میں اشاعتِ اسلام

عرب کا شمالی حصہ فلسطین کی سرحد تک بادشاہ قسطنطنیہ کے زیرنگیں تھا۔ معان اس کا دار الخلافہ تھا۔ فروہ بن عمرو الجذامی بادشاہ قسطنطنیہ کی طرف

Marfat.com

سے عرب کے شمالی حصّہ پر حکومت کرتے تھے جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط بھیجے ہیں تو فردہ بن عمرو الجذامی اس فہرست میں شامل تھے۔ اور اُنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

بادشاہ قسطنطینہ کو اُن کا اسلام قبول کرنا ناگوار گزرا۔ اُس نے اُنہیں طلب کیا اور کہا اسلام سے باز آجاؤ۔ وہ راضی نہیں ہوئے تو پہلے اُن کو قید کیا اور پھر پھانسی دیدی۔ اس واقعے سے وہاں اسلام رُکنے کی بجائے بڑی تیزی سے بڑھا۔

قبیلہ ہمدان میں اشاعتِ اسلام

قبیلہ ہمدان میں اوّل حضرت خالد بن ولیدؓ بھیجے گئے تھے۔ وہ خاصے عرصے کوشش کرتے رہے۔ لیکن ناکام لوٹے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے یہ قبیلہ سپرد ہوا۔ اُنھوں نے صرف ایک دن میں سارے قبیلہ کو مسلمان کر لیا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت علیؓ کی کامیابی کی خبر پہونچی تو حضورؐ سجدے میں گر پڑے۔ اور فرمایا السلام علیٰ ہمدان۔ قبیلہ ہمدان پر سلامتی ہو۔

قبیلہ ہمدان کے کچھ حضرات مسلمان ہونے کے بعد حضور

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

ربذہ میں اشاعتِ اسلام

حضرت طارق بن عبداللہ رض ربذہ کے رہنے والے تھے وہ خود مسلمان ہوئے اور پھر ربذہ کے بہت سے آدمیوں کے مسلمان ہونے کا باعث بنے۔

حضرت طارق بن عبداللہ رض نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا حال بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

میں مکّے کے سوق المجاز میں کھڑا تھا کہ ایک صاحب یہ پکارتے وہاں سے گزرے۔ اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح یاب ہوگے۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تُفْلِحُوْنَ ان کے پیچھے ایک اور شخص تھا۔ جو چیختا جاتا تھا۔ لوگو! اسکی بات مت ماننا۔ یہ جھوٹا ہے۔

میں بازار والوں سے پوچھا۔ دونوں کون ہیں۔ معلوم ہوا دونوں بنو ہاشم میں سے ہیں۔ ایک نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور دوسرا مدعی نبوت کا چچا ہے۔[۵] اس کے بعد مجھے مکہ میں حضور نہیں دکھائی دیئے۔ عرصہ دراز گزر گیا اور حضور مدینہ منورہ جا بسے تو مجھے مدینہ کے سفر کا اتفاق ہوا۔ ہم کچھ آدمیوں کو کھجوریں خریدنی تھیں۔ ہم ابھی مدینے کے اندر نہیں پہنچے

---

۵ یہ عبدالعزیٰ تھا جو ابولہب کے نام سے بدنام ہے۔

تھے۔ مدینے میں جانے کے لئے کپڑے بدل رہے تھے کہ ایک صاحب ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے سوال کیا۔ کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے۔ ہم نے کہا ربذہ کے باشندے ہیں اور مدینے آئے ہیں۔ پوچھا۔ مدینے میں کیا کام ہے۔ ہم نے کہا کھجوریں خریدنی ہیں۔

ہمارے ساتھ ایک سُرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ اُن صاحب نے پوچھا یہ اونٹ بیچو گے۔ ہم نے کہا بیچ دیں گے بشرطیکہ اتنی کھجوروں کے بدلہ میں بک سکے اُن صاحب نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور مدینے کا راستہ لیا۔

ہم ہکا بکا رہ گئے کہ نہ قیمت طے پائی۔ نہ قیمت ملنے کی بابتہ کوئی بات ہوئی اور اونٹ چل دیا۔ ہماری زبانیں گونگی ہوگئیں۔

قافلے میں ایک خاتون بھی تھیں۔ وہ بولیں۔ آدمی شریف صورت تھے۔ قیمت ضرور دے دیں گے۔

اتنے میں ایک اور صاحب کھجوریں لئے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہؐ نے کھجوریں بھیجی ہیں۔ ان میں اتنی اونٹ کی قیمت ہے اور باقی بطور ضیافت۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ کھا پی کر شہر میں گئے۔ تو دیکھا۔ حضورؐ مسجد میں منبر پر بیٹھے ہیں۔ اور وعظ فرما رہے ہیں۔ وعظ کا ایک ٹکڑا یہ تھا :-

Marfat.com

صدقہ دیا کرو۔ صدقہ دینا، صدقہ دینے والے کے حق میں اچھا ہے سوہ ہاتھ جو اوپر رہتا ہے اُس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے رہتا ہے ماں کو دو۔ باپ کو دو۔ بھائی کو دو۔ قریب کے رشتہ داروں کو دو۔ دور کے رشتہ داروں کو دو۔"

قبیلہ تجیب میں اشاعتِ اسلام

قبیلہ تجیب کے لوگ کس کے ذریعہ ایمان لائے اِس کا پتہ نہیں چلتا۔ مسلمان ہونے کے بعد اُن کا وفد تیرہ اشخاص پر مشتمل حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ حضرات اپنے قبیلے کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے حضورؐ نے فرمایا۔ اسے واپس لے جاؤ۔ اور وہیں مستحقین میں بانٹ دو۔ اُنھوں نے کہا بانٹنے کے بعد جو کچھ بچا ہے وہی لائے ہیں۔

حضورؐ نے اُن کی مدارات کے لئے حضرت بلالؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ اور رخصت کرتے وقت اُنہیں فرداً فرداً تحائف عطا فرمائے تھے۔ ایک نوجوان جو اسباب کی حفاظت کر رہے تھے اُن کو بھی حضورؐ نے بلایا تاکہ تحفہ دیں لیکن اُنھوں نے عرض کیا۔ میرے لئے تو فقط دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو غنی رکھے اور مجھے بخشدے۔ حضورؐ نے دعا کردی۔

اس وفد کے ارکان کو واپسی کی بڑی جلدی تھی۔ کسی نے پوچھا۔ جلدی کیوں ہے۔ کہا ہم چاہتے ہیں جو فیض ہمیں پہنچا ہے اُس کی خبر اہلِ قبیلہ کو جلد از جلد سُنائیں۔

۱۰ ہجری میں اس قبیلہ کے چند اور حضرات حاضر ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن نوجوان کی بابت دریافت کیا کہ اُن کا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ اُن کے استغناء کا یہ عالم ہے کہ دُنیا کی دولت اُن کے قدموں میں لاکر ڈال دی جائے تو نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔

قبیلہ بنی سعد ہذیم میں اشاعت اسلام

چند حضرات قبیلہ بنی سعد ہذیم کے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس وقت وہ مسجد نبوی میں پہنچے ہیں اس وقت حضورؐ کسی جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے قبیلہ بنی سعد ہذیم نے نماز میں شرکت نہیں کی۔ حضورؐ نماز پڑھا چکے تو اُن سے پوچھا۔ تم لوگ کون ہو۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور بیعت کرنے آئے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔ پھر نماز کیوں نہیں پڑھی اور الگ کیوں بیٹھے گئے۔ انھوں

Marfat.com

نے عرض کیا۔ ہم سمجھے کہ بیعت کئے بغیر ہمیں شرکت نماز کا حق نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ایمان لانے اور بیعت کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ایک نوجوان ساتھی کو یہ حضرات اسباب کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ تھوڑی دیر میں وہ بھی آ گئے۔ سب نے کہا کہ یہ ہم میں کم عمر ہیں اور ہماری خدمت کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اصغر القوم خادمھم چھوٹا اپنے بڑوں کا خادم ہوا ہی کرتا ہے۔ اللہ انہیں برکت دے۔ جب یہ حضرات وطن واپس پلٹے تو سارا قبیلہ بنی سعد ہذیم مسلمان ہو گیا۔ اور وہ نوجوان کلام اللہ کے عالم اور اپنی قوم کے امام ثابت ہوئے۔

بنی اسد میں اشاعت اسلام

قبیلہ بنی اسد کے دس آدمی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ حضورؐ نے ہمارے پاس کوئی مبلغ نہیں بھیجا۔ خیر! ہم خود آ گئے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اُس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

اُنھوں نے حضور سے ایک سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں سے شگون لینا کیسا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ناجائز ہے۔ پھر اُنھوں نے پوچھا۔ رمل کی بابت کیا حکم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ علم ضرور ہے۔ بشرطیکہ کوئی

Marfat.com

جانتا ہو۔

اُن حضرات نے واپس جا کر اپنے قبیلہ میں اسلام کی اشاعت کی

بھراء میں اشاعتِ اسلام

بھراء کے کچھ لوگ مدینہ منورہ پہونچے اور حضرت مقدادؓ کے مکان کے آگے اُنھوں نے اپنے اونٹ بٹھا دئے۔ حضرت مقدادؓ نے اُن کا خیر مقدم کیا اور اُنھیں اپنے مکان میں لے آئے۔ اور اُن کے لئے حیش تیار کرایا۔ حیش عرب کا ایک کھانا ہے جو ستّو اور کھجوریں ملا کر گھی میں پکایا جاتا ہے۔

چند روز حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنے اور قرآن مجید اور احکام اسلام سیکھنے کے بعد یہ حضرات واپس گئے اور اُن کے ذریعہ بھراء میں اسلام پھیلا۔

بنی عذرہ میں اشاعتِ اسلام

صفر ۹ سنہ ہجری میں قبیلہ بنی عذرہ کے اُنّیس اشخاص حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے انہیں نصیحت

Marfat.com

فرمائی کہ کاہنوں سے سوال نہ پوچھا کرو اور عید الضحیٰ کے علاوہ اس طرح کی قربانی نہ کیا کرو۔

ان حضرات نے اپنے قبیلہ میں اسلام کی اشاعت کی۔

خولان میں اشاعتِ اسلام

شعبان سنہ ۱۰ ہجری میں خولان کے دس مسلمان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ سے انھوں نے کہا ہم اسلام لا چکے ہیں اور محض زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا من زارنی بالمدینۃ کان فی جواری یوم القیمۃ۔ جس نے مدینہ آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔

اس قبیلہ کے لوگ ایک خاص بُت عم انس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے پوچھا عم انس کا کیا کیا۔ وہ بولے اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے عم انس کے عوض ہمیں آپ سے فیض یاب کر دیا ہے۔ ہمارا قبیلہ قریب قریب سب مسلمان ہے اور ہم سب کی طرف سے اتنا طویل سفر کر کے آئے ہیں۔ چند بڈھے اور بڑھیاں البتہ ابھی تک عم انس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ واپس جا کر ہم اُسے مسمار کر دیں گے۔ ہم نے بہت عرصے دھوکا کھایا۔

حضورؐ نے سوال کیا۔ دھوکا کیا۔

Marfat.com

اُنھوں نے عرض کیا:۔ مثلاً ایک مرتبہ ہم نے ستو بیل عم انس پر قربان کر دیئے۔ اور بیلوں کو درندوں کی غذا بنا دیا گیا۔ درآنحالیکہ ہمیں خود جانوروں کی ضرورت تھی اور جانوروں کے گوشت کی بھی۔ ہم میں سے جو شخص زراعت کرتا تھا۔ وہ ایسی چیزیں جو کھیت کے کنارے پر اُگ آتی تھیں۔ اُن میں سے تو اللہ کے نام دیتا اور جو کھیت کے اندر اُگتی تھیں اُن میں سے عم انس کا حصہ نکالتا تھا۔ زراعت کو پالا مار جاتا تو اللہ کے نام کی چیز عم انس پر چڑھا دی جاتی تھی۔ لیکن عم انس کا حصہ اللہ کی نذر نہیں کیا جاتا تھا۔

حضورؐ نے ان حضرات کو یہ نصیحتیں کیں:۔ (۱) عہد کے پابند رہو۔ (۲) امانت دار بنو (۳) ہمسایہ کے ساتھ سلوک رکھو (۴) کسی پر ظلم نہ کرو۔ ظلم ظالم کے لئے قیامت کو اندھیری رات سے بدل دے گا۔

محارب میں اشاعت اسلام

محارب کے بھی دس ہی آدمی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور سنہ ۱۰ ہجری ہی میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت بلالؓ اُن کی مہمانداری پر مامور کیئے گئے اور ایک روز ظہر سے عصر تک کا وقت حضورؐ نے اُن کے لئے وقف کر دیا۔

ان میں کے ایک صاحب سے حضورؐ نے فرمایا۔ تمھیں پہلے دیکھا

Marfat.com

ہے۔ وہ بولے حضورؐ جب بازارِ عکاظ میں تشریف لائے تھے تو میں وہاں تھا۔ حضورؐ نے مجھے صرف دیکھا ہی نہیں تھا۔ مجھ سے بات کی تھی۔ اور میں نے بات کا جواب بُری طرح دیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے یاد آگیا۔

اُنھوں نے عرض کیا۔ حضورؐ! اُس دن مجھ سے زیادہ شقی کوئی نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ بڑھ کر حضورؐ کی مخالفت کی تھی، میرے سب ساتھی اپنے قدیم عقیدے لے کر اللہ کے یہاں جا پہنچے۔ مجھے اللہ نے زندہ رکھا اور مسلمان ہونے کا شرف بخشا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ قلوب اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔

پھر اُنھوں نے عرض کیا۔ حضورؐ! میری گزشتہ غلطیوں کی معافی ملے گی یا نہیں۔

حضورؐ نے فرمایا۔ گزشتہ غلطیاں تو مسلمان ہوتے ہی دھل گئیں۔

ان حضرات نے وطن جا کر خوب اشاعت اسلام کی۔

بنی الحارث میں اشاعتِ اسلام

قبیلہ بنی الحارث کی ہدایت کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا گیا تھا۔ یہاں اُنھیں بڑی کامیابی ہوئی۔ حضرت خالدؓ ان لوگوں میں زیادہ ٹھہرنا چاہتے تھے۔ مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ نہیں، تم آجاؤ۔

اور اپنے ساتھ بنی الحارث کے چند آدمی لیتے آؤ۔ حضرت خالدؓ نے تعمیل حکم کی۔ اور شوال سنہ ہجری میں بنی الحارث کا وفد حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس وفد میں ممتاز حضرات شامل تھے۔ جیسے قیس بن الحصین اور عبداللہ بن فراد۔

حضورؐ نے ان لوگوں سے پوچھا۔ زمانۂ جاہلیت میں جو تم سے لڑا وہ مغلوب ہی رہا۔ کیا بات تھی۔ تم ہمیشہ کیسے غالب رہتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضورؐ! ہم لڑائی میں پہل نہیں کرتے تھے اور کوئی لڑنے پر تل جاتا تھا تو اُس سے جم کر لڑتے تھے اور کسر نہیں رکھتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک وجہ بتائی۔

حضورؐ سے مل لینے کے بعد بنی الحارث میں ان حضرات نے خود اشاعت اسلام کی۔ حضرت خالدؓ کے دوبارہ جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

بنی عبس میں اشاعت اسلام

مُبلغین اسلام نے بنی عبس کے تھوڑے سے آدمیوں کو مسلمان کر لیا تھا۔ وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔ ہم نے سُنا ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ ۵ (اس کا اسلام کچھ نہیں جس نے ہجرت نہیں کی) اگر یہ سچ ہے تو ہم اپنے مال و متاع اور مویشی فروخت کر کے یہاں آنے کو تیار ہیں۔ مال و متاع اور مویشی کس کام کے اگر اسلام ناقص رہا۔ حضورؐ نے فرمایا اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئًا (جہاں آباد ہو وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بناؤ تو تمہارے اعمال ذرّہ برابر ضائع نہیں جائیں گے۔)

یہ حضرات حضورؐ کی وفات سے چار ماہ قبل آئے تھے انھوں نے واپس جا کر تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

غامد میں اشاعتِ اسلام

غامد کے دس آدمی ۱۰ھ ہجری میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صرف دیکھنے آئے کہ آیا ان کے دعوے میں صداقت ہے بھی یا کوئی اور بات ہے۔ ان سب نے اپنا اسباب شہر سے باہر رکھا اور ایک لڑکے کو اسباب کے پاس بٹھا کر خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

---

۵ یہ وقتی بات تھی۔ ہجرت مدینہ کے وقت کوئی ہجرت سے جی چراتا۔ تو واقعی اُس کا اسلام نہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن ہمیشہ کے لئے یہ بات ممکن ہی نہیں ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان ہجرت کیوں کر کر سکتے ہیں اور سمٹ کر مدینے میں کیسے سما سکتے ہیں۔

Marfat.com

حضورؐ نے پوچھا۔ اسباب کس پر چھوڑ آئے ہو۔ انھوں نے کہا ایک لڑکے کو بٹھا آئے ہیں حضورؐ نے فرمایا لڑکا سو گیا۔ اور چور تمھاری خورجی چرا کر لے گیا۔ جس کی خورجی تھی اُسے بڑی گھبراہٹ ہوئی۔ کہنے لگا۔ خورجی میری تھی حضورؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں، لڑکا جاگ اٹھا اور اس نے چور سے خورجی چھین لی۔ سارا اسباب موجود ہے۔

یہ لوگ جہاں ٹھہرے تھے وہاں پہنچے تو معلوم ہوا۔ حضورؐ کا بیان لفظ بلفظ صحیح تھا۔ سب مسلمان ہوگئے۔ حضورؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو ان کی تعلیم کے واسطے مقرر کیا اور اپنے وطن اور اپنے قبیلہ میں ان لوگوں نے خود اسلام پھیلایا۔

بنی فزارہ میں اشاعتِ اسلام

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے فراغت پا کر آئے ہی تھے کہ چند اشخاص قبیلہ فزارہ کے حاضر خدمت ہوئے۔ وہ مسلمان تھے حضورؐ نے ان کے اونٹوں کو دیکھا تو فرمایا۔ کہ یہ اتنے لاغر کیوں ہیں۔ انھوں نے عرض کیا ہماری طرف قحط پڑ رہا ہے۔ مویشی کیا بال بچے بھوک کے مرتے ہیں۔ کھیت اور باغات خشک پڑے ہیں۔ آپؐ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر رحم کرے۔ کاش! آپ ہماری سفارش اللہ سے کر دیں اور اللہ ہماری سفارش آپ سے کرے۔"

حضورؐ نے فرمایا یہ کیا کہتے ہو اللہ اور کسی سے سفارش فرمائے۔ وہ معبود ہے

اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کا زمین و آسمان پر حکم چلتا ہے۔ پھر حضورؐ نے بارش کے لئے دُعا کی۔

سلامان میں اشاعت اسلام

سلامان کے سترہ آدمی شوال سنہ ۱۰ ہجری میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔

مسلمان ہونے کے بعد اُنھوں نے پوچھا کہ بہترین اور افضل ترین عمل کون سا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پابندیٔ وقت سے نماز ادا کرنا۔ پھر اُنھوں نے کہا۔ ہمارے یہاں بارش کی بےحد کمی ہے۔ بارش کے واسطے دُعا کیجئے۔ حضورؐ نے دُعا کی اللّٰھم اسقھم الغیث فی دارھم۔ اِن الفاظ کو حضورؐ نے صرف زبان سے کہا تھا۔ ہاتھ نہیں اُٹھائے تھے۔ ایک صاحب (حبیب بن عمرو) نے عرض کیا۔ حضورؐ مبارک ہاتھوں کو اُٹھا کر دعا کیجئے۔ حضورؐ مُسکرائے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کر دی۔ جب یہ حضرات وطن واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ اسی دن مینہہ برس گیا تھا۔ اِن حضرات نے اپنے وطن میں اسلام کی بڑی اشاعت کی۔

نجران میں اشاعتِ اسلام

نجران کے اُسقف (بشپ) کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نے دعوتِ اسلام کا خط بھیجا تھا۔ اُسقف نے جب خط پڑھا تو وہ کانپ اُٹھا۔ اُس نے ایک شخص کو بُلایا۔ جس کا نام شرجیل بن وداعہ تھا۔ اور جو قبیلہ ہمدان کا ایسا با اثر شخص تھا کہ اُس کی رائے کے بغیر نجران کے حاکم اور پادری کچھ بھی نہیں کرتے تھے۔ اُسے خط دکھا کر اُسقف نے مشورہ مانگا۔ شرجیل نے کہا۔ دُنیاوی معاملات میں میرا غور و فکر کام دے سکتا ہے۔ نبوّت کی بابت میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اللہ نے حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) سے وعدہ فرمایا تھا کہ نسل اسمٰعیلؑ سے بھی نبی پیدا کروں گا۔ عجب نہیں جو محمدؐ وہی نبی ہوں۔

اُسقف نے شرجیل کو بٹھالیا۔ اور قبیلہ حمیر کے ایک سردار عبداللہ بن شرجیل کو طلب کیا۔ اُس نے بھی خط پڑھ کر شرجیل کا سا جواب دیا۔

اُسقف نے پھر جبار بن قیس کی طرف رجوع کیا۔ یہ بنوالحارث بن کعب کا سر برآوردہ آدمی تھا۔ اس کا جواب بھی شرجیل بن وداعہ اور عبداللہ بن شرجیل سے ملتا جلتا تھا۔

آخر اسقف نے کہا۔ گرجا کے گھنٹے بجادو۔ اور گرجا پر ٹاٹ کے پردے لگادو۔ یہ علامت تھی اس امر کی کہ کوئی مُہم پیش آگئی ہے اور ساری قوم کو یکجا ہو جانا چاہئیے اور علاج سوچنا چاہئیے۔

گرجا کے اردگرد تہتّر گاؤں تھے اور اُن میں ایک لاکھ کے قریب مرد تھے۔

Marfat.com

چنانچہ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو انہیں حضورؐ کا خط سنایا گیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ شرجیل بن وداعہ، عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن قیص کو تحقیقاتِ حال کی غرض سے جانا چاہیئے۔

ان تینوں نے مدینہ پہنچ کر حضورؐ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت پوچھا کہ آپ انہیں کیا مانتے ہیں۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے۔ اور گفتگو نے ایسی شکل اختیار کر لی کہ دورانِ گفتگو ہی وحی آئی۔ اور مباہلہ کا حکم ہوا۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۝

(اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسی کہ آدم کی مثال اُس نے اُنہیں مٹی سے پیدا کیا تھا۔ پھر کہا ہو جا۔ بس وہ ہو گئے ــــ واقعہ یہی ہے جو اللہ بیان کرتا ہے۔ لہٰذا بات کو طول مت دو اور جو تم سے اللہ کے بیان کے بعد بھی جھگڑے اُس سے کہو۔ لاؤ۔ ہم اپنے بچوں، مردوں اور عورتوں کو بلا لیتے ہیں۔ تم اپنے بچوں، عورتوں اور مردوں کو بلا لو۔ پھر اُن کے ساتھ ہم اور تم اللہ کی طرف متوجہ

Marfat.com

ہو جائیں اور اللہ سے دُعا کریں کہ جھوٹے پر لعنت بھیجے۔

چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین (علیہم السلام) کو لے آئے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضورؐ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

شرجیل بن وداعہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ میرے نزدیک مباہلہ مناسب نہیں ہے۔ محمدؐ بادشاہ ہیں تو بھی ہم اُنہیں کھٹکتے رہیں گے اور اگر رسولؐ ہیں تو اُن کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ بہر صورت ان کی ماتحتی قبول کر لینی چاہئیے جزیہ جتنا مانگیں دو۔ محمدؐ سخت مزاج انسان نہیں ہیں۔

ساتھیوں نے شرجیل بن وداعہ سے اتفاق کیا۔ اور حضورؐ سے کہا ہم مباہلہ نہیں کریں گے۔ جزیہ دینے کو تیار ہیں۔ کل صبح تک جزیہ کی رقم بتا دی جائے۔

دوسرے دن حضورؐ نے ایک معاہدہ لکھوایا۔ جس کا یہ فقرہ خاص طور پر غور کے قابل ہے۔

اہل نجران کو خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب ——— جان اور جائیداد کے سلسلہ میں اللہ کی حفاظت اور محمدؐ رسول اللہ کی حمایت حاصل ہو گی۔ اُن کی حیثیت اور حقوق میں تغیر نہیں کیا جائے گا۔ جو کچھ جس کے پاس ہے تھوڑا یا بہت وہ اُس کا رہے گا۔ زمانہ جاہلیت کی کسی بات کا کوئی ذکر نہیں کیا جائے گا۔ اُن سے بیگار نہیں لی جائے گی۔

Marfat.com

اُن کے علاقہ سے فوج نہیں گزرے گی۔

معاہدہ کر کے تینوں عیسائی عمائد نجران چلے گئے۔ اُسقف نے ایک منزل آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کیا۔ اُنھوں نے معاہدہ دکھایا۔ اُسقف نے راستے ہی میں اُسے پڑھنا شروع کر دیا اُسقف کا چچازاد بھائی بشر بن معادیہ (کنیّت ابو علقمہ) بھی اپنی اونٹنی برابر لا کر معاہدہ پڑھنے لگا اور اتنا محو ہوا کہ اونٹنی سے گر پڑا۔ گرنے کی وجہ سے اُس نے کہا۔ اللہ سمجھے اُس شخص کو جس نے ہمیں بےچین کیا ہے۔ اُسقف بولا۔ کیا کہتے ہو۔ وہ تو رسول ہیں۔ بشر پر اس فقرے کا بہت عجیب اثر ہوا۔ بشر نے کہا تو پھر میں اپنی اونٹنی کا پالان اُن رسول ؐ کے پاس جا کر ہی اُتاروں گا۔ بشر نے مدینے کا راستہ لیا۔ اُسقف چیختا رہا کہ میرا یہ مطلب نہیں تھا اور اُس نے پھر بشر کو باز رکھنے کے لئے بہت سی باتیں کیں۔ مگر بشر نے ایک نہ سنی اور حضور ؐ کے قدموں میں جا کر ہی دم لیا۔ اور باقی عمر حضور ؐ کے قدموں میں رہے اور شہید ہو کر رحلت کی۔

نجران کے گرجے کا ایک راہب گرجا کے گنبد میں سالہا سال سے معتکف تھا۔ اُسے کسی طرح اس سارے واقعہ کی خبر لگی کہ قریش میں کوئی نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے اُسقف کو خط لکھا تھا۔ اور بالآخر اُسقف کا بھائی اُن کے پاس پہنچ گیا ہے۔ راہب نے کہا۔ میں بھی اُن کے پاس جاؤں گا اور اُن نبی ؐ سے ملوں گا۔

Marfat.com

راہب ایک چادر، ایک عصا اور ایک پیالہ بطور تحفہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کر لیا۔ چند دن مدینہ منوّرہ میں رہے اور پھر واپس آ کر نجران میں اشاعتِ اسلام کی۔

کچھ عرصے کے بعد نجران سے ساٹھ بڑے بڑے آدمیوں کا ایک قافلہ حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اس قافلے میں اُسقف ابوالحارث اور عبدالمسیح اور ایہم جیسے لوگ تھے۔ ابوالحارث گرجا کا امام تھا اور بادشاہ تک اُس کی عزت کرتے تھے۔ عبدالمسیح علاقے کا گورنر تھا۔ اور ایہم جج۔

یہ قافلہ غالباً اتوار کے دن ایسے وقت پہنچا تھا جو عیسائیوں کی عبادت کا وقت تھا۔ حضورؐ مسجدِ نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ حضورؐ نے قافلے سے کہا یہیں عبادت کر لو۔ یہ لوگ خاصی مدّت ٹھہرے رہے۔ یہودی انہیں بہت دیکھنے آتے تھے اور اُن سے اُلجھتے تھے۔ ایک بار یہودیوں نے کہا حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے۔ عیسائی بولے نہیں عیسائی تھے۔ حضورؐ کی موجودگی میں یہ بحث جاری تھی کہ ان آیات کا نزول ہوا۔

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوْرَىٰةُ وَٱلْإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعْدِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ حَٰجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ مَا كَانَ إِبْرَٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا

Marfat.com

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

مفہوم۔ اے اہلِ کتاب! ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو۔ (تورات اور انجیل ابراہیمؑ کے زمانہ میں تھی کہاں) تورات اور انجیل تو اُن کے بعد اُتری ہیں کیا تم سمجھتے نہیں جن باتوں کو تم جانتے تھے۔ اُن میں تم جھگڑا کر چکے ہو۔ لیکن جس بات کا تمہیں مطلق علم نہیں ہے اُن میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ اور اللہ جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی۔ وہ خالص موحد اور مسلمان تھے۔ مشرک نہیں تھے۔ ابراہیمؑ سے اولین نسبت اُن لوگوں کو ہے جنہوں نے اُن کا اتباع کیا اور یہ نبیؐ (محمدؐ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔

ایک روز یہودیوں نے ان عیسائیوں کے سامنے حضورؐ سے پوچھا۔ عیسائی جس طرح عیسیٰؑ کی پرستش کرتے ہیں آپ کا ارادہ بھی کیا اسی طرح اپنی پرستش کرانے کا ہے۔ ایک عیسائی بھی بولا۔ ہاں صاحب بتا دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا "میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش کروں یا دوسروں سے کہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرو"۔ نجران کا یہ وفد جب نجران واپس جانے لگا تو اس نے بھی حضورؐ سے

ایک فرمان حاصل کیا اور حضورؐ نے اُسے لکھ کر دیا کہ :-

یہ سند محمد رسول اللہ کی طرف سے اُسقف ابوالحارث اور نجران کے اور اسقفوں، کاہنوں، راہبوں اور اُن کے اہل بیت اور رفقا اور منتظمین کے لئے ہے۔ اُن چیزوں کے متعلق جو اُن کے قبضہ میں ہیں۔ سب کی حفاظت کا اللہ اور اس کا رسول ذمہ دار ہے۔ گرجا کے چھوٹے بڑے کسی عہدہ دار کو ہٹایا نہیں جائے گا۔ کسی کے حق اور اختیار میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ حیثیت برقرار رکھی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ رعایا کے خیر خواہ اور خیر اندیش رہیں۔ نہ خود ظلم کریں اور نہ ظالم کا ساتھ دیں۔

چلتے وقت وفد نجران نے عرض کیا کہ ہمارے ہمراہ ایک امانت دار آدمی کر دیجئے جسے ہم جزیہ دیتے رہیں۔ حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کو اُن کے ہمراہ کر دیا اور فرمایا کہ یہ میری اُمّت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی کوشش سے نجران میں اسلام خوب پھیلا۔

نخع میں اشاعتِ اسلام

نخع کے لوگ حضرت معاذ بن جبلؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اور محرم ۱۱ ہجری میں دو سو مسلمان نخع کے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور دار الضیافہ (مہمان خانہ) میں ٹھہرائے

Marfat.com

گئے۔ اُن میں سے ایک زرارہ بن عمرو نے حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ! میں نے راستے میں ایک عجیب سا خواب دیکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا خواب دیکھا ہے سناؤ۔ زرارہؓ نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک بکری نے ابلق بچّہ دیا ہے حضورؐ نے فرمایا تمھاری بیوی کیا حاملہ تھیں زرارہؓ نے کہا۔ جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تو اُس کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ زرارہ نے کہا ابلق ہونے سے کیا مُراد ہے حضورؐ نے فرمایا۔ میرے قریب آؤ۔ پھر چپکے سے پوچھا تمھارے جسم پر برص کے دھبّے ہیں جنھیں تم چھپائے رکھتے ہو۔ زرارہؓ نے کہا۔ اللہ کی قسم آج تک اس راز کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا بچّے پر اُسی کا اثر ہے۔

Marfat.com

حجۃ الوداع

حج ۹ سنہ ہجری میں فرض ہوا تھا۔ لیکن ۹ سنہ ہجری میں صرف تین سو مسلمانوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں حج کرنے بھیجدیا گیا تھا۔ ۱۰ سنہ ہجری میں حضور سرور کائناتؐ نے خود حج کا قصد فرمایا۔ ۲۶ ذیقعدہ کو حضورؐ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ تمام ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ چھ میل کا فاصلہ طے کر کے ایک شب ذوالحلیفہ میں قیام کیا۔ ۲۷ ذیقعد کی صبح کو غسل کر کے احرام باندھا۔ عطر ملا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور قصوٰے (قصوٰے آپ کی اونٹنی کا نام ہے) پر سوار ہو کر بہ آواز بلند تلبیہ پڑھی۔

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک (میں حاضر ہوتا ہوں اے اللہ میں حاضر ہوتا ہوں حاضر ہوتا ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوتا ہوں۔ تمام تعریف اور نعمت تیری ہے۔ سارا ملک تیرا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔)

حضورؐ کے حج کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا۔ دور دور کے بے شمار حضرات ہمرکاب تھے۔ سب نے لبیک کو دہرایا۔ اور فضا لبیک لبیک

Marfat.com

کی صدا سے گونج اُٹھی حضورؐ راستے میں جگہ جگہ تکبیر کہتے رہے۔ اور جہاں جہاں فتح مکہ کے سفر میں نمازیں پڑھی تھیں اور جہاں صحابہ نے مسجدیں بنا لی تھیں وہاں اب بھی نماز پڑھتے رہے۔

نویں دن ۴ ذی الحجہ کو صبح کے وقت تھوڑی دیر ذی طوی میں ٹھہر کر مکہ معظمہ پہنچے۔ کعبے پر نظر پڑی تو فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شئی قدیر۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ انجز وعدہٗ نصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ

(اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود اور آقا نہیں ہے۔ عبادت اور بندگی کی مستحق وہی ایک ذات ہے۔ عبادت اور بندگی میں کوئی اس کا حصہ دار نہیں ہے۔ فرماں روائی صرف اُسے سزاوار ہے۔ اور حمد و ستائش فقط اسی کی زیبا ہے۔ وہ ہمیں حیات بخشتا ہے اور ہمیں موت دیتا ہے۔ وہ ہر کام کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے۔ کوئی معبود نہیں ہے سوا اُس تنہا ذات کے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اُس کی مخالف طاقتوں کو تنہا شکست دے دی۔

پھر فرمایا۔ "اے اللہ اس گھر کی شان اور بڑھا"

Marfat.com

خانۂ کعبہ کا طواف کر کے حضورؐ نے مقام ابراہیمؑ میں دو رکعت نماز پڑھی اور کہا:۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بنائے)

وہاں سے حضورؐ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا:۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں)

۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام کیا اور ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشا کی نمازیں وہیں ادا کیں۔ ۹ ذی الحجہ کی صبح کو نماز سے فارغ ہو کر وادئ نمرہ میں آئے جس کے ایک جانب عرفات ہے۔ اور دوسری جانب مزدلفہ۔ حضورؐ نے نمرہ میں قیام کیا اور فرمایا:۔

قِفُوا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ فَاِنَّكُمْ عَلٰى اِرْثٍ مِنْ اِرْثِ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ (اپنے مقدس مقامات میں ٹھہرو کیونکہ تم اپنے باپ براہیمؑ کی میراث پر ہو۔

سہ پہر کے قریب حضورؐ قصوا پر سوار ہوئے اور میدان عرفات میں تشریف لائے اور قصوا پر بیٹھے بیٹھے ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کے سامنے خطبہ دیا۔ فرمایا:۔

Marfat.com

لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ ہم اور تم اس مجلس میں آئندہ نہیں جمع ہو سکیں گے دیکھو یاد رکھنا کہ جاہلیت کے دور کی کل باتیں میرے پاؤں کے نیچے دفن ہو چکیں۔ اور یاد رکھنا تم سب کا رب ایک ہے اور تم سب ایک باپ کی اولاد ہو۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کچھ فوقیت نہیں ہے۔ اور نہ سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر فوقیت ہے (فوقیت کی چیز صرف تقویٰ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی فائق ہے تو) بس متقی غیر متقی سے فائق ہے۔ (کسی نسب اور کسی حسب پر نہیں اترانا چاہیئے) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں[1]۔ مسلمان

---

[1] قرآن مجید میں ہے:۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔ مسلمان بھائی بھائی ہیں، اور ایک آیت میں ہے:۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قوم اور قبیلے بنا دیئے (محض اس لئے) کہ پہچان رہے۔ (جس طرح افراد کو نام سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح گروہوں کو قوم اور قبیلے سے۔ کسی قوم یا قبیلے کا ہونا تکریم اور امتیاز کی بات نہیں ہے) اللہ کے نزدیک مکرم (اور محترم) تم میں سے (صرف) وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ (جتنا زیادہ پرہیزگار اتنا زیادہ مکرم) رہ گئی محکومی و ماتحتی تو یہ نظم عالم کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا۔ ہم نے ایک کو دوسرے پر (ظاہری) فوقیت (جو) دی اس کا منشا یہ ہے کہ (لوگ) ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ (اور ایک دوسرے کو کام پر لگائیں) ــــ محکوم کو رعایا اور ماتحت کو غلام اسلام نے کہیں نہیں کہا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ دربار فارس میں پہنچے تو انہوں نے ارشاد کیا:۔ انا معشر العرب سواء لا یستعبد بعضا بعضا۔ ہم عرب آپس میں (بالکل) برابر ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو غلام نہیں گردانتے

کی جان اور مسلمان کا مال اور مسلمان کی عزت و آبرو تا قیامِ قیامت اس طرح قابلِ احترام ہے جس طرح ذوالحجہ کا نواں دن مہینے میں محترم ہے۔

میرے پیچھے گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ مسلمان مسلمان کا گلا کاٹنے لگے تمہیں اللہ کے آگے پیش ہونا ہے اور تم سب سے تمہارے ایک ایک عمل کی باز پُرس کی جائے گی۔

میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑتا ہوں اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو گمراہ نہیں ہو گے ــــــــ اگر کوئی ناک چھدا حبشی بھی تمہارا امیر بنے اور وہ تم سے کتاب اللہ کی پیروی کرنے کو کہے تو اُس کی بات سُننا اور اس کی اطاعت کرنا۔

اور دین میں غلو بہت بُرا ہوتا ہے تم سے پہلی اُمتیں اسی غلو کی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں (غلو سے مُراد ہے دین کی کسی بات کو اُس کے درجے سے بڑھا دینا) اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ بے شک عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں لیکن عورتوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔

اپنے غلاموں کو وہ کھلاؤ جو خود کھاؤ۔ اور اُن کو وہ پہناؤ جو خود پہنو۔

جاہلیت کے جملہ خون معاف ہیں۔ سب سے پہلے میں (اپنے

Marfat.com

چچازاد بھائی) ربیعۃ بن الحرث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں[1]۔

جاہلیت کے سارے سود باطل کر دیئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں

(اپنے چچا) عباسؓ بن عبد المطلب کا سود چھوڑتا ہوں۔

جو شخص اپنے نسب کے علاوہ کسی اور نسب سے اپنے کو منسوب کرتا

ہے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔

آخر میں فرمایا:۔ اللہ کے ہاں تم سے میری بابت بھی سوال کیا جائے گا۔ لوگو کیا کہو گے۔ آیا میں نے اللہ کا پیغام تمھیں ٹھیک طرح پہنچا دیا۔ سب یک زبان ہو کر بولے۔ ہم کہیں گے۔ حضورؐ نے رسالت کا حق ادا کر دیا۔ پیغام ہمارے دل و دماغ میں اُتار دیا۔

---

[1] عرب میں جب کسی قبیلے کا کوئی شخص قتل ہو جاتا تھا تو مقتول کا قبیلہ اس کا بدلہ لینا اپنا ایسا فرض سمجھتا تھا کہ باپ بدلہ نہ لے سکتا تو بیٹا لیتا۔ بیٹا نہ لے سکتا تو پوتا لیتا۔ یہاں تک کہ نسلیں گزر جاتیں اور صدیوں پر صدیاں بیت جاتیں۔ تب بھی بدلہ لئے بغیر چین نہ آتا۔ اس سلسلے میں جنگیں ہوتیں اور بے شمار آدمی مارے جاتے لیکن انتقام پورا اسی وقت سمجھا جاتا جب خاص قاتل کی نسل کا آدمی مارا جاتا۔ پھر نئے مقتول یا مقتولوں کے قبیلوں میں انتقام کا جذبہ ابھرتا۔
غرض کہ یہ بدمزگی مستقل طور سے جاری رہتی تھی۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور تمام خرابیوں کی طرح اسے بھی خرابی قرار دیا اور اپنے قبیلے کے مقتولوں کا خون معاف کر کے سب کے جوش ٹھنڈے کر دیئے۔

Marfat.com

حضورؐ نے کہا۔ اے اللہ گواہ رہیو اور صحابہ سے کہا۔ جو اس وقت موجود ہیں وہ اُنہیں یہ پیغام پہنچائیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے۔

جب حضورؐ صحابہ کے بیان کا اللہ کو گواہ بنا رہے تھے عین اُس وقت وحی نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (آج ہم نے تمہارے دین کی تکمیل کر دی اور تمہیں اپنی نعمت پُوری دیدی اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا)[۱]

یہ وحی جہاں ایک طرف باعث مسرت و شادمانی تھی وہیں اس میں اِدھر بھی اشارہ تھا کہ حضورؐ کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ جو اسے سمجھے وہ چشم پُر آب ہو گئے۔

---

[۱] قدیم مذہبوں والے اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں لیکن مسلمان قدیم مذاہب کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ اسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ ہر مذہب اپنے زمانے میں انسانیت کی ترقی کا ذریعہ رہا ہے۔ انسانیت کی جتنی ترقی ہوئی اِن مذاہب ہی کے ذریعہ ہوئی۔ مذاہب بہ تدریج ترقی کراتے انسانیت کو ایک خاص حد پر لائے اور اسلام نے انسانیت کو اُس حد تک پہنچا دیا جو انتہائی ہے۔ تکمیل کا دعوےٰ کسی اور مذہب نے نہیں کیا تھا اور اس دعوے کے بعد چودہ سو برس میں کوئی نیا مذہب بھی نہیں اُٹھا جسے یہ کہنے کی ہمت ہوتی کہ نہیں تکمیل انسانیت اسلام نے نہیں کی۔ تکمیل اب میں کروں گا۔

Marfat.com

خطبہ ختم ہونے کے بعد حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان کہیں۔ سب نے ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھیں۔ پھر حضورؐ موقف تشریف لائے اور وہاں قبلہ رُو ہو کر بہت دیر دُعا فرماتے رہے۔

آفتاب ڈوبنے لگا تو وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضرت اُسامہؓ بن زید کو اپنے ناقہ پر پیچھے بٹھا لیا۔ مزدلفہ پہنچکر نماز مغرب ادا کی اور نماز عشا سے فارغ ہو کر حضورؐ نے تمام شب آرام کیا۔ شب بیداری نہیں کی۔ یہی ایک شب تھی جس میں حضورؐ نے نماز تہجد ادا نہیں کی۔ صبح باجماعت نماز فجر پڑھی اور سورج نکلنے سے قبل یہاں سے کوچ کر دیا۔ حضرت فضلؓ ابن عباس دوسرے ناقے پر ساتھ ساتھ تھے۔ جمرہ کے پاس ٹھہر کر حضرت فضلؓ بن عباس سے فرمایا۔ کنکریاں چن کر دو۔ کنکریاں آئیں تو حضورؐ نے کنکریاں پھینکیں۔

۱۰ ذی الحجہ تھی۔ میدان منٰی میں حضورؐ نے ایک عجیب انداز میں خطبہ دیا۔ پوچھا "جانتے ہو آج کون سا دن ہے" حاضرین نے عرض کیا:۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ یوم الحرام ہے۔ پھر پوچھا۔ جانتے ہو۔ یہ کون سا شہر ہے۔ حاضرین نے عرض کیا۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا:۔ یہ بلد الحرام ہے۔ پھر سوال کیا۔ جانتے ہو۔ یہ کون سا مہینہ ہے۔ حاضرین نے عرض کیا۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا۔ یہ ماہ حرام ہے۔

Marfat.com

جب دن شہر اور مہینے کی حُرمت کا خیال تازہ ہوگیا تو فرمایا:۔ اللہ نے مسلمان کے خون مسلمان کے مال اور مسلمان کی آبرو کو مسلمان پر اُسی طرح حرام کیا ہے جس طرح اس دن اس مہینے اور اس شہر کی حُرمت ہے۔ میرے بعد گمراہ مت ہوجانا کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگو۔ تمھیں اللہ کے آگے پیش ہونا ہے۔ اگر کوئی نک چھدا حبشی بھی تمھارا امیر بنے اور وہ تم سے کتاب اللہ کی پیروی کرنے کو کہے تو اُس کی بات سننا اور اُس کی اطاعت کرنا۔

یہ اتنی ضروری ہدایتیں تھیں کہ ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ان کو بیان فرمایا تھا۔ ۱۰ ذی الحجہ کو میدان منٰی میں اُنہیں دُہرایا لیکن ۱۰ ذی الحجہ کے خطبے میں کچھ اور بھی ارشاد ہوا۔ مثلاً:۔

جو جرم کرے وہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کے جُرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں ہے۔ اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں ہے۔ قرض ادا کیا جائے۔ مستعار چیزیں واپس کی جائیں۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔ خدا نے وراثت کے طور پر ہر حقدار کو اُس کا حق دیا ہے۔ اب وراثت کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

اور فرمایا: اب تمھارے شہر میں قیامت تک شیطان کی پرستش نہیں ہو گی۔ شیطان بھی اس بات سے مایوس ہو چکا ہے۔ ہاں چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُس کی پیروی کرکے تم اُسے خوش کرو گے۔ خبردار اپنے رب کو پوجو۔ پانچوں وقت

Marfat.com

کی نماز پڑھو۔ رمضان کے روزے رکھو اور میرے جملہ احکام کو مانو جنت میں پہنچ جاؤ گے۔

آج بھی آپ نے سوال کیا۔ کہو۔ میں نے اللہ کا پیغام تمھیں پہنچا دیا۔ سب نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ اے اللہ گواہ رہیو۔

پھر صحابہ سے وہی کہا کہ جو اس وقت موجود ہیں وہ اُنہیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں یہ پیغام پہنچا دیں۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آج کا خطبہ بہت بڑا تھا۔ قالَ قولاً کثیرا۔ خطبے کے خاتمہ پر حضورؐ نے صحابہ کو الوداع کہا اور قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ مکہ کی بھی ہر گلی میں قربانی کی جا سکتی ہے۔ کچھ منیٰ کی تخصیص نہیں ہے۔

حضورؐ کے ساتھ سو اونٹ تھے۔ تھوڑے سے حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے اور باقی حضرت علیؓ کے سپرد کر دیئے کہ تم ذبح کرو۔ اور فرمایا۔ گوشت پوست سب اللہ کی راہ میں دیدیا جائے۔ قصاب کی مزدوری بھی اُس میں سے ادا نہ کی جائے الگ ادا کی جائے۔

قربانی کر کے حضورؐ نے سر کے بال منڈوائے اور چند بال حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اور اُن کی اہلیہ حضرت اُم سلیمؓ کو اور بعض اور صحابیوں کو دست مبارک سے عنایت فرمائے۔ جو بال بچے وہ حضرت ابو طلحہؓ نے

Marfat.com

ایک ایک دو دو دوسرے صحابیوں کو تقسیم کردئیے۔

اس کے بعد حضورؐ مکہ معظمہ آ گئے۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور چاہِ زمزم کے پاس گئے۔ حضرت عباسؓ نے پانی پیش کیا جسے حضورؐ نے قبلہ رو ہو کر پیا۔ پھر یہاں سے منیٰ واپس ہوئے۔ اور نماز ظہر وہاں پڑھی اور ۱۲ ذی الحجہ تک منیٰ ہی میں رہے۔ زوال ہو جانے پر روزانہ رمی جمار کے لئے چلے جاتے تھے۔ اور واپس آ جاتے تھے۔

۱۳ ذی الحجہ کو بعد زوال منیٰ سے رخصت ہوئے اور رات وادئ محصب میں گزاری۔ پچھلے پہر مکہ معظمہ تشریف لائے اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کیا نماز فجر پڑھی اور مدینہ منورہ مراجعت فرمائی۔

جناب اسد ملتانی کا ایک شعر ہے:۔

وہ جس غرض سے بھی ہو اور جہاں کہیں بھی ہو
ہر اجتماع فقط حج کی نقل ناقص ہے

خطبہ غدیر خم اور مدینے میں داخلہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار حج سے فراغت پا کر مدینہ منورہ واپس آ رہے تھے۔ راستے میں ایک مقام خم پڑتا ہے۔ وہاں تالاب کے کنارے حضورؐ ٹھہر گئے اور خطبہ دیا:۔

Marfat.com

اے لوگو! میں بشر ہوں۔ گمان ہے کہ اللہ کا قاصد میرے پاس جلد آنے والا ہے اور مجھے موت قبول کرنی پڑے گی۔ میں تمہارے پاس دو بڑی اہم چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک کتاب اللہ جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔

میں اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔
میں اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔
میں اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔
(یہ فقرہ تین دفعہ کہا تھا)

عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں اس لئے یہ خطبہ "خطبہ غدیر خم" کہلاتا ہے۔

مدینے میں داخل ہونے سے پہلے مدینے کے قریب ذو الحلیفہ میں رات بسر فرمائی اور صبح کے وقت مدینے کے اندر تشریف لے گئے۔ مدینہ نظر آیا تو فرمایا:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ یعنی اللہ کو سزاوار ہے۔ اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جس کے آگے جھکا جائے۔ وہ یکتا

وبے ہمتا ہے۔ اُس کی کبریائی میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔ حکومت اُسی کا حق ہے اور حمد کا وہی مستحق ہے۔ اور اُسے ہر بات پر قدرت حاصل ہے۔ ہم واپس آنیوالے اُسی کے بندے ہیں۔ ہم نے دُنیا بھر سے منہ موڑلیا ہے اور اُس کے در پر جُھک گئے ہیں۔ ہم اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اُسے سجدہ کرتے ہیں اور اپنے رب کی حمد وثنا کرتے ہیں، اُس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اتنی مخالف جماعتوں کو تنہا شکست دیدی۔

سرورِ کائنات کی خطابت

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات رسول تھے کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کوئی نبی کچھ خصوصیت لیکر آیا تھا اور کوئی نبی کچھ۔ حضور میں جملہ انبیا ع کی خصوصیات وصفات جمع تھیں۔

طلاقت بھی ایک وصف وامتیاز ہے تبلیغ کا کام کرنے والے کیلئے طلاقت کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جاتے وقت دُعا مانگی تھی۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (اے اللہ! میری زبان

کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میرا کہنا سمجھیں) حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصف بدرجہ اتم حاصل تھا۔ حضور ؐ بڑے طلیق اللسان تھے۔ حضور ؐ نے اظہارِ نعمت کے طور پر خود فرمایا ہے۔ اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ اُوْتِیْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ۔ میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔ طلاقت، فصاحت، بلاغت حضور ؐ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھیں۔ باتیں کرنے میں بھی یہ خوبی ظاہر ہوتی تھی اور خطبہ دیتے وقت بھی۔

حضور ؐ کی خطابت کا انداز بڑا موثر تھا۔ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی یعنی اپنے کنبہ والوں کو ہمارا خوف دلاؤ تو حضور ؐ عرب کے دستور کے مطابق پہاڑ پر چڑھ گئے، جس کا نام صفا ہے اور عرب غنیم کا خطرہ ہونے کی صورت میں پہاڑ پر چڑھ کر پکارا کرتے ہیں "یا صباحاہ"۔ حضور ؐ نے بھی بلند آواز سے "یا صباحاہ" کہا۔ ارد گرد کے آدمی "یا صباحاہ" سُن کر آجاتے تھے۔ حضور ؐ کا جملہ "یا صباحاہ" سُن کر بھی مجمع ہو گیا۔ حضور ؐ نے حاضرین سے فرمایا:۔

میں تمہیں اگر یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے فوج تم پر حملہ کرنے کو کھڑی ہے تو میرا یقین کرو گے۔

سب نے کہا۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ یقین کیوں نہیں کریں گے۔ حضور ؐ نے فرمایا۔ تو میں تم کو ایسے شدید عذاب سے ڈراتا ہوں جو دور نہیں

Marfat.com

ہے۔ بالکل نزدیک ہے۔

مکّہ سے ہجرت کر کے حضورؐ مدینے جمعہ کے دن پہنچے تھے۔ وقت وہ تھا جس وقت اب جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ جہاں قیام کرنا تھا وہاں نہیں بلکہ جہاں یہ وقت آ گیا وہیں حضورؐ سواری سے اُتر پڑے اور سو مسلمانوں کے ساتھ نمازِ جمعہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ یہ جمعہ کی پہلی نماز تھی۔ نمازِ جمعہ کی اِس سے ابتدا ہوئی۔ اس نماز سے قبل حضورؐ نے خطبہ دیا:۔

(مکمل خطبہ مع ترجمہ صفحہ ۱۳۶ پر درج کیا جا چکا ہے۔)

فتح مکہ کے موقع پر فرمایا۔ صرف چند جملوں کا ترجمہ پیش کرتا ہوں:۔

اللہ نے جس روز آسمان و زمین بنایا تھا۔ اُسی روز سے مکّہ میں خوں ریزی کو حرام کر دیا تھا۔ لہٰذا مکّے کی حُرمت یوں ہی نہیں ہے۔ اللہ کے حکم سے ہے اس شہر میں خوں ریزی نہ مجھ سے پہلے جائز تھی اور نہ میرے بعد جائز ہوگی میرے واسطے بھی یہ چند گھنٹوں کے سوا جائز نہیں رہی۔

بیت اللہ کے پرندوں کو پریشان نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کا کانٹا تک نہیں توڑا جا سکتا۔ اِس کی گھاس تک نہیں کاٹی جا سکتی۔

خطبہ حجۃ الوداع میں حضورؐ نے بہت سے حکم دیئے ہیں۔ لیکن دیکھئے حکم دینے کا کیسا پیارا ڈھنگ اختیار کیا ہے اور کیسی شگفتگی پیدا کر دی ہے۔

سوال کیا:۔ جانتے ہو آج کون سا دن ہے۔

حاضرین نے عرض کیا:۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔

فرمایا :- آج یوم الحرام ہے۔

پھر پوچھا :- جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے۔

لوگوں نے کہا :- اللہ اور اُس کے رسول ؐ کو زیادہ علم ہے۔

فرمایا :- یہ بلد الحرام ہے۔

پھر سوال کیا :- جانتے ہو۔ یہ کون سا مہینہ ہے۔

لوگوں نے عرض کیا :- اللہ اور اُس کے رسول ؐ کو زیادہ علم ہے۔

فرمایا :- یہ ماہ حرام ہے۔

جب دن، شہر اور مہینے کی حُرمت کا خیال تازہ ہو گیا تو فرمایا :-

اللہ نے مسلمان کے خون، مسلمان کے مال اور مسلمان کی آبرو کو مسلمان پر اسی طرح حرام کیا ہے جس طرح اس دن۔ اس مہینہ اور اس شہر کی حُرمت ہے۔ میرے بعد گمراہ مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگو۔ لوگو! (غور سے) سنو۔ اس لئے کہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ اس مہینے میں اس شہر کے اندر میں تم میں نہ ہوں۔

خطبے حضور ؐ کے بے شمار ہیں میں نے صرف اُن چار خطبوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنہیں مسلمان عموماً جانتے ہیں۔ حضور ؐ کے سب خطبے از ابتدا تا انتہا خطبوں کی شکل میں لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں اُن کی متفرق فقرے ملتے ہیں۔ مگر وہی فقرے زورِ خطابت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔

اثر کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ مکّہ میں حضورؐ نے سورہ والنجم کی آیات پڑھیں اور اُن پر چند لفظ کہے۔ کفّار اپنے قابو میں نہ رہ سکے اور سجدے میں گر پڑے۔ جب ہی تو کفّار کانوں میں روئی ٹھونس لیتے تھے کہ حضورؐ کی آواز نہ سُنیں۔

غزوہ حنین میں مالِ غنیمت کی تقسیم سے بعض جوان العمر انصاریوں نے اتفاق نہیں کیا تھا۔ اُن کی زبان سے نکلا کہ حضورؐ نے قریش کو زیادہ دیدیا اور ہمیں کم دیا۔ یہ شکایت شدہ شدہ حضورؐ تک پہنچی۔ حضورؐ نے انصار کو بُلایا اور دریافت فرمایا: کیا قصّہ ہے۔

انصار نے عرض کیا:۔ نوجوانوں نے بیشک اس قسم کا جملہ کہا ہے لیکن ہم ہرگز اُن سے متفق نہیں ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا:۔ اے جماعت انصار! تم جب مجھ سے ملے ہو تو کیا تم گمراہ نہیں تھے۔ پھر اللہ نے میرے ذریعہ تمھیں ہدایت دی۔ تم میں انتشار و افتراق تھا۔ اللہ نے میرے ہاتھوں تمھیں مجتمع کیا۔ تم بے زر تھے اللہ نے میری وجہ سے تمھیں غنی کر دیا۔

انصار ہر جملے پر کہتے جاتے تھے کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ امین ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔

یہ کہو نا، اے محمدؐ! تم یہاں ایسی حالت میں آئے تھے کہ لوگ تمھاری تکذیب کرتے تھے۔ ہم نے تمھاری تصدیق کی۔ تمھارا کوئی مددگار نہ تھا۔ ہم نے تمھاری مدد کی۔ تم غمخواری کے محتاج تھے ہم نے تمھاری غمخواری کی۔

اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا:-

اے انصار! تم کیا یہ پسند نہیں کرتے کہ دوسرے تو اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم اپنے ہاں خود رسولؐ کو لے جاؤ۔

تمام انصار چیخ اُٹھے۔ یا رسولؐ اللہ! ہم اس پر بالکل مطمئن ہیں۔ انصار اِتنا روئے کہ اُن کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

حضورؐ کے کسی خطبہ کا فقط ایک فقرہ مذکور ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ حضورؐ نے اثنائے تقریر میں فرمایا:-

لوگو! جو میں جانتا ہوں وہ اگر تم بھی جان جاتے تو ہنسا کم کرتے اور روتے زیادہ ـــ حضورؐ مسجد میں خطبہ دیتے تھے تو ہاتھ میں عصا ہوتا تھا اور میدانِ جنگ میں تقریر کرتے تو کمان پر ٹیک لگا لیتے تھے۔ حضورؐ برجستہ بولتے تھے۔ بولنے کی ضرورت پیش آئی اور بولنا شروع کر دیا۔ حضورؐ نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے بھی خطبے دیئے ہیں۔

تقریر کے دوران میں آواز گھٹتی بڑھتی تھی۔ آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں ہاتھوں کو اور جسم کو حرکت دیتے تھے۔ کبھی مٹھی بند کر لیتے تھے۔ کبھی کھولتے تھے۔

حضورؐ نے داعیٔ مذہب کی حیثیت سے بھی خطبے دیئے ہیں اور کمانڈر اور فاتح کی حیثیت سے بھی۔ اور قاضی اور جج کی حیثیت سے بھی۔ اور معلم و واعظ کی حیثیت سے بھی۔ تقریر میں شکوہ اور انوکھا پن ہوتا تھا۔ لیکن الفاظ کے

گورکھ دھندے اور پیچدار ترکیبوں میں نہیں پھنستے تھے۔ مضمون کو ذہن نشین کرانا مقصود ہوتا تھا۔ جمعہ کے خطبوں میں توحید و صفاتِ الٰہی کا ذکر ہوتا تھا۔ یا عذابِ قبر اور قیامت کا حال۔ اخلاق اور زہد و تقویٰ کی تعلیم۔

موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ حضورؐ کے فرزند حضرت ابراہیم نے جس روز وفات پائی ہے اُسی روز اتفاق سے سورج گرہن تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ گہن حضرت ابراہیم کے غم میں لگا ہے۔ حضورؐ نے اس خیال کے خلاف تقریر فرمائی اور کہا:۔

سورج اور چاند اللہ کی شناخت کی دو نشانیاں ہیں یہ کسی کے مرنے سے تاریک نہیں ہوا کرتے۔

ایک ناصحانہ خطبے کا اقتباس ملاحظہ کیجئے:۔

عمدہ کلام اللہ کا کلام ہے۔ اور عمدہ طریقہ محمدؐ کا ہے۔ نئی نئی باتوں سے بچنا۔ نئی نئی باتیں بدعت ہیں اور بدعت گمراہی ہے۔ درازی عمر کی تمنا مت کرنا۔ اس سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ جو شے آنے والی ہے وہ قریب ہے۔

بدنصیب ماں کے پیٹ میں ہی بدنصیب ہوتا ہے۔ خوش نصیب اُسے کہتے ہیں جو دوسرے سے نصیحت پکڑے۔

خبردار رہو کہ مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔ اور گالی دینا فسق۔ مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے کبیدہ رہے۔ اور خبردار!

Marfat.com

جھوٹ سے پرہیز کرنا۔

اس قابلیت کاملہ کے باوجود حضورؐ کا کلام اللہ کے کلام کے برابر نہیں ہے۔ اللہ کے کلام کو حضورؐ کے کلام سے مماثلت نہیں ہے یہ بھی ایک دلیل ہے کلام اللہ کے کلام اللہ ہونے کی۔

سرورِ کائناتؐ کی علالت و وفات

آیۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کے نزول کے بعد کچھ صحابہ کو خیال ہو گیا تھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ لیکن بعض صحابہ دو سال پہلے ہی سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ میں جو فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ہے اُس سے چونکے تھے کہ فتح پر شکر کرنے کے بجائے تسبیح و استغفار کا کیوں حکم ہوا ہے۔

ایک روز چند جلیل القدر صحابہ بیٹھے سورۂ نصر کا ذکر کر رہے تھے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اپنی کمسنی کے باعث پاس ادب سے خموشی اختیار کر رکھی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مجبور کیا کہ بولیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ سورۃ اس امر کا اعلان ہے کہ وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔

جب صحابہ اتنے حسّاس تھے تو حضورؐ سے تو کیا شے چھپی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اور خطبہ غدیر خم میں صاف صاف کہدیا تھا کہ مجھے اُمید نہیں ہے کہ آج کے بعد حج کر سکوں اور اگلے برس تم سے مل سکوں۔

حضورؐ برابر اللہ کے حکم کی تعمیل میں مصروف تھے اور وقت کا بیشتر حصہ تسبیح و تہلیل میں صرف فرماتے تھے۔ ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف

Marfat.com

ہوا کرتا تھا۔ ۱۰ھ ہجری میں بیس دن اعتکاف کیا اور ایک کی بجائے دو دفعہ قرآن مجید سنا۔

حج کے تیسرے مہینہ یعنی صفر ۱۱ھ ہجری کی ۱۹ تاریخ کو بدھ کی رات میں حضور سرورِ کائناتؐ گورستان جنت البقیع تشریف لے گئے۔ وہاں سے لوٹے تو مزاج ناساز تھا۔ اول درد سر ہوا اور پھر بخار چڑھ آیا اور پانچ روز میں اس علالت نے اس قدر کمزور کر دیا کہ بغیر سہارے کے اٹھنا بیٹھنا دشوار ہو گیا۔ تاہم جب تک ممکن رہا نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے رہے آخری نماز حضورؐ نے علالت کے نویں دن جمعرات کو مغرب کی پڑھائی۔ عشا کے وقت پوچھا۔ کیا نماز ہو چکی۔ حاضرین نے عرض کیا۔ آپ کا انتظار ہے۔ اٹھنا چاہا۔ لیکن غشی نے اٹھنے نہ دیا۔ غشی کم ہوئی تو پھر دریافت فرمایا۔ نماز ہو چکی۔ حاضرین نے وہی جواب دیا کہ حضورؐ کا انتظار ہے۔ حضورؐ نے دوسری دفعہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسری دفعہ بھی اٹھنے سے غش آ گیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہو۔ وہ امامت کریں۔ چنانچہ سترہ نمازوں کی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کی حیات میں امامت کی۔ جمعرات کو نماز عشا پڑھائی جمعہ ہفتہ اور اتوار کو پانچوں وقت کی نمازیں اور پیر کو نماز فجر۔

جمعرات ہی کے دن حضورؐ نے فرمایا۔ کاغذ قلم دوات لاؤ۔ میں تمہیں کچھ لکھوا دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہونے پاؤ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا حضورؐ پر

مرض کا غلبہ اور شدت ہے حضورؐ کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔ اور قرآن ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اس سے اختلافات پیدا ہوا کچھ کی رائے تھی کہ حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ بعض حضرت عمرؓ کے ہمنوا تھے۔ بعض نے خود حضورؐ سے کہا کہ فرمان کی صراحت کر دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم مجھے جس طرف بلاتے ہو۔ میں اُس سے بہتر حالت میں ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ کی امامت کے دوران میں ایک روز ظہر کے وقت حضورؐ نے سنبھالا لیا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت عباسؓ سے کہا کہ مسجد لے چلو۔

جماعت کھڑی ہو گئی تھی۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ پیچھے ہٹے۔ حضورؐ نے اشارہ سے روکا اور حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی اقتدا کرتے رہے اور سب نمازیوں نے حضرت ابوبکرؓ کی تکبیریں سُن کر نماز پوری کی۔

نماز کے بعد حضورؐ منبر پر بیٹھ گئے اور آخری خطبہ دیا اور فرمایا۔

اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار بخشا تھا کہ چاہے دُنیا کی نعمتیں لے لے۔ چاہے اللہ کے یہاں جو نعمتیں ملنے والی ہیں انہیں قبول کرے اُس بندے نے آخرت کی نعمتوں کو قبول کیا ہے۔

Marfat.com

پھر حضورؐ نے فرمایا:- جن کی دولت اور جن کی رفاقت کا میں بہت ممنون ہوں وہ ابوبکرؓ ہیں۔ میں اپنی اُمّت میں سے کسی کو دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن بس اسلام کا رشتہ ہی دوستی کے لئے کافی ہے۔ مسجد کی طرف کوئی کھڑکی ابوبکرؓ کی کھڑکی کے سوا باقی نہ رہنے پائے۔ تم سے پہلے کی اُمتوں نے پیغمبروں کی قبروں کو صنم کدہ بنا رکھا ہے تم ایسا مت کرنا۔ دیکھو میں منع کئے جاتا ہوں۔

علالت سے ایک دن پہلے حضورؐ نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو رومیوں کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا تھا۔ علالت کے زمانے میں منافقین کو شرارت کا موقع ملا۔ انھوں نے کہنا شروع کیا کہ اس نوجوان کو بوڑھے سرداروں کا سردار بنایا گیا ہے۔ حضورؐ نے اس خطبے میں اُس کا بھی جواب دیا۔ فرمایا:-

تمھیں اُسامہؓ کے باپ زیدؓ کی سرداری پر بھی اعتراض تھا حالانکہ وہ سرداری کے مستحق تھے اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور اُن کے بعد اسامہؓ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

لوگو! میں انصار کے بارے میں تمھیں وصیت کرتا ہوں۔ مسلمانوں کی تعداد اتنی بڑھے گی کہ انصارؓ آٹے میں نمک کی مثل رہ جائیں گے۔ مگر انصار نے میرے ساتھ وہ رفاقت کی ہے جو جسم کے ساتھ معدہ کرتا ہے۔ انصار اپنا فرض ادا کر چکے اب عام مسلمانوں کی باری ہے مسلمان انصار کا خیال رکھیں۔ میرے بعد آنے والوں کو چاہئیے کہ انصار میں جو نیکوکار ہوں اُن کی قدر کریں۔

Marfat.com

اور جن سے خطا سرزد ہو جائے اُنہیں معاف کر دیں۔

پھر فرمایا:—

"میں نے جس شے کو بھی حلال کہا اللہ کے حکم سے کہا ہے۔ اور جس شے کو بھی میں نے حرام کہا ہے اللہ کے حکم سے کہا ہے۔ حلال و حرام کرنے کا حق اللہ کے سوا مجھے بھی نہیں ہے۔ کسی حلال اور حرام کو مجھ سے منسوب کرنا"

اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؓ اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ سے فرمایا:—

اللہ کے ہاں کے لئے کچھ کر لو۔ میں تمھیں اللہ سے بچا نہیں سکوں گا۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب علیل ہوا کرتے تھے تو یہ دُعا پڑھتے اور ہاتھوں پر پھونک مار کر ہاتھ سینے اور پُشت پر پھیرتے تھے

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا (اے انسانوں کے پروردگار سختی مرض دور کر دے اور شفا عطا فرما۔ شفا تو تو ہی دے سکتا ہے۔ تیری ہی ———— دی ہوئی شفا شفا ہے ایسی شفا بخش کہ مرض باقی نہ رہے)

آپؐ کے مرض الموت میں (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) میں نے یہ دُعا پڑھی اور حضورؐ کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ مُبارک ہاتھوں کو حضورؐ کے جسم پر پھیر دوں۔ حضورؐ نے ہاتھ سکیڑ لئے۔ اور کہا:—

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (یا اللہ میری مغفرت فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے یعنی اپنے سے واصل کرلے)

وفات سے ایک دن پہلے دوا پیش کی گئی تو حضورؐ نے پینے سے انکار کر دیا۔ مگر غفلت کی حالت میں گھر والوں نے دوا پلا ہی دی۔ جب حضورؐ کو ہوش آیا تو فرمایا۔ تم سب بھی یہ دوا پیئو۔ صرف حضرت عباسؓ کو مستثنیٰ کر دیا۔ کیونکہ وہ دوا پلانے میں شریک نہیں تھے۔ اُسی دن حضورؐ نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا اور گھر میں سات دینار موجود تھے وہ خیرات کرا دیئے۔

وفات کے دن صبح صبح کسی قدر سکون تھا۔ حضورؐ نے پردہ ہٹا کر مسجد میں جھانکا۔ حجرہ مبارک اور مسجد برابر برابر تھے۔ نماز فجر پڑھی جا رہی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ امامت کر رہے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ چھوڑ دیا۔ ضعف کا یہ عالم تھا کہ پردہ ٹھیک طرح نہ چھوڑ سکے۔ لیکن دیکھنے والوں نے جہاں اسے محسوس کیا کہ ضعف انتہا تک پہنچ گیا ہے اور چہرہ سفید پڑ گیا ہے وہاں یہ بھی دیکھا کہ نماز کے منظر سے حضورؐ کے چہرے پر بشاشت کی لہر دوڑ گئی ہے۔

اُسی وقت حضرت فاطمہ زہراؓ کو بلایا۔ اور اُن کے کان میں چپکے چپکے کچھ باتیں کیں۔ حضرت فاطمہؓ پہلے تو چشم پُرآب ہو گئیں۔ لیکن پھر مُسکرا دیں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا۔ رونے اور مُسکرانے کی وجہ کیا تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے بتایا۔ کہ حضورؐ نے دو باتیں فرمائی تھیں۔ ایک تو یہ کہ میں

اس مرض میں وفات پا جاؤں گا۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے ہاں سب سے پہلے تم مجھ سے آ ملوگی۔ اُسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی کہ تم سیدۃ النساء العالمین ہو۔

پھر حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو بلا کر پیار کیا اور اُن کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواجِ مطہرات کو بلایا اور انہیں ہدایتیں کیں۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُنھیں نصیحتیں فرمائیں۔

حُجرے کا پردہ ہٹا کر دوسرے مسلمانوں کو زیارت کرا ہی چکے تھے۔ اب اہلِ بیت سے بھی مل لئے اور کربِ نے سکرات کی صورت اختیار کرلی۔ چہرہ مُبارک کبھی سُرخ ہو جاتا تھا۔ کبھی زرد۔ زبان پر یہ الفاظ تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اِن لِلْموتِ سکرٰتٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ موت میں سکرات ہوتی ہے۔)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ متاثر تھیں اُن سے چپکا نہ رہا گیا بولیں ہائے میرے باپ کو کتنا کرب ہے۔ وَاکَرْبَ اَبَاہُ۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ بیٹی تمھارا باپ ﷺ آج کے بعد کبھی کرب میں مبتلا نہ ہو گا۔

ہوش میں آتے تو یہ جملہ بار بار دُہراتے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ اے اللہ تو بڑا رفیق ہے اور مع الذین انعم اللہ علیھم (اُن کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے) اور ظہر کے قریب اُن میں جا ملے جنھیں اللہ نے نوازا تھا۔

حضور ﷺ کی وفات پیر کے دن ہوئی۔

Marfat.com

وفات سے ذرا پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ حاضر ہوئے اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ حضورؐ کی نگاہ مسواک پر جم گئی۔ حضرت عائشہؓ نے مسواک بجائی سے لے کر نرم کی اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کی ——— حضورؐ مسواک دانتوں اور مسوڑھوں پر ملتے رہے۔ آخری عمل حضورؐ کا دانتوں اور مسوڑھوں کی صفائی تھا۔ اور آخری کلمات حضورؐ کے اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی تھے۔ یعنی بس کچھ نہیں چاہیئے سوائے رفیق اعلیٰ کے۔ ان الفاظ سے متصل یہ بھی سنا گیا کہ حضورؐ فرماتے ہیں اَلصَّلٰوۃ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ نماز کو اور اپنے غلاموں کو مت بھولنا۔

روح کا پرواز کرنا تھا کہ صحابہ میں کہرام مچ گیا۔ کسی نے کسی سے اتنی محبت کہاں کی ہے۔ جتنی محبت حضورؐ کے اہلِ بیت کو اور حضورؐ کے صحابہ کو حضورؐ سے تھی۔ حضرت عمرؓ جیسے مضبوط شخص اپنے قابو میں نہ رہے۔ حضرت عمرؓ نے تلوار نکال لی اور کہا جو حضورؐ کی وفات کا نام لے گا اُس کا سر قلم کردوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ کیفیت محسوس کی اور سب کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اَیُّھَا النَّاس اِمن کان یعبد محمداً فانہ قد مات وَ من کان یعبد اللہ فانہ حیٌّ لا یموت (لوگو! اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود سمجھتا تھا تو اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ وفات پا گئے۔ لیکن جس کے نزدیک معبود اللہ ہے تو اللہ زندہ ہے اور اسے

کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس کی عبادت و اطاعت جاری رکھو۔) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول تھے۔ ان سے پہلے اور بہت رسول وفات پا چکے ہیں۔

(رسول لافانی نہیں ہوتے۔ لافانی فقط اللہ کی ذات ہے۔)

حضرت ابوبکرؓ نے سب کی آنکھیں کھول دیں پھر سب نے فوراً حضرت ابوبکرؓ ہی کو حضورؐ کا جانشین بنایا۔ تاکہ اللہ کے کام میں ذرا سا بھی رخنہ نہ پڑے۔ اور دم لئے بغیر کام بدستور چلتا رہے۔

ظہر کے قریب حضورؐ نے رحلت فرمائی تھی۔ مغرب کے قریب حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو سمجھانے میں کامیاب ہوئے تو صحابہؓ نے نماز جنازہ پڑھنی شروع کی۔ جنازہ جہاں رکھا تھا وہ جگہ کشادہ نہیں تھی۔ لہٰذا ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت آتی تھی۔ اور نماز ادا کرتی تھی۔ بدھ تک نمازیں ہوتی رہیں۔ بدھ کو دفن کیا گیا۔

تجہیز و تکفین کی خدمت اہل قرابت نے انجام دی۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ بھی اہل قرابت کے مانند تھے۔ وہ اور حضرت فضلؓ بن عباس پردہ کئے کھڑے رہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے غسل دیا۔ حضرت عباسؓ اور حضرت قثمؓ بن عباس بھی موجود تھے۔ انصار نے درخواست کی کہ ہمیں بھی اس خدمت میں شامل کیا جائے اور ہمارے حقوق کو نہ بھلایا جائے۔ حضرت علیؓ نے کواڑ بند کر لئے اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تمام صحابہ کی یہاں کہاں گنجائش ہے۔ سب کو اجازت دیدی گئی تو تدفین میں بیحد

Marfat.com

دیر ہو جائے گی۔ مگر انصار کے اصرار پر ایک انصاری حضرت اوسؓ بن خولی کو اندر لے لیا گیا۔ انھوں نے پانی بھر بھر کر دیا۔ حضرت اوسؓ بن خولی غزوہ بدر کے صحابی تھے حضرت اوسؓ بن خولی پانی کے گھڑے دے رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ بن زید پانی ڈال رہے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضورؐ کو سینے سے لگا رکھا تھا اور حضرت عباسؓ اور اُن کے دونوں صاحبزادے جسم مبارک کو کروٹیں دے رہے تھے مسجد سے ملے ہوئے جس حجرے میں حضورؐ نے وفات پائی تھی وہیں حضورؐ کو دفن کیا گیا۔ یہی وہ مقام ہے جس کی بابت کسی نے کہا ہے ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ کی میت میدان میں لے آئی جاتی تو دفن کرنا مشکل ہو جاتا۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نبی جس جگہ جان نذر جاں آفریں کرتے ہیں وہیں مدفون ہوتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح اور حضرت ابو طلحہؓ قبر کھودنی جانتے تھے اور ان دو ہی سے یہ کام لیا جایا کرتا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ مکے کی طرز کی قبر کھودتے تھے اور حضرت ابو طلحہؓ مدینے کے طرز کی۔ بعض حضرات کی رائے تھی کہ قبر ایسی ہو اور بعض کی رائے تھی کہ ویسی ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ دونوں کو بلواؤ اور جو پہلے پہنچے اُس سے کام لو۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ پہلے پہنچے اور انھوں نے مدنی

Marfat.com

طرز کی لحدی قبر کھودی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت فضل بن عباسؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت اُسامہ بن زید نے آپؐ کو قبر میں اُتارا۔

جنازے کی نماز عورتوں بچوں سب نے پڑھی مگر وہی ٹکڑیوں میں۔ کسی نے امامت نہیں کی۔

۱۸ صفر سے یکم ربیع الاوّل تک کُل تیرہ دن حضورؐ علیل رہے۔ صفر کے آتے ہی حضورؐ نے رحلت کی تیاری شروع کر دی تھی۔ ایک روز حضورؐ احد کے گنج شہیداں تشریف لے گئے وہاں نماز پڑھی اور حاضرین سے فرمایا۔

میں تم سے پہلے جانے والا ہوں۔ مجھے اپنا حوض یہاں سے دکھائی دے رہا ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ تم اب شرک تو نہیں کرو گے۔ ڈر بس یہ ہے کہ دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

ایک روز جنت البقیع تشریف لے گئے۔ جو وہاں مدفون تھے اُن کیلئے دُعا کی۔ اور جو حضورؐ کے ہمراہ تھے اُن سے کہا:۔

مسلمانو! اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے تمہیں بعافیت رکھے۔ تمہاری مدد فرمائے۔ اور تمہیں غلبہ و شوکت دے۔ تمہارے رزق کو بڑھائے۔ تمہیں دلوں کا اطمینان بخشے۔ دیکھو میں تم کو تقوے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ کو تمہارا نگہبان بناتا ہوں۔ اللہ کی بستیوں میں اور اُس کے بندوں کے سامنے تکبر اور غرور نہ دکھانا۔ اللہ کا ارشاد ہے:۔

Marfat.com

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (یہ آخرت کا گھر ہم انہیں دیتے ہیں جو دُنیا میں برتری کا ارادہ، اور فساد پھیلانے کی نیت نہیں رکھتے اور بہترین انجام اہلِ تقویٰ کا ہے۔)

اُس کے بعد یہ آیت پڑھی۔

اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ (تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانا کیا جہنّم نہیں ہے۔)

پھر فرمایا:۔

سلام تم کو اور سلام اُن سب کو جو میرے دین میں داخل ہوتے رہیں گے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زندگی تو ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ تھی ہی۔ حضورؐ کی موت بھی نمونہ کی موت ہے۔ اور موت زندگی سے الگ کب ہوتی ہے۔ حضورؐ نے جس طرح پوری زندگی پیش کر کے ہمیں سبق سکھائے تھے اسی طرح زندگی کے آخری تیرہ دنوں میں بتا دیا کہ موت اور مرض الموت سے یوں عہدہ برآ ہوا جاتا ہے۔

مرض کی تکلیف سے نبیوں کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ مرض، مرض الموت ہو یا

زندگی کے کسی دور کا مرض، تکلیف، مرض نبی و غیر نبی، سب کے لئے یکساں ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ حضورؐ نے موت کو کس شوق کے ساتھ قبول کیا۔ موت کے وقت ذرا سا بھی تو ہراس نہیں تھا۔

حضورؐ کی صداقت کے سارے دلایل ایک طرف اور حضورؐ کا وہ فقرہ ایک طرف، جو حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے وفات کے دن فرمایا تھا کہ بیٹی! تمہارا باپ آج کے بعد کبھی کرب میں مبتلا نہیں ہوگا۔

اُس دن جتنے فقرے حضورؐ کی زبان پر آئے تمام ہی غور کرنے کے قابل ہیں۔

سلام

(بحضورِ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)

(از جناب مولانا ماہر القادری صاحب)

سلام اُس پر کہ جس نے بےکسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں

سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اُس پر ابوسفیان کو جس نے اماں دے دی

سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں

سلام اُس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے
سلام اُس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے

Marfat.com

سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دُکھ اُٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اُس پر جو اُمت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اُس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے

سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
سلام اُس پر کہ تھا "الفقر فخری" جس کا سرمایا
سلام اُس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ تھا سایا

سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اُس پر بُروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں
سلام اُس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی
سلام اُس پر کہ جس کی سنگپاروں نے گواہی دی

سلام اُس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا
سلام اُس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا

سلام اُس پر فضا جس نے زمانے کی بدل ڈالی
سلام اُس پر کہ جس نے کفر کی قوت کچل ڈالی

سلام اُس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
سلام اُس پر کہ ساکن کر دیا طوفاں کی موجوں کو

سلام اُس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا
سلام اُس پر کہ جس نے پنجۂ بیداد کو موڑا

سلام اُس پر سرِ شاہنشہی جس نے جھکایا تھا
سلام اُس پر کہ جس نے کفر کو نیچا دکھایا تھا

سلام اُس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اُس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اُس پر بھلا سکتے نہیں جس کا کبھی احسان
سلام اُس پر مسلمانوں کو دی تلوار اور قرآن

سلام اُس پر کہ جس کا نام لیکر اُس کے شیدائی
اُلٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت اوج دارائی

Marfat.com

سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
جھا دیتے ہیں ٹکڑا سر فروشی کے فسانے میں
سلام اُس پر کہ جس کے نام کی عظمت پہ کٹ مرنا
مسلماں کا یہی ایماں یہی مقصد یہی شیوہ
سلام اُس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سُنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

Marfat.com

حیاتِ سرورِ کائناتؐ جلد دوم

کے

مضامین کی فہرست

(۱) سرورِ کائناتؐ کی معاشرت
(۲) سرورِ کائناتؐ کی گھریلو زندگی
(۳) نبی اور نبی کے قول و عمل کا مقام
(۴) غزوات و سرایا پر ایک نظر
(۵) غلامی کا انسداد
(۶) اسلامی نظامِ معیشت
(۷) سرورِ کائناتؐ کی جہاں بانی
(۸) سرورِ کائناتؐ کے معجزات
(۹) اسلام اور عورت
(۱۰) اسلام اور فرقہ بندی
(۱۱) ختمِ نبوت
(۱۲) رحمۃٌ للعالمینؐ
(۱۳) صلوٰۃ و سلام

عُنوان تھوڑے ہیں۔ لیکن مضامین لمبے لمبے ہیں۔ ضخامت جلد اوّل کے قریب قریب پہنچ جائے گی۔ جلد اوّل میں ولادت سے وفات تک کا حال بیان کر دیا ہے جلد دوم میں اُس حال کے بعض حصّوں پر بحث کی گئی ہے۔

یہ مضامین سب تیّار ہیں۔ بس چھپنے کی دیر ہے۔

منیجر نظام المشائخ، کراچی

م۔ا۔ واحدی نے مشہور آفسٹ لیتھو پریس، کراچی میں چھپوا کر، دفترِ نظام المشائخ ۲۱/۸ جیکب لائنز، کراچی ۳ سے شائع کیا۔

Marfat.com